ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون
بالمعروف وینهون عن المنکر واولئك
هم المفلحون

اور ہو جائے تم میں سے ایک گروہ جو نیکی کی طرف بلائے
اور بھلائی کا حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور ایسے
لوگ ہی مفلح ہوتے ہیں

رسالہ تشحیذ الاذہان

جلد ۳ ایڈیٹر۔ صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نمبر ۶

فہرست مضامین ✣ بابت ماہ جون و جولائی ۱۹۰۸ء

محمود اور محمدی مسیح کے دشمنوں کا مقابلہ	ایڈیٹر

باہتمام حافظ عبد الرحیم مہتمم رسالہ تشحیذ الاذہان ۱۰۔ رجب ۱۳۲۶ھ مجری کو قادیان میں طبع ہوا

عام اطلاع

ناظرین دسمبر ۱۹۰۷ء کا پرچہ جو ابھی ہمارے ذمہ تھا وہ اسی پرچہ میں ڈالدیا گیا ہے کیونکہ حضرت اقدسؑ کی وفات پر جو مضمون اس رسالہ میں شایع ہوا اور وہ بوجہ مفصل ہونے کے کسیقدر گنجایش چاہتا تھا چنانچہ اس پرچہ کے ڈیڑھ سو صفحہ ہیں اس لیے بغرض اطلاع عام یہ مشتہر کیا جاتا ہے کہ اس رسالہ میں دسمبر ۱۹۰۷ء اور جون اور جولائی ۱۹۰۸ء کے پرچے شامل ہیں اس لیے آیندہ کوئی صاحب دسمبر ۱۹۰۷ء کے پرچہ کا مطالبہ نہ کریں ہاں نشان الہٰی ڈائری اور خطوط جو ۱۹۰۷ء میں نامکمل ہیں اُن کے الگ صفحات چھاپ کر خریداران کے نام بھیجدیئے جائیں گے۔ تاکہ فائل مکمل ہوجائے۔ آیندہ سے پرچہ ہر قمری مہینہ کی دس کو شایع ہوا کرے گا۔ اور انگریزی مہینہ کا حساب نہ ہوگا۔

(منیجر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

دیباچہ

ناظرین کو اس بات سے ناواقفیت نہیں ہے کہ ۲۶۔ مئی ۱۹۰۸ء کو بوقت ساڑھے دس بجے حضرت اقدس مسیح الزمان مہدیٔ دوران نے اس دار فانی سے دار آخرت کی طرف کوچ کیا۔ اور خدا کا وہ کلام جو اُس کے مسیح پر نازل ہوا تھا پورا ہوا کہ وللآخرۃ خیرٌ لک من الاولیٰ۔ ۲۵۔ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدسؑ تندرست تھے۔ اور سوائے پُرانی بیماری دستوں کے جو کہ قریباً ایک مہینہ سے پھر لاحق ہو رہی تھی اور سب طرح خیریت تھی اگرچہ اس بیماری کی وجہ سے نقاہت ہو رہی تھی مگر چونکہ مدتوں کی تھی اس لیے چنداں خیال نہ تھا۔ اور اُسی حالت میں حضرتؑ نے لاہور میں کئی تقریریں کیں اور ایک کتاب پیغام صلح لکھی جو ۲۱۔ مئی کو ایک بڑے جلسہ میں سنائی جانے والی تھی مگر خدا کی باتوں کو کون جانتا ہے شام کے وقت آپ سیر کو گئے اور وہاں سے واپس آکر فرمایا کہ آج مجھکو بہت دست آرہے ہیں اور نقاہت زیادہ ہے۔ قریباً دس بجے کھانا کھانیکے لیے بیٹھے اور راقم عاجز بھی آپکے ساتھ تھا ایک دو لقمہ کھاکر فرمایا کہ پھر دست آیا ہے۔ اور کھانا چھوڑکر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ رفع حاجت کے بعد آکر پلنگ پر لیٹ گئے

عام اطلاع

ناظرین دسمبر ۱۹۰۷ء کا پرچہ جو ابھی ہمارے ذمہ تھا وہ اسی پرچہ میں ڈالدیا گیا ہے کیونکہ حضرت اقدسؑ کی وفات پر جو مضمون اس رسالہ میں شایع ہوا اور وہ بوجہ مفصل ہونے کے کسیقدر گنجایش چاہتا تھا چنانچہ اس پرچہ کے ڈیڑھ سو صفحہ میں اس لیے بغرض اطلاع عام یہ مشتہر کیا جاتا ہے کہ اس رسالہ میں دسمبر ۱۹۰۷ء اور جون اور جولائی ۱۹۰۸ء کے پرچے شامل ہیں اس لیے آیندہ کوئی صاحب دسمبر ۱۹۰۷ء کے پرچہ کا مطالبہ نہ کریں ہاں انشاء اللہ ڈائری اور خطوط جو ۱۹۰۷ء میں نامکمل ہیں اُن کے الگ صفحات چھاپ کر خریداران کے نام بھیجدیئے جائیں گے۔ تاکہ فائل مکمل ہوجائے۔ آیندہ سے پرچہ ہر قمری مہینہ کی دس کو شایع ہوا کرے گا۔ اور انگریزی مہینہ کا حساب نہ ہوگا۔

(منیجر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

دیباچہ

ناظرین کو اس بات سے ناواقفیت نہیں ہے کہ ۲۶۔ مئی ۱۹۰۸ء کو بوقت ساڑھے دس بجے حضرت اقدس مسیح الزمان مہدیٔ دوران نے اس دارفانی سے دارآخرت کی طرف کوچ کیا۔ اور خدا کا وہ کلام جو اُس کے مسیح پر نازل ہوا تھا پورا ہوا کہ وللآخرۃ خیرٌ لک من الاولیٰ۔ ۲۵۔ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدسؑ تندرست تھے۔ اور سوائے پرانی بیماری دستوں کے جو کہ قریباً ایک مہینہ سے پھر لاحق ہو رہی تھی اور سب طرح خیریت تھی اگرچہ اس بیماری کی وجہ سے نقاہت ہو رہی تھی مگر چونکہ مدتوں کی تھی اس لیے چنداں خیال نہ تھا۔ اور اُسی حالت میں حضرتؑ نے لاہور میں کئی تقریریں کیں اور ایک کتاب پیغام صلح لکھی جو ۲۱۔ مئی کو ایک بڑے جلسہ میں سنائی جانے والی تھی مگر خدا کی باتوں کو کون جانتا ہے شام کے وقت آپ سیر کو گئے اور وہاں سے واپس آکر فرمایا کہ آج مجھکو بہت دست آئے ہیں اور نقاہت زیادہ ہے۔ قریباً دس بجے کھانا کھانیکے لیے بیٹھے اور راقم عاجز بھی آپکے ساتھ تھا ایک دو لقمہ کھاکر فرمایا کہ پھر دست آیا ہے۔ اور کھانا چھوڑکر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ رفع حاجت کے بعد آکر پلنگ پر لیٹ گئے

اور طبیعت بہت کمزور تھی مگر ابھی زیادہ تکلیف نہ تھی۔ قریباً دو اڑھائی بجے مجھے جگوایا جب میں اُٹھا تو معلوم ہوا کہ حضرت اقدسؑ بہت بیمار ہیں اور ایک دو دوست اور بھی آ چکے ہیں ڈاکٹر موجود تھے اور حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۂ خلیفۃ اللہ بھی دعاؤ دوا میں مشغول تھے۔ کوئی تین ساڑھے تین بجے نبض بالکل ساکت ہوگئی اور دل کی حرکت بند ہوگئی مگر دو ایک منٹ کے بعد ہی پھر آپکی حالت روبہ صحت ہوگئی۔ اور آپنے آنکھیں کھولدیں صبح ساڑھے چھ بجے تک ہوش رہا مگر پھر آپ سوگئے اور اسی حالت میں قریباً ساڑھے دس بجے آپکی وفات ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اگرچہ الہام الٰہی صاف طور سے آپکی وفات کی خبر دی رہے تھی لیکن بوجہ محبت کے اس طرف خیال نہ جاتا تھا کہ اتنی جلدی آپکی وفات ہوگی۔ مگر حضرت اقدسؑ سمجھ چکے تھے کہ میری وفات قریب ہے چنانچہ یہ بات الوصیت سے صاف طور سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور پھر اسکو بعد وقتاً فوقتاً گھر میں اسکا ذکر کرتے رہتے تھے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھکو متواتر خبر مل رہی ہے کہ تیری وفات قریب ہے غرضیکہ یہ آپکی وفات ہے جس نے مجھ کو اس رسالہ کے لکھنے کی تحریک کی ہے۔ اور چونکہ مخالفین سلسلہ نے اپنی پرانی عادت کے مطابق اس موقع پر بھی بہت کچھ زہر اگلا ہے۔ اور اپنے نفسانی گندوں کا اظہار کیا ہے اور حضرتؑ کی وفات پر بہت کچھ اعتراض کیے ہیں اسلیے راقم عاجز کے دلمیں خداوند تعالیٰ نے یہ تحریک پیدا کی کہ میں ان تمام اعتراضوں کا جو مجھ تک پہنچے ہیں اور عام طور پر شائع کئے جاتے ہیں جواب دوں اور حتی الوسع مخالفین کی خباثت کو ظاہر کروں کہ وہ کن کن فریبوں اور جھوٹ سے کام لیتے ہیں چنانچہ اس رسالہ میں علاوہ دیگر مفید باتوں کے عبدالحکیم مرتد اور ثناء اللہ کی لن ترانیوں کو جواب بھی دیئے گئے ہیں اور آنحضرت اقدسؑ کی پیشگوئیوں پر اعتراض کیے جاتے ہیں انکا رد بھی کیا گیا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ والسلام۔ خاکسار مرزا بشیر الدین محمود احمد خلف حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محمود اور محمدی مسیح کے دشمنوں کا مقابلہ

تمہید
اور بعض نہایت ضروری باتیں

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشہد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ

خدا تعالیٰ کے پاک کلام کل من علیہا فانٍ ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام کے مطابق جو کوئی پیدا ہوا وہ فوت ہوا۔ اور جو آئندہ پیدا ہوگا۔ وہ بھی فوت ہوگا۔ سوائے خدا کی ذات واحد کے اور کوئی نہیں جو ہمیشہ ہوا اور ہمیشہ رہے۔ آج سے تیرہ سو سال پہلے خدا تعالیٰ نے نبی کریم صلعم کو وفات دیکر اس بات کو ایسی طرح سے ثابت کر دیا۔ کہ کوئی شک و شبہ کی گنجائش بھی نہیں رہی۔ اور آج تیرہ سو سال آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کی وفات نے خدا تعالیٰ کے کلام کی سچائی کو دنیا پر ظاہر کیا۔ اور ثابت کر دیا۔ کہ کوئی شخص خواہ خدا تعالیٰ کا کیسا ہی پیارا ہو۔ اور کتنی ہی بڑی شان کا ہو۔ آخر بشر ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محمود اور محمدی مسیح کے دشمنوں کا مقابلہ

تمہید
اور بعض نہایت ضروری باتیں

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشہد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ

خدا تعالیٰ کے پاک کلام کل من علیہا فانٍ ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام کے مطابق جو کوئی پیدا ہوا وہ فوت ہوا۔ اور جو آیندہ پیدا ہوگا۔ وہ بھی فوت ہوگا۔ سوائے خدا کی ذات واحد کے اور کوئی نہیں جو ہمیشہ ہوا اور ہمیشہ رہے۔ آج سے تیرہ سو سال پہلے خدا تعالیٰ نے نبی کریم صلعم کو وفات دیکر اس بات کو ایسی طرح سے ثابت کر دیا۔ کہ کوئی شک و شبہ کی گنجایش بھی نہیں رہی۔ اور آج تیرہ سو سال آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کی وفات نے خدا تعالیٰ کے کلام کی سچائی کو دنیا پر ظاہر کیا۔ اور ثابت کر دیا۔ کہ کوئی شخص خواہ خدا تعالیٰ کا کیسا ہی پیارا ہو۔ اور کتنی ہی بڑی شان کا ہو۔ آخر بشر ہے

اور مخلوق ہے۔ اور ایک دن اُس کے لیئے مرنا ضروری ہے۔ مگر مبارک وہ جو
ان باتوں سے نصیحت پکڑے۔ اور اپنے نفس کو شرک کی ملونی سے پاک رکھے۔

چونکہ نبیوں کا کام بھی دنیا سے شرک اور دوسرے گناہوں کا دُور کرنا.... ہوتا ہے
اس لیے خدا تعالیٰ اپنے نام کی چمکار دکھلانیکے لیئے انکے ہاتھوں سے ایسے نشان
دکھلاتا ہے۔ کہ دنیا پر خدا تعالیٰ کا وجود روز روشن کی طرح ثابت ہوجاتا ہے۔ اور دنیا
گویا کہ خدا تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتی ہے۔ اور انکی وفات کے ساتھ بھی ایسے
نشان وابستہ ہوتے ہیں۔ کہ انکی موت بھی چشم بصیرت رکھنے والوں کے لیے خدا تعالیٰ
کی ذات کا ایک بین ثبوت ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کی پیدائش اور وفات
بھی تمام نبیوں کی طرح ہوئی۔ آپکے لیے پیشگوئی تھی۔ کہ آنیوالا مسیح توام پیدا ہوگا
اور اس کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور حضرتؑ کی پیدائش
دنیا کے لیئے ایک نشان قرار دیگئی کیونکہ اُس سے خدا تعالیٰ کی شوکت اور جلال
ثابت ہوا۔ اور اُس کے ایک بزرگ بندہ کا کلام جو اُس نے خدا سے خبر پاکر کیا تھا۔
پورا ہوا۔ اور پھر آپ کی وفات بھی سنتِ انبیاءؑ کے مطابق ایک نشان کے
طور پر ہوئی۔ کیونکہ آپنے اپنی وفات پانیسے پہلے ہی دنیا کو اس بات کی خبر دیدی
تھی۔ کہ مَیں عنقریب وفات پانیوالا ہوں

چنانچہ آپؑ نے دسمبر ۱۹۰۵ء میں رسالہ الوصیۃ شایع کیا اور اس میں
بوضاحت اس امر کو لکھدیا۔ کہ اب مَیں بہت جلد وفات پانیوالا ہوں۔ اور اپنے
پیدا کرنیوالے اور مامور کرنیوالے کی طرف جانا میرے لیئے مقدر ہو چکا ہے۔ اس لیئے

میں اپنی وصیت کو شایع کرتا ہوں۔ چنانچہ اس الوصیۃ کے شروع میں آپ تحریر فرماتے
ہیں۔ کہ "چونکہ خدائے عزّوجل نے متواتر وحی سے مجھے خبر دی ہے کہ میرا زمانہ وفات
نزدیک ہے۔ اور اس بارہ میں اُسکی وحی اسقدر تواتر سے ہوئی۔ کہ میری ہستی کو بنیاد سے
ہلا دیا۔ اور اس زندگی کو میرے پر سرد کر دیا۔ اس لیئے میں نے مناسب سمجھا۔ کہ اپنے دوستوں
اور اُن تمام لوگوں کے لیئے جو میرے کلام سے فایدہ اُٹھانا چاہیں چند نصایح لکھوں"
اور پھر آگے چلکر یوں تحریر فرمایا ہے۔ کہ "سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ
یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے۔ تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال
کر کے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے
اس لیئے تم میری بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو۔ اور تمہارے
دل پریشان نہ ہو جائیں۔ کیونکہ تمہارے لیے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے۔
اور اسکا آنا تمہارے لیے بہتر ہے۔ کیونکہ دائمی ہے۔ جس کا سلسلہ قیامت تک
منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی۔ جبتک میں نہ جاؤں لیکن
میں جب جاؤں گا۔ تو پھر خدا اُس دوسری قدرت کو تمہارے لیئے بھیجدے گا۔
جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیگی۔ جیساکہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے۔ اور وہ وعدہ
میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے۔ جیساکہ خدا فرماتا
ہے۔ کہ "میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں۔ قیامت تک دوسروں پر غلبہ
دونگا" سو ضرور ہے۔ کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے۔ تا بعد اس کے وہ دن آوے
جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ اور ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے

وہ سب کچھ تمھیں دکھائے گا۔ جس کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں۔ اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے۔ کہ یہ دنیا قایم رہے۔ جبتک وہ تمام باتیں پوری نہ ہوجاویں جن کی خدا نے خبر دی۔ مَیں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ اور مَیں خدا کی مجسم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہوکر دعا کرتے رہو۔ اور چاہیئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھی ہوکر دعاؤں میں لگی رہے۔ تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمھیں دکھاوے۔ کہ تمھارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔ اپنی موت کو قریب سمجھو۔ تم نہیں جانتے۔ کہ کسوقت وہ گھڑی آجائے گی"۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ اب آپکی زندگی کے بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ اور قریب ہی وہ خدا کا پاک وجود ہم میں سے اُٹھایا جانیوالا ہے۔ چنانچہ اسی الوصیۃ میں یہ الہام الٰہی درج ہیں۔ کہ۔ بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں اُس دن سب پر اُداسی چھا جائے گی۔ یہ ہوگا۔ یہ ہوگا۔ یہ ہوگا۔ بعد اس کے تمھارا واقعہ ہوگا۔ تمام حوادث اور عجائبات قدرت دکھلانیکے بعد تمھارا حادثہ ہوگا۔ اور پھر آپنے جماعت کی نازک حالت کو ملاحظہ کرکے اس خوف سے کہ کہیں یہ ابتلا میں نہ پڑیں مندرجہ ذیل الفاظ میں آنیوالے ابتلاؤں سے انکو آگاہ کیا۔ "مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے۔ اور درمیان میں آنیوالے ابتلاؤں سے نہ ڈرے۔ کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے۔ تا خدا تمھاری آزمایش کرے۔ کہ کون اپنے دعوے

بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلا سے لغزش کھائیگا۔ وہ کچھ بھی خدا
کا نقصان نہیں کریگا۔ اور بدبختی اُسکو جہنم تک پہنچائیگی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اسکے لیے
اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے۔ اور اُنپر مصایب کے زلزلے آئیں گے
اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی۔ اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کرینگی۔ اور دنیا ان سے
سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی۔ وہ آخر فتحیاب ہوں گے۔ اور برکتوں کے
دروازے اُنپر کھولے جائیں گے۔ خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا۔ کہ میں اپنی جماعت
کو اطلاع دوں۔ کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں
اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں۔ اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے
محروم نہیں۔ ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے۔ کہ وہی ہیں
جنکا قدم صدق کا قدم ہے"

اور پھر آپ کی وصیت پر ہی بس نہیں ہوئی۔ بلکہ اسکے شایع ہونیکے بعد بھی
متواتر ان الہامات کا سلسلہ جاری رہا۔ اور خدا تعالیٰ نے بار بار اپنے بندے کو اس بات
کی اطلاع دی۔ کہ اب تیرا وقت قریب آگیا ہے۔ اور اسکے ساتھ ساتھ اہل بیت اور
دیگر جماعت کی تسلّی کے لیے بھی کلام الٰہی نازل ہوتا رہا۔ چنانچہ مندرجہ ذیل الہامات
اور رؤیائے صالحہ جو اس بارہ میں ہوئے اختصار کے ساتھ یہاں بطور نمونہ کے
درج کیئے جاتے ہیں۔

در رؤیا میں مَیں نے مولوی عبدالکریم صاحب کو دیکھا اور فوت شدہ خیال کرکے
اُن سے کہا کہ میری عمر اتنی ہو۔ کہ سلسلہ کی تکمیل کیواسطے کافی وقت ملجائے۔ اس کے

جواب میں انہوں نے کہا۔ کہ تحصیلدار۔ میں نے انہیں کہا۔ کہ آپ غیر متعلق بات کیوں کرتے ہیں۔ جس امر کیلئے کہا ہے۔ اس کے لیے دعا کریں۔ تو انہوں نے سینہ تک ہاتھ اُٹھائے مگر آگے نہ اُٹھائے۔ اور کہا کہ اکیس۔ اکیس۔ اکیس۔ اکیس اور یہی کہتے ہوئے چلے گئے۔

اب اس خواب پر غور کرتے ہوئے ہر ایک صاحب بصیرت دیکھ سکتا ہے۔ اور سمجھ سکتا ہے کہ حضرت اقدسؑ کے دعا کیلئے کہنے پر مولوی صاحب نے شرح صدر سے دعا نہیں کی۔ کیونکہ ان کو خدا کی طرف سے علم دیا گیا تھا۔ کہ جس قسم کی تکمیل حضرت اقدسؑ چاہتے ہیں۔ وہ نہ تو انبیاءؑ کی سنت ہی ہے۔ اور نہ آپکو اتنی عمر ملنی ہے۔ اس لیے انہوں نے منہ تک ہاتھ اُٹھانیکی بجائے سینہ تک ہاتھ اُٹھا کر روک لیئے۔ اور اس بات کو خود حضرت اقدسؑ نے بھی محسوس کیا۔ کیونکہ آپنے خواب کو لکھتے ہوئے ذکر کیا ہے۔ کہ مولوی صاحب نے سینہ تک ہاتھ اُٹھائے ہیں۔ اور آگے نہیں اُٹھائے۔ پھر مولوی صاحب کا اکیس۔ اکیس۔ اکیس کہنا ظاہر کرتا ہے۔ کہ اکیس کا لفظ آپکی تبلیغ کی عمر کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ آپکا سوال مولوی صاحب سے یہ تھا۔ کہ مجھکو اتنی عمر ملے۔ کہ سلسلہ کی تبلیغ کے لیے کافی ہو۔ اور اس کے جواب میں مولوی صاحب نے اکیس کا لفظ فرمایا ہے۔ یعنی تمہاری اس تبلیغ کا وقت اکیس تک ہوگا۔ چنانچہ واقعات کو دیکھنے سے اس خواب کی سچائی بڑے زور سے ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ حضرت اقدسؑ کا اشتہار بیعت جمادی الاول سنہ ۱۳۰۶ھ میں ہوا ہے۔ اور اکیسویں سال اسی مہینے میں آپکا انتقال ہوا۔ اور اسی طرح ۱۸۸۸ء میں اشتہار بیعت نکلا۔ اور سنہ ۱۹۰۸ء میں وفات ہوئی۔ جس سے اس خواب کی تعبیر خوب واضح

ہوگئی۔کہ اس خواب سے یہ مراد تھی۔کہ اکیسویں سال آپ کی وفات ہوگی۔ پس ہر ایک عقلمند اور دانا اس بات سے نصیحت پکڑ سکتا ہے۔ اور دیکھ سکتا ہے۔کہ خداوند تعالےٰ کا کلام اُس کے مسیح موعودؑ پر نازل ہو کر کس شان و شوکت سے پورا ہوا (کوئی شخص یہ خیال نہ کرے۔کہ یہ خواب آج بنائی گئی ہے۔ بلکہ آج سے اڑھائی سال پہلے بدر الحکم اور ریویو آف ریلیجنز۔ مورخہ ۲۰۔ دسمبر ۱۹۰۵ء میں شایع ہو چکی ہے) اور پھر اسی کے ساتھ کی ایک اور خواب اُنہیں دنوں کی ہے۔ جس سے اس خواب کے معنے اور بھی کھُل جاتے ہیں۔ اور وہ اسی نمبر ریویو آف ریلیجنز میں اور دیگر اخباروں میں شایع ہو چکی ہے۔کہ "ایک کوری ٹنڈ میں کچھ پانی مجھے دیا گیا ہے۔ پانی صرف دو تین گھونٹ باقی[1] اسمیں رہ گیا ہے۔ لیکن بہت مصفّٰی اور مقطر پانی ہے۔ اس کے ساتھ الہام ہوا۔ آبِ زندگی"۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ ۱۹۰۵ء کے آخر میں یہ الہام اور رؤیا ہوئے ہیں۔ اور اسوقت بتایا گیا ہے۔کہ تیری زندگی کے صرف دو تین سال رہ گئے ہیں۔ چنانچہ پوری اڑھائی سال کے بعد حضرت اقدسؑ نے وفات پائی۔ اور یہ اس لیے ہوا۔کہ خدا تعالیٰ کی باتیں پوری ہوئے بغیر نہیں رہتیں۔ اور وہ جو اسکے کلام کی مخالفت کرتے ہیں۔ وہ خود ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ اور دین و دنیا میں انکی رسوائی ہوتی ہے۔ اور وہ اسوقت تک نہیں مرتے۔ جبتک کہ خدا اپر اپنی حجت قایم نہ کر دے۔ اور دنیا انکی

---

[1] ۔ باقی رہ گیا ہے۔ ثابت کرتا ہے۔ کہ پہلے زیادہ تھا۔ مگر اب خرچ ہو کر دو تین گھونٹ رہ گیا ہے۔ یعنی دو تین سال آپ کی زندگی ہے اور پھر وفات ہوگی۔ منہ

کذب بیانی پر آگاہ ہو جائے۔ جسطرح نبی اپنی نیکی اور تقویٰ اور خدا کی راہ میں قربان ہونے سے اسکی عزت کو دنیا میں دوبارہ قایم کرتے ہیں۔ یہ لوگ بھی اپنی حد سے بڑھی ہوئی شرارت اور بدزبانی اور حق کی مخالفت کیوجہ سے مورد عتاب الٰہی بنکر اُس کے جلال کے دنیا میں پھیلانیوالے ہوتے ہیں۔ یہی لوگ سب سے زیادہ نبیوں کے نام کو مٹانا چاہتے ہیں۔ مگر نہیں کہہ سکتے۔ کہ ان سے زیادہ انکے نام کا روشن کرنیوالا کوئی اور بھی ہے۔ یہی لوگ ہیں۔ جو ہمیشہ خدا کے قایم کیئے ہوئے سلسلوں کی تباہی کے لیے دن ۔۔۔ رات لگے رہتے ہیں۔ مگر نہیں کہہ سکتے۔ کہ ان سلسلوں کی ترقی کے لیے ان سے زیادہ کوئی اور بھی کوشاں ہے۔ یہ چاہتے ہیں۔ کہ دنیا میں گمراہی اور ضلالت پھیلائیں مگر خدا انہی کے مُنہ سے نکلی ہوئی باتوں سے اُن سعید روحوں کو جو محبت الٰہی کیلیے دیوانوں کی طرح ہوتی ہیں۔ ہدایت دیتا ہے۔ اور انکے دلوں میں ایک ایسی تڑپ پیدا کر دیتا ہے۔ کہ خدا کے رسولوں کے دیکھنے کے بغیر انکو چین نہیں آتا۔ اور جب وہ ان ہدایت کے سرچشموں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں۔ تو پھر کوئی دنیوی طاقت اُنکو اُنکی اطاعت سے نہیں روک سکتی۔ الغرض خدا تعالیٰ اپنے پاک بندوں پر اس لیئے نشانات کی بارش برساتا ہے۔ کہ تا ان کے ذریعہ خدا کا وجود دنیا پر ظاہر ہو جائے۔ اور لوگ ان رسولوں کی سچائی میں شک نہ لائیں۔ چنانچہ اسی قدیم سنۃ اللہ کے مطابق ہمارے حضرت اقدسؑ سے بھی خداوند تعالیٰ کا ایسا ہی سلوک ہوا۔ اور صرف انکی زندگی میں ہی انکے ہاتھ پر نشانات نہیں دکھائے گئے۔ بلکہ انکی وفات خود ایک نشان ہے۔ مگر اُس کے لیئے جو آنکھیں رکھتا ہو۔ اور وفات کے بعد

بھی بہت سے ایسے نشانات ہیں۔ جو دکھائے جاوینگے۔ اور جنکی اطلاع خدا تعالیٰ نے اپنے بندے کے ذریعہ سے ایک مدت پہلے ہمکو دیدی ہے۔ اور قطع نظر اور نشانات کے حضرتؑ کی وفات .... خود ایک ایسا زبردست نشان ہے۔ کہ ایک صاحب بصیرت کے .... ماننے کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ کسطرح ممکن ہے۔ کہ ایک شخص اپنے مرنیسے تین برس پہلے اپنی وصیت شایع کردے۔ اور اُس میں لکھدے کہ عنقریب اب میں فوت ہونیوالا ہوں۔ اور میری وفات اچانک ہوگی۔ اور اڑھائی تین سال کے بعد جبکہ میری تبلیغ کا اکیسواں سال ہوگا۔ اسوقت یہ واقعہ ہوگا۔ اور پھر انہیں خوابوں اور الہاموں پر ہی حصر نہیں۔ بلکہ اور بیسیوں الہام ہیں۔ جن سے تاریخ وفات اور مہینہ تک بھی ثابت ہوتا ہے۔

چنانچہ ایک الہام ہے علم الرمان ۲۲۳ اور یہ الہام ۱۵۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء کا ہے۔ علم عربی لفظ ہے۔ جس کے معنے ہیں۔ جاننا۔ اور درمان ایک فارسی لفظ ہے۔ جسکے معنے ہیں۔ علاج۔ یعنی علاج کا علم ۱۵۔ اکتوبر سے ۲۲۳ دن بعد ہوجائیگا اب دیکھنا چاہیئے کہ ۱۵۔ اکتوبر سے دوسو تئیسواں دن کونسا ہے۔ سو حساب لگاکر دیکھو کہ وہ دن ۲۵[۱]۔ مئی سنہ ۱۹۰۸ء ہے چنانچہ اس الہام کے مطابق حضرت اقدسؑ

---

[۱]۔ میں اسجگہ ناظرین کی آسانی کیلیے حساب کی جدول بھی دیدیتا ہوں۔ تاکہ انکو تکلیف نہ ہو۔ یا کوئی مخالف شرارت سے دھوکہ نہ دے۔ ۱۵۔ اکتوبر کو یہ الہام ہوا ہے۔ اور ۱۵۔ اکتوبر سے باقی ۱۶۔ دن مہینہ کے ختم ہونے میں رہ گئے۔ چنانچہ اکتوبر کے ۱۶۔ نومبر کے ۳۰۔ دسمبر کے ۳۱ جنوری کے ۳۱ فروری کے ۲۹ مارچ کے ۳۱۔ اپریل کے ۳۰ اور مئی کے ۲۵ — میزان ۲۲۳ ہوئی۔ چنانچہ پورے ۲۲۳ دن کے بعد حضرتؑ کی وفات ہوئی۔ یعنی ۲۶ تاریخ کو۔

۲۶-مئی کو فوت ہوئے - اب ایک اور غور طلب امر ہے - جسکا شاید مخالف کم فہمی سے انکار کردے - اور وہ یہ کہ الہام تو ہوا ہے ۱۹۰۶ء کو - اور فوت ہوئے ہیں ۱۹۰۸ء میں تو یہ ایک سال اور ۲۲۳ دن ہوئے - سو یاد رہے - کہ اسکی دو وجوہات ہیں - اول تو یہ کہ اس کے ساتھ ہی الہام ہے - کہ انّ المنایا لا تطیش سہامہا - یعنی موت کے تیر خطا نہیں جاتے - (اس سے بھی ثابت ہے - کہ یہ ۲۲۳ والا الہام موت کے متعلق ہے) اور پھر اسکے بعد الہام ہوا انا نزینک بعض الذی نعدھم - نزید عمرک (دیکھو ریویو آف ریلیجنز مورخہ ۲۰ - نومبر ۱۹۰۶ء) یعنی تیری وفات تو ۱۹۰۷ء میں ہی تھی - مگر ہم نے اس عمر کو بڑھا دیا - چنانچہ پورے ایک سال تک عمر میں ترقی دیگئی - اور ایک سال کے بعد وہ حساب شروع ہوا - اور دوسری وجہ یہ ہے - کہ حضرتؑ کی وفات ۲۶ - مئی کو تھی - اور اگر آپ ۱۹۰۷ء میں فوت ہوجاتے - تو ایک تو چند معاندین سلسلہ شور مچا دیتے کہ ہماری پیشگوئی کی میعاد کے اندر فوت ہوئے اور ایک یہ کہ اسوقت ۲۷ - تاریخ کو آپکی وفات ٹھہرتی - اس لیے ضروری تھا - کہ آپ کی وفات لیپ ایر (یعنی جس سال میں فروری کے ۲۹ دن ہوں) میں ہوتی تاکہ پورے ۲۲۳ دن کے بعد ۲۶ مئی کو فوت ہوں - پس صاف ثابت ہوتا ہے - کہ آپ کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہونی چاہیئے تھی - جو کہ لیپ ایر ہے - نہ کہ ۱۹۰۷ء میں جس میں فروری کے ۲۸ دن ہوتے ہیں - اور ۲۲۳ دن ۲۶ - مئی تک ختم نہیں ہوتے - بلکہ ۲۷ - کو ختم ہوتے ہیں - اب غور کرنا چاہیئے - کہ یہ پیشگوئی کیسی کھلی اور بین ہے - ہاں اگر

مخالف اب بھی انکار کریں۔ تو سوائے حضرت مسیح موعودؑ کے اس الہام کے کہ "انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ" ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ ایک نبی آیا۔ اور انکے لیے رات اور دن غم کھاکر اس دنیا سے اُٹھ گیا۔ اور یہ لوگ ابتک اس سے انکار کرتے ہیں۔ ہماری خدا سے یہ خواہش نہیں کہ یہ مخالف ہلاک ہوں۔ بلکہ دل انکے لیے درد محسوس کرتا ہے۔ اور کڑھتا ہے۔ اور ایک تڑپ ہے۔ کہ خدا انکو ہدایت دے۔ اور اپنے نبی کی شناخت دے۔ اگرچہ یہ لوگ ہمپر طعن وتشنیع کرتے ہیں۔ مگر ہم انکے لیے دعائیں کرتے ہیں۔ کہ اے خدائے قادر تو ہمارے دلوں کو جانتا ہے۔ اور تجھے علم ہے۔ کہ ہمارے دل ان گم گشتہ راہوں کے لیے کیسی تکلیف پاتے ہیں۔ پس اے عالم الغیب والشہادت ہمارے دُکھوں اور تکلیف کو دیکھ اور ہم پر رحم کر اور ان غموں سے ہمکو چھڑا۔ اور ہمارے بھائیوں کو ہدایت اور نور کا راستہ جو تیرا نبی ہمارے لیے کھول گیا ہے بتا۔ اور انہیں اسکی شناخت کی توفیق عنایت کر ہاں وہ جو شرارت میں حد سے بڑھتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی ہدایت کی راہ سے روکتے ہیں۔ اور ہنسی اور ٹھٹھا کرتے ہیں۔ انکی حالت کو دیکھ کر بے اختیار ان کی ہلاکت کی دعا نکلتی ہے نہ اس لیے کہ ہمیں آنسے کچھ عداوت ہے بلکہ اس لیے کہ انکی وجہ سے دوسرے لوگ اس چشمۂ معرفت سے سیراب ہونیسے محروم نہ رہ جائیں۔ اور شدت پیاس سے ہلاک نہ ہو جائیں۔ جو کہ خدا تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیلؑ کیحالت کی طرح انکی حالت پر رحم کھاکر اپنے نبی کے ذریعہ سے اپر ظاہر کیا ہے۔

پھر ایک الہام ۱۸۔ ستمبر ۱۸۹۴ء کا ہے۔ جو مدت سے دنیا میں شایع ہو چکا ہے۔

اور وہ "داغ ہجرت" ہے۔ اب غور کرنیوالے دیکھیں کہ ہجرت ہوئی تو کیسی ہوئی۔ فوت ہوئے تو کہاں۔ لاہور میں جہاں اس واقعہ کے ہونیکا کسی کو وہم تک نہ تھا۔ اگرچہ خدا تعالیٰ اپنی وحی میں صاف طور پر لاہور کا ذکر بھی کر چکا تھا۔ غرض اس دنیا سے ہجرت ایسے وقت میں ہوئی جب اپنے وطن سے بھی دُور تھے۔ اب اس سے زیادہ ہجرت کیا ہو سکتی ہے۔ پھر بیسؔ فروری ۱۹۰۷ء کو الہام ہوا کہ افسوسناک خبر آئی اور انتقالِ ذہن لاہور کی طرف ہوا۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ پھر ۲۔ مارچ ۱۹۰۷ء کو الہام ہوئے (ریویو جلد ۶ نمبر ۳) انّما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرًا۔ ہے تو بھاری مگر خدائی امتحان کو قبول کر۔ یاایّھا النّاس اعبدوا ربّکم الّذی خلقکم۔ یاایّھا النّاس اتّقوا ربّکم الّذی خلقکم۔ اے میرے اہل بیت خدا تمہیں شر سے محفوظ رکھے۔ انت منّی وانا منک۔ انت الذی طار الیّ روحہٗ ربنا افتح بیننا وبینھم۔ اعجبتم ان تموتوا۔ ان کی لاش کفن میں لپیٹ کر لائے ہیں۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ سب الہام ایک وقت اور ایک دن کے ہیں۔ اور اکٹھے ہوئے ہیں۔ اور ان سے صاف طور سے حضرتؑ کی وفات نکلتی ہے۔ اور ان الہاموں سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اقدسؑ قادیان سے کہیں باہر فوت ہونگے۔ اور آپکی لاش کفن میں لپیٹ کر یہاں لائی جائے گی۔

لہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیان کے باہر فوت ہوں گے۔ جیسا کہ واقعہ ہوا۔ منہ

پھر ۲- دسمبر ۱۹۰۸ء کو یہ الہام ہوا ہے۔ کہ "بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید"
"ستائیس کو ایک واقعہ (ہمارے متعلق) اللہ خیرٌ وابقیٰ" "خوشیاں منائینگے"
"وقت رسید"۔ اب اگر ان الہاموں کو ملا کر دیکھا جاوے۔ تو صاف ثابت ہوتا ہے۔
کہ عنقریب آپکی وفات ہونیوالی ہے۔ اور ۲۷۔ تاریخ سے اس واقع کا کچھ تعلق ہوگا
چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ ستائیس کو قادیان میں دفن کیے گئے۔ اور ساتھ ہی اللہ خیرٌ وابقیٰ
کا الہام ہے یعنی زندہ تو صرف خدا رہتا ہے۔ ورنہ سب نے آخر کار مرنا ہے۔ اور
کوئی نہیں جو پیدا ہو۔ اور مرے نہیں۔ پھر آگے ہے۔ کہ "خوشیاں منائیں گے"۔
یعنی مخالفانِ سلسلہ اُس دن بہت ہی خوش ہونگے۔ اور پھر دوبارہ وضاحت سے
بیان فرمایا۔ کہ "وقت رسید" یعنی تیرا وقت آپہنچا۔

پھر ۲۶- اپریل ۱۹۰۸ء کو الہام ہوا۔ کہ "مباش ایمن از بازیٔ روزگار"
چنانچہ اگلے مہینہ اسی وقت اور اسی تاریخ کو حضرت اقدسؑ بیمار ہوئے۔ پھر لاہور
جاکر الہام ہوا۔ کہ "ممکن تیکیسہ بر عمر ناپایدار"[1]۔ پھر الہام ہوا۔ الرحیل ثم الرحیل
یہ بھی اسی بارہ میں تھا۔ پھر ۷۔ مارچ ۱۹۰۸ء کو الہام ہوا۔ "ماتم کدہ" اور پھر
دیکھا کہ "جنازہ آتا ہے"۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا تھا۔ کہ آپ کہیں باہر وفات پائیں گے
اب کیا کوئی عقلمند انسان اس بات سے انکار کر سکتا ہے۔ کہ حضرتؑ کی وفات
سنت انبیاءؑ کے طور پر ہوئی۔ اور خدا کے وجود کے لیے ایک بیّن شہادت کے

---

[1] ۔ اس الہام میں سنہ وفات بتایا گیا ہے یعنی ۱۳۲۶ ہجری۔

طور پر ہوئی۔ چنانچہ حضرت صاحب کا اس بارہ میں ایک الہام تھا۔ جو کہ لفظ بہ لفظ پورا ہوا۔
اور وہ یہ ہے۔ قل انّ صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین
چنانچہ اس کے مطابق حضرت اقدسؑ کی وفات ایک نشان کے طور پر ہوئی۔ اور خدا
کے وجود کو ثابت کرنیوالی ہوئی۔ پھر ایک پیشگوئی ہے۔ جس میں موت کی پیشگوئی
بھی ہے۔ اور جماعت کو بھی تسلّی ہے۔ کہ موت قریب۔ انّ اللہ یحمل کل حملٍ
یعنی تیری موت قریب ہے۔ تُو اپنے بعد جماعت کا فکر نہ کر۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ وہ تمام
بوجھ خود اُٹھائیگا۔ اس کے ساتھ اور بھی الہامات ہیں۔ جو آپکی موت کو ظاہر کرتے
ہیں۔ مگر بوجہ طوالت کے مَیں انکو یہاں درج نہیں کرتا۔

اب دیکھنا چاہیئے۔ کہ حضرت صاحب نے آج سے اڑھائی برس پہلے اپنی وصیت
شایع کردی تھی۔ اور اس میں صاف طور پر لکھدیا تھا۔ کہ میرا وقت قریب آگیا
ہے۔ اور عنقریب مَیں تم سے جدا ہو جاؤنگا۔ اور خدا کی تقدیر پوری ہونیوالی
ہے۔ اور میں انبیاءؑ کی سنت کے مطابق اسطرح فوت ہونگا۔ کہ لوگ سمجھیں گے۔ کہ
ناکامی رہی۔ مگر اصل میں ناکامی نہ ہوگی۔ اور خدا اپنی پوری طاقت اور جلال کے ساتھ
میرا نام روشن کریگا۔ اور دنیا پر میری سچائی کو ظاہر کردیگا۔ وہ لوگ جو اسوقت زندہ
رہیں گے۔ وہ میری سچائی کو آنکھوں سے دیکھیں گے۔ اور یہ وعدہ نہیں ٹلیگا جبتک
خون کی ندیاں نہ بہادی جائیں۔ اور عذاب الٰہی اُسوقت تک نازل ہوتے رہیں گے۔
اور مصیبتیں دنیا کو نہیں چھوڑینگی۔ جبتک کہ خدا کا نام دنیا پر روشن نہ ہو۔ اور جبتک کہ
وہ لوگ جو رات دن گناہوں میں پڑے رہتے ہیں۔ اپنے افعال واقوال سے

باز نہ آئیں۔ اور خدا کے لیے اپنے نفس کی قربانی نہ کریں۔ اور خدا کے ارادہ کو اپنے لیے قبول نہ کریں۔ اور میری سچائی پر ایمان نہ لائیں۔ کیونکہ یہ کسطرح ممکن ہے۔ کہ خدا کے برگزیدہ نبی محمد مصطفےٰ صلعم کو تو مُردہ خیال کیا جائے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو اب تک آسمان پر زندہ بجسم عنصری مانا جائے۔ یہ ایک ایسا گناہ ہے۔ اور ہمارے پاک نبیؐ کی اسقدر ہتک ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ کی غیرت اسکو برداشت نہیں کر سکتی۔ اور ضرور ہے۔ کہ وہ دنیا سے اس شرک کی بیخکنی کرے۔

اور پھر متواتر وحی سے اس بات کی تائید ہوتی رہی۔ اور خدا تعالیٰ نے بار بار آنوالے واقعہ کی خبر دی۔ اور اطرح کھلم کھلا اعلان کیا گیا۔ کہ دوست تو دوست دشمنوں کو بھی اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ یہانتک کہ خدا تعالیٰ نے تاریخ اور سال تک بھی مقرر کر دیا۔ چنانچہ آپ زندگی والی خواب میں بتا دیا۔ کہ دو تین سال کے اندر ہی آپ وفات پائیں گے۔ اور ۲۳ دن والی رؤیا میں ۲۶ مئی اور لیپ ایر بتا دیا۔ یعنی ۱۹۰۸ء میں پس اب سوائے کسی بدبخت اور کور باطن انسان کے کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ اور کونسی سعید روح ہے۔ جو باوجود ایسے ایسے کھلے نشانوں اور زبردست تائیدات الٰہیہ کے اس خدا کے رسولؐ کا انکار کرے۔ جو دنیا میں اپنا کام پورا کر کے اپنے بھیجنے والیکی طرف چلا گیا۔

مگر میں دیکھتا ہوں۔ کہ باوجود اس کے کہ حضرت کی وفات خود انکی سچائی کا ایک زبردست نشان ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی ہستی اس سے ثابت ہوتی ہے۔ اور اسکی طاقت اور جبروت ظاہر ہوتا ہے۔ پھر بھی بعض کور باطن اور ضد و تعصب سے بھرے

ہوئے اور دروغ و کذب بیانی کو تسلیم اور سمجھنے والے اسکو اپنی سچائی کا نشان قرار
دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ حضرت اقدسؑ کی وفات ہماری پیشگوئی کے مطابق
ہوئی۔ اور بعض ان میں ایسے ہیں۔ جو اسکو مباہلہ کی وجہ سے قرار دیتے ہیں۔ اور
نہیں سمجھتے کہ خدا کے رسولوں اور برگزیدوں کی مخالفت کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔
اور وہ درخت جو خدا لگانا چاہتا ہے۔ کوئی نہیں جو اسکو کاٹ سکے۔ کیا انہیں
اتنی عقل نہیں۔ اور وہ اسقدر شعور بھی نہیں رکھتے۔ کہ ایک معمولی کسان درخت
لگاتے ہوئے اس بات کا انتظام کر لیتا ہے۔ کہ کوئی پرند چرند یا آدمی اسکو ضرر
نہ پہنچا سکے۔ اور اس کے لیے وہ پہلے سے ہی ایسی تدابیر عمل میں لاتا ہے کہ
جس سے وہ پودہ ان تمام حوادث زمانہ سے بچ رہے جو ممکن ہے کہ اسکو مضبوط
جڑھ پکڑتے تک پیش آئیں۔ تو خداوند تعالیٰ نے جو ہر ایک بھید کا جاننے والا ہے
اور تمام زمانوں کا علم رکھتا ہے۔ اور ہر ایک بات پر قادر ہے۔ جو وہ چاہتا ہے۔
کرتا ہے۔ اور اس کے راستہ میں کوئی شخص رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتا۔ اور
اس کے ارادہ کے برخلاف خواہ تمام مخلوقات عالم ملکر کرنا چاہے۔ تو بھی اسکے
برخلاف کچھ نہیں کر سکتی۔ اور اگر وہ چاہے۔ تو ایک دم میں تمام مخلوقات عالم کو
تباہ کر دے۔ کیونکہ وہ خالق ہے تمام چیزوں کا۔ اور قادر ہے ہر ایک بات پر۔ اور
کوئی نہیں جو اس کے حکم کے برخلاف دم بھی مار سکے۔ کیونکہ اس درخت کو جو
وہ لگانا چاہتا ہے۔ خالی چھوڑ دیا۔ اور اس کے لیے حفاظت کے سامان مقرر نہیں کیئے
اور درندوں اور پرندوں کو اجازت دیدی۔ کہ جس طرح چاہو۔ اس درخت کو تباہ کر دو۔

مگر میں ان لوگوں کو جو ایسا خیال کرتے ہیں۔ سچ سچ کہتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ کوئی
لغو کام نہیں کرتا۔ اور جب وہ دنیا میں ایک سلسلہ قایم کرنا چاہتا ہے۔ اور اس طرح اپنے
نام کی عزت جو بنی نوع انسان کے دلوں میں سے اُٹھ چکی ہوتی ہے۔ پھر دوبارہ
بلند کرنا چاہتا ہے۔ تو خواہ تمام دنیا اُس سلسلہ کے برخلاف زور لگائے۔
اور شیطان اپنی کل فوجوں کے ساتھ رحمانی لوگوں پر حملہ کرے۔ اور اسوقت کے
رسول کو خواہ کسقدر دُکھ دیئے جائیں۔ اور کیسی کیسی رکاوٹیں اس کے راستہ
میں پیدا کیجائیں۔ تو بھی وہ اس کام کو کرکے چھوڑتا ہے اور وہ جو اس کے رسول
کی مخالفت کرتے ہیں۔ آخر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اور ایک دنیا انکی ذلت اور
تباہی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتی ہے۔ اور وہ ہمیشہ نصرت اور فتح کے شہزادے
کہلاتے ہیں۔ اور ایک وقت مقررہ تک اپنا کام کرکے اور دنیا کو سیدھی راہ دکھاکر
پھر اپنے بھیجنے والے کی طرف چلے جاتے ہیں۔ اور انکے پیچھے انکے متبعین اس
کام کو پورا کرتے ہیں۔ اور خدا کی نصرت اُنکے شامل حال ہوتی ہے۔ پس جب کہ
خدا تعالیٰ نے اپنی سنت قدیمہ کے ماتحت اس زمانہ میں ایک نبی بھیجا۔ تو کیونکر
ممکن ہے۔ کہ وہ اسکو بغیر مدد کے چھوڑ دے۔ اور اُسکی جماعت کو تباہ ہونے دے۔
اگر وہ نبی اب ان میں نہیں رہا۔ اور اپنا کام ختم کرکے اس دنیا سے عالمِ جاودانی
کی طرف چلا گیا ہے۔ تو کیا ہوا۔ خداوند تعالیٰ جو حیّ و قیوم ہے۔ انکو ضایع ہونے
نہیں دیگا۔ کیونکہ وہ اسی کا لگایا ہوا پودہ ہے۔ تمام دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیگی۔
اور اسپر ثابت ہو جائیگا۔ کہ خدا ہمیشہ سچے کا حامی ہوتا ہے۔ پس وہ مدعی جو اسوقت

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر شور مچاتے ہیں۔ اور اسکو اپنی کرامت بتاتے
ہیں۔ دیکھ لیں گے۔ کہ انکا انجام کیا ہوتا ہے۔ اور خداوند تعالیٰ انسے کیا سلوک کرتا
ہے۔ کیا وہ سچوں کی طرح خدا کی طرف سے نصرت و مدد پاتے ہیں۔ یا ہلاکت کا
مُنہ دیکھتے ہیں۔ مگر وہ لوگ یاد رکھیں کہ جھوٹا کبھی فروغ نہیں پا سکتا۔ اور
آج اگر وہ سلامت ہے۔ تو ضرور ہے کہ وہ کل ہلاک کیا جائے۔ کیونکہ یہ ممکن ہی
نہیں۔ کہ خدا تعالیٰ جھوٹے کو بھی وہی مدد اور نصرت دے جو سچوں کو دیتا
ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو تو دنیا تباہ اور برباد ہو جائے۔ اور خدا کا نام دنیا سے
مٹ جائے۔ اور کوئی نہ ہو جو کہہ سکے کہ سچائی اس طرف ہے۔ اور خدا کے
نبیوں کی پہچان کا کوئی طریقہ باقی نہ رہے۔ پس مَیں تمھیں سچ سچ کہتا ہوں
کہ سچے اور جھوٹے کی بڑی شناخت یہی ہے۔ کہ سچے کے ساتھ نصرت الٰہی اور
مدد خداوندی شامل ہوتی ہے۔ مگر جھوٹا باوجود اس کے کہ وہ اپنا تمام زور خرچ
کرے اور تمام شیطانی فوجیں اس کے ساتھ ہوں۔ وہ کبھی وہ نصرت اور
فتح اور مقبولیت نہیں حاصل کر سکتا۔ جو سچے کو خدا تعالیٰ کی طرف سے عنایت
ہوتی ہے۔ پس اے لوگو! تم نے حضرت مسیحؑ کی زندگی کو اور انکے حالات کو دیکھ
لیا ہے۔ اور وہ مدد اور نصرت جو خدا تعالیٰ نے انکو بخشی ہے اس کا
مشاہدہ کر لیا ہے۔ اب کچھ مدت انتظار کرو۔ اور ان جھوٹے مدعیوں کی زندگی
کو بھی دیکھو۔ اور کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذریگا کہ یہ لوگ تمھاری آنکھ کے سامنے
ہلاک ہو جائیں گے۔ اور ایسی ذلّت انکے حصّہ میں آئیگی کہ انکے طرفدار حضرت

مسیح موعودؑ کے مقابلہ میں انکا نام لیتے ہوئے شرمائیں گے۔ اور یہ ایک ایسا نشان ہوگا۔ کہ اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے لیے کسی اور نشان کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اور تمام طالب حق اور سچائی کے ڈھونڈنے والے اپنی آنکھوں کے سامنے ہدایت اور نور کا رستہ کھلا ہوا دیکھیں گے۔ اور بغیر حضرت مسیح موعودؑ کے قبول کرنیکے انکو اور کوئی چارہ نظر نہیں آئیگا۔ پس ان مدعیوں کے برخلاف ہمکو کچھ بہت بڑے دلایل لکھنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ خود سچائی اور جھوٹ میں فرق کر دکھائیگا۔ مگر اس لیئے کہ کہیں بیہودہ فخر اور جھوٹے دعووں کو سُنکر ان پڑھ اور جاہل لوگ دھوکہ میں نہ آجائیں۔ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ کچھ نہ کچھ لکھا جائے۔ چنانچہ سب سے پہلے میں ان دعوے داروں میں سے میاں عبد الحکیم خاں مرتد کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جسکو دعویٰ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ میری پیشگوئی کے مطابق فوت ہوئے۔

باب اوّل

اے ناظرین! میں اس شخص کا رد لکھنے سے پہلے آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ ایک ادل درجہ کا بدزبان آدمی ہے۔ اور اپنی تحریر و تقریر کیوقت تہذیب و شائستگی کو بالائے طاق رکھدیتا ہے۔ اور بات بات میں گالیاں نکالنا اسکا کام ہے۔ اور جب کسی مخالف کا ذکر کرتا ہے۔ تو حد سے بڑھ جاتا ہے۔ اور غصہ اسپر قبضہ کر لیتا ہے۔ اور عقل اسکا ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔ اور یہ وہ شخص ہے۔ جو کہ

حضرت مسیح موعودؑ کا بیس سال تک مرید رہا ہے۔ اور اسکا یہ دعویٰ رہا ہے۔ کہ مرزا صاحب کی تائید میں مجھے الہام ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ اس بات کو شایع بھی کر چکا ہے کہ ایک شخص میرے رشتہ داروں میں سے جو مرزا صاحب کا مخالف تھا اُسکی نسبت مجھے خبر دی گئی کہ اگر یہ مخالفت سے باز نہ آئیگا۔ تو طاعون سے ہلاک ہوگا۔ چنانچہ بعد میں ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اور باوجود الہاموں اور خوابوں کے جو کہ یہ اُنکی تائید میں پیش کرتا تھا صرف اس بات سے حضرت صاحب کا مخالف ہوگیا کہ اس نے ایک دفعہ آپ کو خط لکھا۔ اور اوسمیں تحریر کیا۔ کہ ایک شخص جو نبی کریم کو نہیں مانتا۔ مگر اعمال صالحہ بجالاتا ہے۔ اور خدا کی توحید کا قایل ہے۔ وہ بخشا جائیگا۔ اسپر حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا کہ یہ عقیدہ بالکل فاسد ہے۔ خدا تعالیٰ نے نبی کریمؐ کے ذریعہ دنیا پر حجت قایم کردی ہے۔ اور اب جو کوئی اُنپر ایمان نہ لائے۔ وہ بخشا نہیں جاسکتا کیونکہ اعمال صالحہ بغیر انکی اطاعت کے نہیں ہوسکتے۔ اسپر یہ شخص بگڑ بیٹھا۔ اور حد سے زیادہ بدظنی کرنے لگا۔ اور بدزبانی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور اس خدا کے مرسل کو جو اُسکے جلال کو قایم کرنے آیا تھا۔ اسقدر گالیاں دیں کہ کوئی زبان نہیں جو اُنکا اعادہ کرسکے اور کوئی قلم نہیں جو انکو دوبارہ تحریر میں لاسکے۔ اور پھر اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ ایک پیشگوئی شایع کی۔ کہ میں صادق ہوں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نعوذ باللہ جھوٹے ہیں۔ اور جھوٹا سچے کی زندگی میں ہلاک ہوجائیگا۔ اور اس کی میعاد تین سال بتائی۔

ناظرین غور کریں۔ کہ اس شخص نے کسقدر جھوٹ اور فریب سے کام کیا ہے۔

کیونکہ حضرت صاحب شایع کر چکے تھے۔ کہ میری زندگی کے اب دو یا تین سال باقی رہ گئے ہیں اور عنقریب مَیں دنیا کو چھوڑنیوالا ہوں۔ پس اس نے اس بات سے فایدہ اُٹھایا ہے۔ اور اشتہار دیدیا۔ کہ مرزا صاحب تین سال کے اندر فوت ہو جائیں گے پس کیا کوئی انصاف پسند طبیعت اس بات کی اجازت دے سکتی ہے۔ کہ ایسے شخص کے مقابلہ میں جو بڑے زور سے پیشگوئی کر چکا ہو۔ کہ دو تین سال کے اندر ہی فوت ہو جاؤنگا۔ اور خدا نے مجھے اس کے متعلق بار بار وحی کی ہے۔ اور اسقدر تواتر سے یہ وحی مجھ پر نازل ہوئی ہے۔ کہ میری زندگی مجھ پر سرد ہو گئی ہے۔ کوئی شخص پیشگوئی کرے۔ کہ یہ شخص تین سال کے اندر فوت ہو جائیگا۔ اور یہ صادق اور کاذب کا ایک نشان ہوگا۔ اور اگر ایسا ہی واقعہ ہو۔ جیسا کہ مَیں کہتا ہوں۔ تو اس سے میری سچائی ثابت ہو گی۔ پس کیا وہ شخص جو اسقدر دغابازی سے کام لے اور دنیا کو دھوکہ دینا چاہے۔ خدا کا نبی کہلا سکتا ہے۔

ناظرین خود غور کر سکتے ہیں۔ کہ اگر ایک مجلس میں زید اُٹھکر کہے۔ کہ میرے گھر میں بچہ پیدا ہونیوالا ہے۔ اور چند ماہ باقی رہ گئے ہیں۔ اور یہ بات سُنکر بکر اُٹھے اور قسم کھاکر کہے کہ مَیں خدا کا نبی ہوں۔ اور میری سچائی کا یہ نشان ہے۔ کہ زید کے ہاں حمل ہے۔ تو لوگ اسکو سوائے سودائی یا جھوٹے کے اور کیا سمجھیں گے۔ جب مرزا صاحب نے اپنی موت کی پہلے سے خبر دیدی تھی۔ اور جماعت کو اور دوسرے لوگوں کو اپنی وصیت سے اطلاع دیدی تھی۔ اور انکے الہاموں سے صاف ثابت ہوتا تھا کہ تین برس کے اندر ۲۶۔ مئی کو وہ فوت ہو جائیں گے۔ تو پھر عبدالحکیم خاں کا ان کی

موت کی نسبت پیشگوئی کرنا اگر ایک صریح مکر اور فریب یا شیطانی الہام نہیں تو اور
کیا ہے۔ کیونکہ اگر مرزا صاحب نعوذ باللہ جھوٹے تھے۔ تو انکی موت کا الہام پہلے
عبدالحکیم کو ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ اسکو خبر دینے والا خدا تھا۔ اور مرزا صاحب کو خبر
دینے والا (نعوذ باللہ) شیطان تھا۔ مگر یہ کسطرح ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت اقدس ؑ کو تو
(نعوذ باللہ) شیطان نے پہلے خبر دیدی۔ اور خدا تعالیٰ نے عبدالحکیم کو اسکے بعد
خبر دی۔ گویا کہ انکی وفات کا پہلے تو شیطان کو علم ہوا۔ اور پھر اس سے خبر پاکر
حضرت اقدس ؑ کو علم ہوا۔ اور ان سے عبدالحکیم کے خدا نے سُنکر عبدالحکیم کو خبر دی
(نعوذ باللہ من ہٰذا) اور اس بات کو تسلیم کرکے ماننا پڑیگا۔ کہ عبدالحکیم کا خدا ایک شیطان
سے بھی کم علم رکھنے والا ہے۔ جو کہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک ایسا گندہ اعتراض ہے
کہ اسکو ماننے والا کبھی مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ اور ممکن نہیں۔ کہ اسکا ایمان خدا پر
قائم رہ سکے۔ اور اگر آج نہیں۔ تو کل ضرور ایسا شخص دہریہ ہو جائیگا۔ پس چاہیئے
کہ عبدالحکیم خاں اس خیال سے توبہ کرے۔ کیونکہ ہمارا خدا بڑا غیور خدا ہے۔
وہ اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ اسکی پاک ذات پر ایسا گندہ اعتراض
کیا جائے۔ اور وہ جو کہ ایسا خیال رکھتا ہے۔ ضرور ہے کہ ہلاک کیا جائے۔ اور
تباہ کیا جائے۔ اور اس کی موت ایسی ذلت سے ہو۔ کہ آیندہ آنیوالی نسلیں
اُس سے عبرت پکڑیں۔ پس اگر اس دلیل پر غور کیا جائے۔ تو ایک عقلمند انسان
اس بات کو سمجھ سکتا ہے۔ کہ کون حق پر ہے۔ اور کس کے حصہ میں جھوٹ
کی نجاست آئی ہے۔ اور وہ کون ہے جس سے خدا کلام کرتا اور کس کے لیے

شیطان نے اپنا دام تزویر پھیلا ہوا ہے۔

اب مَیں اس بات کے ثابت کرنیکے لیے چند دلایل لکھتا ہوں۔ کہ میاں عبدالحکیم خاں بالکل حق سے دُور ہیں۔ اور اُنکا ہاتھ سچائی کے دامن کو چھو بھی نہیں گیا۔ اور وہ ایک اندھے کی طرح ہیں۔ جو طوفان باد و باراں کے وقت بجائے لوگوں کو اپنی طرف بلائیں۔ اور کہیں کہ آؤ۔ مَیں تمھاری رہنمائی کروں اور اس پیاسے کی طرح ہیں۔ جسکی شدت پیاس کی وجہ سے جان لبوں پر آرہی ہو۔ اور وہ ایک ایسے شخص کو جو کہ ایک سرد اور شیریں چشمہ کے کنارہ پر بیٹھا ہوا اپنی اور اپنے ساتھیوں کی پیاس بجھا رہا ہو۔ بلائے۔ اور وعدہ دے۔ کہ آؤ مَیں تمھیں پیاس سے نجات دلاؤں۔ خواہ وہ افترا سے کام لیتے ہیں۔ یا انکو شیطانی الہام ہوتے ہیں بہرحال وہ باوجود ضلالت میں گھرے ہوئے ہونیکے احمدی جماعت کو ہدایت دینے کے لیے بلاتے ہیں۔ اول دلیل جو انکے مفتری ہونیکی ہے۔ وہ تو میں اوپر لکھ آیا ہوں۔ مگر ناظرین کی آسانی کے لیے پھر دوبارہ لکھتا ہوں۔

دلیل اول تو میاں عبدالحکیم خاں کے جھوٹے ہونیکی یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے صاف طور سے اپنے مرنیکی نسبت آج سے تین سال پہلے ہی پیشگوئی کی ہوئی تھی۔ اور نہ صرف معمولی طور سے اسکا اعلان کیا تھا۔ بلکہ کئی ہزار کی تعداد میں اشتہار الوصیۃ جس میں مفصل طور سے اس بات کو لکھا تھا۔ کہ اب مَیں فوت ہونیوالا ہوں شایع کیا تھا۔ اور لکھا تھا کہ میری وفات کی نسبت اس زور سے اور اس تواتر سے وحی الٰہی نازل ہو رہی ہے۔ کہ میری

زندگی میرے لیئے سرد ہوگئی ہے۔ اور جماعت کو نصیحت کی تھی۔ کہ میرے بعد ان
اصولوں پر کاربند ہونا اور اِن باتوں پر عمل کرنا کہ وہ کام جو خدا نے کرنا چاہا ہے۔
تمھارے ہی ہاتھوں سے پورا ہو۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ میری وفات اسطرح ہوگی۔
کہ لوگ سمجھیں گے کہ ناکامی ہوئی۔ مگر اصل میں وہ کامیابی ہوگی۔ کیونکہ خدا کی سنت
ہمیشہ سے یہی چلی آئی ہے۔ کہ نبی روحانیت کا ایک بیج بو کر چلا جاتا ہے۔ اور اس کے
بعد وہ پھولتا پھلتا ہے۔ اور جبتک وہ نبی رہے اسوقت تک سلسلہ کو کامل
ترقی نہیں ہوتی۔ چنانچہ ایسا ہی نبیوں کے زمانہ میں ہوا۔ اور ہوتا ہے۔ اور
آیندہ ہوگا۔ مگر اس ظاہری حالت کو دیکھکر نادان اور کم فہم لوگ (جیسے میاں
عبدالحکیم) سمجھتے ہیں۔ کہ یہ سلسلہ اب تباہ ہو جائیگا۔ اور وہ تمام کارروائی جو
ابتک ہوئی۔ برباد ہو جائے گی۔ مگر ایسا ہرگز نہیں ہوتا۔ اور وہ سلسلہ کچھ ابتلا کے
بعد اور بھی بڑھتا ہے۔ اور ترقی کرتا ہے۔ اور پھر اس اشتہار الوصیۃ کے بعد
کئی کئی رنگوں پر آپ کی وفات کی خبر دیگئی۔ اور یہاں تک اسکو کھولدیگیا جیسا میں
پیچھے ثابت کر آیا ہوں۔ سال اور مہینہ اور تاریخ تک بتا دیگئی۔ پس ایسی صورت
میں میاں عبدالحکیم کا یہ پیشگوئی کرنا کہ حضرت اقدسؑ تین سال کے اندر فوت ہو جائینگے
ایک ذلیل مکر اور جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔ ورنہ کم سے کم اسقدر تو ضرور ثابت
ہوتا ہے۔ کہ میاں عبدالحکیم پر شیطان نازل ہوتا ہے۔ اور جسطرح بعل کے نبیوں
کی معرفت وہ خداوند تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسولوں کی مخالفت کرتا تھا۔ آجکل
بھی اس نے ویسا ہی کام شروع کیا ہے۔ اور دنیا کو دھوکہ میں ڈالنے کے لئے

اور سادہ لوح لوگوں کو پھسلانیکے لیئے اس نے یہ کارروائی کی ہے۔ اور میاں
عبدالحکیم کو بسبب اسکی دماغی بناوٹ اور اُس بیجا غصہ اور غضب کے جو اس کی
طبیعت پر حکمران ہے۔ اس نے اپنے کام کے لیئے چن لیا ہے ورنہ یہ کیونکر ممکن
ہے کہ شیطان ایک شخص کو خبر دے اور رحمان اُس خبر کے دنیا میں شایع
ہوجانیکے بعد میاں عبدالحکیم پر اپنا کلام نازل کرے۔ اگر میاں عبدالحکیم کا
خدا ایسا ہی طاقتور ہے؟ مگر اصل بات یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی شان سے
بالکل بعید ہے۔ کہ وہ شیطان کی بتائی ہوئی خبر سنکر اپنے بندہ کو اطلاع دے۔
بلکہ آجتک یہی ہوتا آیا ہے۔ اور یہی ہوگا۔ کہ پہلے خدا تعالیٰ اپنے ایک بندہ کو
ایک خبر دیتا ہے۔ اور پھر اس سے سنکر شیطان اپنے دوستوں کو جاکر اطلاع
دیتے ہیں۔ چنانچہ یہی معاملہ یہاں بھی ہوا ہے اور میاں عبدالحکیم کے الہام کرنیوالے
نے پہلے حضرت اقدسؑ کا الہام بدر الحکم اور ریویو میں پڑھا۔ اور پھر انکے کان میں
جاکر پھونکدیا۔ اور اسکا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ عبدالحکیم نے اپنے رسالہ ذکر الحکیم نمبر ۴
میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی وصیت شایع کردی ہے اور لکھدیا ہے کہ میری
وفات قریب ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالحکیم کو معلوم تھا کہ حضرتؑ نے اپنی
وفات کی پیشگوئی کی ہے۔ چنانچہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلے تو
حضرت اقدسؑ نے خبر دی کہ میری وفات قریب ہے، اور وہ دو تین سال کے اندر
ہوگی۔ جیسا کہ میں ثابت کرآیا ہوں اسپر عبدالحکیم خاں نے اپنی پیشگوئی شایع
کردی کہ مجھے الہام ہوا ہے۔ کہ مرزا تین سال میں فوت ہوجائیگا اسکے بعد

حضرت اقدسؑ پر متواتر وحی ہوئی۔ کہ بہت جلد تمہاری وفات ہونیوالی ہے۔
اسپر میاں عبدالحکیم نے ایک دوسری پیشگوئی شایع کردی۔ جس میں چودہ ماہ
میعاد مقرر کردی۔ یعنی قریباً سال بھر پہلی پیشگوئی میں سے کم کردیا۔ کیونکہ جب اس نے
پیشگوئی کی تھی۔ تو اسوقت تین سال والی پیشگوئی میں سے قریباً آٹھ ماہ گذر
چکے تھے۔ پھر حضرت اقدسؑ کو کچھ ایسے الہام ہوئے۔ تیری عمر بڑھا دیگئی ہے۔
اسپر آپ نے ایک اور الہام شایع کردیا۔ کہ اگر زیادہ سے زیادہ مہلت ملی۔ تو وہ
تین سال والی پیشگوئی کے متعلق ہوگی۔ پھر جب حضرت اقدسؑ کو موت کے الہام ہوئے
اور بتایا گیا۔ کہ اب تو بہت ہی قریب وقت آگیا ہے۔ تو آپ کو جھٹ الہام ہوا۔ کہ
مرزا۔ ۲۱۔ ساون مطابق ۴۔ اگست کو فوت ہوجائیگا۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے
اس مفتری کو ایسا پکڑا کہ سب کچھ کیا کرایا برباد ہوگیا۔ اور اس کی کذب بیانی کو
ایسا ظاہر کردیا۔ کہ قیامت تک یہ سیاہی اس کے چہرہ سے نہیں اُتر سکتی۔ کیونکہ
باوجود اسکے کہ اس نے بڑے دعوے سے پیشگوئی کی تھی۔ کہ عین ۲۱۔ ساون کو
مرزا فوت ہوجائیگا۔ حضرت اقدسؑ ۲۶۔ مئی کو فوت ہوئے۔ اور اسکو جھوٹا
ثابت کرگئے۔ پس اس شخص کا مفتری ہونا صاف ثابت ہے۔ کیونکہ .... پہلے
اپنی موت کی خبر حضرت اقدسؑ نے دی تھی۔ اور پھر اس نے۔ اور وہ بھی اسکی
بتائی ہوئی خبر غلط نکلی۔ کیونکہ اس نے تین سال کی میعاد فسخ کرکے ۴۔ اگست
کی تاریخ مقرر کردی تھی تو پھر ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں۔ کہ لعنتِ خدا کس پر
پڑی۔ مگر میاں عبدالحکیم کو کون سمجھائے۔ ایک تو وہ حضرت صاحب کی پیشگوئیوں

سے مضمون اُڑا کر اپنی پیشگوئی بنا کر شایع کر دیتے ہیں - یا یہ کہ انکا الہام بھیجنے والا
یہ کام کرتا ہے - اور پھر دعوٰی اس بات کا کرتے ہیں - کہ مَیں خدا کا رسول اور وقت
کا مصلح ہوں - تف ہے، اس رسالت پر اور لعنت ہے اس اصلاح پر کہ اول تو چوری
کرنی اور پھر شریفوں کے سامنے فخر کرنا - مجھے افسوس تو اس بات پر آتا ہے کہ
یہ شخص اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ حضرت صاحب کی وفات سے سچائی تو انکی ظاہر ہوئی -
اور پیشگوئی تو اُنکی پوری ہوئی - پھر یہ اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹنے لگا - کیا اس میں شرم
وحیا کا اتنا مادہ بھی نہیں رہا - کہ یہ اس بات کو سمجھ لے کہ حضرت اقدسؑ نے تو اسکی پیشگوئی
کے وجود سے پہلے اپنی وفات کی خبر دی تھی ؛ اور کیا اس میں اتنی بھی عقل نہیں رہی
کہ یہ الوصیۃ کے الفاظ کو سمجھ سکے ؛ اس کے وہ تمام دعاوئے علوم وفنون کہاں گئے
جب یہ اُردو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتا - تو قرآن شریف کی تفسیر کیا لکھتا ہے - جو غیر زبان
میں ہے - اب ناظرین غور کریں کہ الوصیۃ میں حضرت اقدسؑ نے اسکی پیشگوئی سے
مدت پہلے اپنی وفات کی خبر دی تھی - اور ایک الہام سے تین سال کی میعاد بھی
کی گئی تھی - جو مَیں مضمون کے شروع میں لکھ آیا ہوں - تو اس کے بعد اس شخص کا کوئی
پیشگوئی کرنا ایک اول درجہ کی حماقت - جہل - بیوقوفی اور نادانی نہیں تو اور کیا ہے -
بلکہ ہمارا حق ہے - کہ ہم اسکو اسکی چالاکی اور شرارت پر محمول کریں -

دوسری دلیل بھی مَیں کسی قدر لکھ آیا ہوں - اور وہ یہ ہے کہ اسکو شیطانی
الہام ہوتے ہیں - اور اسکے کئی ثبوت ہیں - اول یہ کہ اس نے خود اپنی تصانیف
میں اس بات کا اقرار کیا ہے - کہ میرے عمل بھی اچھے نہیں ہیں - اور مَیں ایک بدعمل مومن

ہوں۔ اور مجھے شیطانی الہام بھی ہوتے ہیں۔ پس جو شخص خود مانتا ہے کہ مجھ پر شیطان کا تصرف ہے۔ اسکے الہامونکی نسبت اور زیادہ ثبوت دینے کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ جب ملہم خود اقراری ہے تو دوسرے کو کیا شک ہو سکتا ہے۔ مگر یہ بات جو اس نے لکھی ہے واقعی عجیب ہے کہ میں بدعمل مومن ہوں۔

تعجب ہے کہ آپ رحمۃ للعالمین بھی ہیں۔ اور پھر ساتھ ہی نماز روزہ کے بھی پابند نہیں۔ افسوس اس شخص کو یہ بات لکھتے ہوئے اتنا شعور بھی نہیں آیا کہ جب لوگ اس رحمۃ للعالمین کو نماز روزہ کا پابند نہ دیکھیں گے تو نبی کریمؐ کی نسبت جن کے زمانہ کو تیرہ سو سال گذر گئے۔ نعوذ باللہ کیا خیال کرینگے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اصل بات یہ تھی کہ آپ خود اس بات کے مقر ہیں۔ کہ مجھکو شیطانی الہامات ہوتے ہیں۔ اور خود آپکے الہامات نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ آپ کو شیطانی الہامات بھی ہوتے ہیں۔ اور رحمانی کوئی نہیں ہوتا۔ کیونکہ جو الہام ہوتا ہے۔ وہ پہلے حضرت اقدسؐ کو ہو چکا ہوتا ہے یا ایک واقعہ کے بعد اس کے مطابق آپکو ایک الہام ہو جاتا ہے اور اگر کوئی الہام ان دونوں باتوں سے الگ ہوتا ہے۔ تو وہ اکثر بلکہ ہمیشہ جھوٹا نکلتا ہے۔ جیسا کہ حضرت صاحب کی وفات کی نسبت اس نے لکھا تھا کہ ۲۱۔ سا دن کو ہو گی۔ مگر وہ ۲۶۔ مئی کو فوت ہوئے۔ اور پھر ایک اور ثبوت اس کے جھوٹے ہونیکا یہ ہے کہ خود اسکو اقرار ہے کہ مجھکو رحمانی الہامات بھی ہوتے ہیں اور شیطانی بھی پس کسطرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ ایک ایسے دلپر اپنا کلام نازل کرے۔ جسپر پہلے سے شیطانی قبضہ ہے۔ کیا سیاہی اور سفیدی

ایک جگہ اکٹھی ہو سکتی ہے؟ پاک اور ناپاک ملائے جا سکتے ہیں؟ ببول کو ممکن نہیں کہ انگور لگیں۔ اور گوخور مکھی کبھی بھی شہد کا چھتہ تیار نہیں کر سکتی۔ پھر کسطرح ممکن ہے کہ ایک ملہم شیطانی پر خدا کا کلام نازل ہو۔ اور وہ اسکو رحمۃ للعالمین قرار دے۔ جس کلام کی نسبت خدا تعالیٰ اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے۔ کہ لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْنَ۔ کیا وہ نجس دل پر نازل ہو سکتا ہے جس میں اسقدر خشیتِ خدا بھی نہیں۔ کہ احکام شرعیہ پر عمل کرے پس خود اپنے مقولہ کے مطابق عبد الحکیم خاں جھوٹا اور مفتری ٹھہرتا ہے۔ اور ہر ایک عقلمند جو اس سے نتیجہ نکال سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔

تیسری دلیل جو مَیں اس کے مفتری ہونیکے ثبوت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اور جس کا ذکر اس نے اپنے دعوے کے ثبوت میں اعلان الحق میں بھی کیا ہے۔ (یہ رسالہ اس نے حضرت صاحب کی وفات پر اپنی سچائی کے ثبوت کے لئے شائع کیا ہے) یہ ہے۔ کہ اس شخص نے حضرت اقدسؑ کی وفات کی نسبت پیشگوئی شائع کی کہ آپ تین سال کے اندر فوت ہو جائینگے اور یہ جھوٹے اور سچے کے فیصلہ کے لئے ایک نشان ہوگا۔ اس پیشگوئی کی اصل حقیقت تو مَیں پہلے ہی لکھ آیا ہوں کہ پہلے حضرت اقدس خود یہ پیشگوئی کر چکے تھے کہ مَیں جلد فوت ہو جاؤں گا۔ اور الہام الٰہی سے ظاہر ہوتا تھا کہ تین سال کے اندر ہی آپ فوت ہو جائیں گے۔ اور ایسے وقت میں اس کا یہ پیشگوئی کرنا محض ایک شرارت تھی۔ مگر خیر خدا تعالیٰ نے اسکو جھوٹا ثابت کرنا

تھا۔ اس لیئے تھوڑے دنوں کے بعد اس کو القائے شیطانی ہوا کہ اب تین
سال کی میعاد چودہ ماہ رہ گئی ہے۔ اور یہ بھی پہلی طرح چوری ہی تھی۔ کیونکہ
حضرت اقدسؑ نے دوبارہ شایع کیا تھا۔ کہ اب میری موت قریب ہے۔ اب
یہاں تک تو شیطان نے اپنی بڑی فتح سمجھی۔ کہ خدا کے کلام میں سے چوراکر
اور الہام الٰہی میں سے اخذ کرکے اپنے اپنا گھر پورا کر لیا۔ مگر خدا تو بڑا علام الغیوب
ہے۔ وہ جانتا تھا۔ کہ یہ سب باتیں اس کی دھری رہ جائیں گی۔ اور وہی ہوگا
جو میرا ارادہ ہے۔ چنانچہ کچھ مدت کے بعد شیطان نے اسپر اپنا کلام نازل کیا
اور بتایا۔ کہ مرزا۔ ۲۱۔ ساون مطابق ۴۔ اگست کو فوت ہوجائیگا۔ چنانچہ اُسنے
اُس الہام کو اس خیال سے کہ اب میری بڑی فتح ہوگی۔ مختلف اخبارونمیں
شایع کرادیا۔ مثلاً روزانہ پیسہ اخبار۔ وطن اور اہل حدیث اور اس کے
علاوہ بریلی گزٹ میں بھی اسکا یہ الہام شایع ہوا۔ کہ مرزا۔ ۴۔ اگست کو
فوت ہوجائیگا۔ اور اسی طرح بہتسے خطوط میں اس نے اس الہام کا ذکر کیا
جو اب تک موجود بھی ہیں۔ مگر اسکے برخلاف حضرت مسیح موعودؑ کو خداوند تعالےٰ
نے الہام کیا کہ "خدا سچے اور جھوٹے میں فرق کر دکھائیگا" اور ساتھ ہی
بتادیا کہ میری وفات ۱۵۔ اکتوبر کے ۲۲۳ دن بعد ہوگی۔ اور بیعت کے اکیسویں
سال ہوگی۔ جیساکہ مَیں اپنے مضمون کے پہلے حصّہ میں ثابت کرآیا ہوں۔ پس
اب عقلمند لوگ مقابلہ کرکے دیکھیں۔ کہ کون سچا رہا اور کون جھوٹا۔ حضرت مسیح
موعودؑ کو بھی آپکی وفات کی تاریخ اور مہینہ بتایا گیا تھا۔ اور دونوں کے الہامات

مختلف اخبارات میں شایع ہو چکے ہیں۔ اب غور کرنیوالے غور کریں کہ کون سچا رہا۔
حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی وفات کی خبر ۲۶۔ مئی بتلائی تھی اور اس نے ۴۔ اگست
تاریخ مقرر کی تھی۔ چنانچہ آپ مطابق خدائی الہام کے اسی تاریخ کو فوت ہو گئے۔
اور اسکو کذاب ثابت کر گئے۔ اور دنیا پر ظاہر ہو گیا کہ یہ شخص شیطان سے خبر پانیوالا
ہے۔ کیونکہ جبتک کہ حضرتؑ کے الہامات سے سرقہ کرتا رہا۔ تب تک تو کسی قدر راستی پر رہا۔
اور جونہی بلند پروازی شروع کی۔ اور چاہا کہ اپنے شیطانی الہاموں کا۔ رحمانی الہاموں
سے مقابلہ کرے۔ تو وہیں ہلاکت کا منہ دیکھا۔ اور سخت ذلیل و خوار ہوا۔ اور دنیا
نے اسکی اصلیت کو پالیا۔ اور صادق اور کاذب کا فیصلہ ہو گیا۔ اب کیا کوئی شخص
باوجود ایسے صریح ثبوتوں کے اس کی نسبت ایک لمحہ کے لیئے بھی گمان کر سکتا ہے
کہ یہ اپنے اندر کچھ بھی صداقت رکھتا ہے اور کیا کوئی سعید روح اب بھی حضرت
صاحب کی سچائی کا انکار کر سکتی ہے۔ دیکھو آپنے آج سے ڈیڑھ سال پہلے بتا دیا
تھا۔ کہ میں ۲۶۔ مئی ۱۹۰۸ء کو وفات پاؤں گا۔ اور اُس دن لوگ خوشیاں منائیں گے
مگر برخلاف اس کے اس نے ۴۔ اگست کی تاریخ بتائی تھی۔ پس خدا تعالیٰ نے
جھوٹے اور سچے میں فرق کر دکھایا۔ پھر بار بار اس شخص کا اپنی سچائی پر زور دینا
حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ جبکہ اسکی اپنی قلم کا لکھا ہوا الہام موجود ہے۔ کہ اب چودہ
ماہ والی پیشگوئی کی جگہ مرزا ۔۴۔ اگست کو فوت ہو گا۔ اور اسکے دستخط کا فوٹو پیسہ اخبار
لاہور میں شایع ہو چکا ہے۔ اور اہل حدیث اور وطن میں بھی اسکی طرف سے یہ الہام
درج ہے۔ تو کیا اب یہ انکار کر سکتا ہے۔ کہ میں نے پیشگوئی نہیں کی تھی۔ دیکھو سچوں

اور جھوٹوں کا فرق کہ سچے تو بعض اوقات افسوس کرتے ہیں کہ یہ پیشگوئی شایع
نہیں کی مگر جھوٹے جو شایع کر بیٹھے ہیں - اسپر بھی شرمندہ اور پریشان رہتے ہیں اور
چاہتے ہیں کہ کاش ہم یہ پیشگوئی شایع نہ کرتے - اور ایسا ہی حال عبدالحکیم کا ہوا ہے
باوجود اس کے کہ یہ الفاظ اس کے الہام کے پیسہ اخبار وغیرہ میں شایع ہو چکی ہیں
پھر بھی اب یہ انکار کرتا ہے - اور اپنے رسالہ میں لکھتا ہے - کہ میں نے ۴ - اگست
تک کی پیشگوئی کی تھی - جو پوری ہوئی - مگر ہم اس کا جواب سوائے لعنت اللہ
علی الکاذبین کے اور کیا دے سکتے ہیں - اگر پیسہ اخبار - وطن - اہلحدیث
اور یونین گزٹ بریلی میں اس کا یہ الہام شایع نہ ہو چکا ہوتا تو یہ جتنا چاہتا
جھوٹ بول سکتا تھا - مگر خدا نے اسکو ناک سے پکڑ لیا ہے - اب یہ بچ کس طرح
سکتا ہے - افسوس رسول ہونیکا دعوٰی اور اسقدر جھوٹ - کیا مسیلمہ کذاب
اس سے زیادہ جھوٹ بولتا تھا - نہیں زمانہ کی ترقی کے ساتھ مسیلمہ کی روح نے
بھی ترقی کی ہے - اور آگے سے زیادہ افترا پردازی پر کمر باندھی ہے - الغرض
اس شخص نے ۴ - اگست کو حضرت اقدسؑ کی تاریخ وفات مقرر کی تھی - مگر آپ
۲۶ - مئی کو فوت ہو کر شیطانی الہاموں کی قلعی کھول گئے - اور آپکے الہامات
میں ۲۶ - مئی تاریخ مقرر ہوئی تھی - سو اُس تاریخ کو آپنے وفات پائی - اور یہ خدا
تعالٰی کی طرف سے سچے اور جھوٹے کا فیصلہ ہے - جو چاہے قبول کرے - ورنہ
یاد رہے کہ کسی شخص کا کفر یا ارتداد خدا اور اس کے نبیوں کی شان میں کوئی فرق
نہیں پیدا کرتا - بلکہ خود اُن کے کافر اور اُن سے ارتداد کرنیوالوں کو کہنا پڑتا ہے -

یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا۔ یعنی کاش کہ مَیں مٹی ہی ہوتا۔ یا پیدا ہی نہ ہوتا۔ پس اب بھی وقت ہے جو چشم بصیرت رکھتے ہیں۔ وہ خدا کے رسول کا اقرار کریں۔ تا خدا ان کا مددگار ہو۔ ورنہ وہ دن آتے ہیں کہ انکار کرنے والے اپنے انکار کا مزہ چکھ لیں گے۔ اور پھر سوائے پچھتانے کے اور کچھ نہ ہو سکے گا۔

چوتھی بات جس کا مَیں جواب دینا چاہتا ہوں۔ اور جس سے عبدالحکیم کا دروغ ثابت ہوتا ہے۔ یہ ہے کہ اس نے اپنے اشتہار اعلان الحق میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے تبصرہ میں یہ الفاظ لکھے ہیں جو میری سچائی ظاہر کرتے ہیں کہ "اپنے دشمن کو کہدے کہ خدا تجھ سے مواخذہ کرے گا مَیں تیری عمر کو بڑھا دونگا یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں۔ یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیشگوئی کرتے ہیں۔ ان سب کو مَیں جھوٹا کرونگا۔ اور تیری عمر کو بڑھا دونگا۔ تا معلوم ہو کہ مَیں خدا ہوں۔ اور ہر ایک میرے اختیار میں ہے" اور پھر لکھا ہے کہ "دنیا میں تیرا نام بلند کیا جائیگا۔ اور نصرت و فتح میرے شامل حال ہوگی۔ اور دشمن جو تیری موت چاہتا ہے وہ خود تیری آنکھوں کے روبرو اصحاب فیل کی طرح نابود ہو جائے گا اور تباہ ہو جائے گا" ان فقرات کے لکھنے سے وہ نتیجہ نکالتا ہے کہ مرزا صاحب فوت ہو گئے۔ اور مَیں زندہ ہوں۔ اور یہ میری سچائی کا نشان ہے۔

مگر اس ناداں کو یہ سمجھ نہیں آئی۔ کہ مرزا صاحب کی وفات سے اگر
نعوذ باللہ انکی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ تو اس سے اس کی سچائی کس طرح
ثابت ہوئی۔ فرض کرو کہ نعوذ باللہ مرزا صاحب کی تمام پیشگوئیاں غلط
ہوئیں۔ اور ایک بھی سچی نہیں ہوئی تو بھی اس کی صداقت ثابت نہیں اور
اس کی سچائی تو اس بات سے ثابت ہوتی تھی کہ اس کی اپنی پیشگوئی
بھی سچی نکلتی جب اس نے مرزا صاحب کی وفات کی تاریخ ۴۔ اگست
مقرر کی۔ اور مرزا صاحب اپنی پیشگوئی کے مطابق ۲۶۔ مئی کو فوت
ہوئے۔ تو یہ خود بخود جھوٹا اور کاذب ثابت ہو گیا۔ اب اس کا یہ عذر کہ
مرزا صاحب کی ایک پیشگوئی بھی نہیں نکلی۔ تو اُس سے اس کی سچائی
ثابت ہوتی ہے۔ محض ایک دھوکہ ہے۔ اور پھر دوسری بات یہ ہے
کہ اشتہار تبصرہ اس وقت شایع کیا گیا ہے۔ جب اس نے حضرت
مرزا صاحب کی وفات کی میعاد چودہ ماہ مقرر کی تھی۔ اس وقت یہ
لکھا گیا تھا کہ خدا نے دشمن کو جھوٹا کرنے کے لیئے میری عمر بڑھا دی
چنانچہ اگر وہ چودہ ماہ کی میعاد عبد الحکیم قایم رکھتا۔ تو اس وقت
اس کا یہ اعتراض ہو سکتا تھا کہ میری بتائی ہوئی میعاد کے اندر فوت
ہو گئے ہیں۔ اس لیئے مَیں سچا ہوں۔ مگر جب اس نے خود اس
پیشگوئی کو ردّ کر دیا۔ اور لکھدیا کہ بجائے چودہ ماہ والی پیشگوئی کے
اب ۴۔ اگست کی تاریخ مقرر کی گئی ہے۔ تو تبصرہ میں جو کچھ لکھا گیا تھا۔

اس کے پورے ہونے کی ضرورت نہیں رہی۔ کیونکہ وہ اشتہار تو
اس غرض کے لیے لکھا گیا تھا۔ کہ جھوٹے اور سچے میں فرق ثابت
کیا جائے۔ اور دنیا پر ظاہر ہو جائے کہ کون جھوٹا ہے۔ اور کون سچا
پس جب اس نے ۴۔ اگست تاریخ وفات مقرر کر دی تو اب
سچے اور جھوٹے میں فرق اس طرح ہو سکتا تھا کہ ایک دوسرے
کی پیشگوئی کے مطابق ہلاک ہو جاتا۔ اور اس طرح اپنے آپ کو جھوٹا
ثابت کر جاتا۔ پس خدا تعالےٰ نے مرزا صاحب کو ۲۶۔ مئی کو وفات
دے کر ثابت کر دیا کہ عبد الحکیم جھوٹا ہے۔ چنانچہ تبصرہ کے الفاظ
بھی یہی ہیں۔ کہ جو دشمن تیری وفات کی پیشگوئی کرتے ہیں۔ انکو
مَیں جھوٹا ثابت کروں گا۔ پس صاف ثابت ہوا۔ کہ خدا تعالیٰ
کا منشا اس جگہ دشمن کو جھوٹا ثابت کرنے کا تھا۔ نہ کچھ اور۔ چنانچہ
جب اس نے اپنی پیشگوئی کو خود ہی ردّ کر دیا۔ اور لکھا کہ اب
۴ اگست کی تاریخ مقرر ہو گئی ہے۔ تو خدا تعالےٰ نے اس کو اس طرح
جھوٹا ثابت کیا۔ کہ آپ کو ۲۶۔ مئی کو وفات دیدی۔ اور اسکی
پیشگوئی ایک دیوانہ کی بڑ کی طرح ردّی گئی۔ اور جھوٹے اور
سچے میں خدا تعالےٰ نے فرق کر کے دکھلا دیا۔ کہ سچوں کی
باتیں سچی اور جھوٹوں کی جھوٹی ہوتی ہیں۔ چنانچہ ہر ایک عقلمند
سمجھ سکتا ہے۔ کہ اگر ایک شخص کو کہا جائے کہ تُو اس لیئے ہلاک

ہو جائے گا۔ کہ تُو اسلام کو بُرا کہتا ہے۔ اور گالیاں دیتا ہے۔
اس کے بعد وہ شخص اسلام لے آئے۔ اور بڑا متقی اور
پرہیزگار ہو جائے۔ تو وہ اس ہلاکت سے بچ جائے گا۔
کیونکہ اس نے وہ بات چھوڑ دی۔ اسیطرح یہاں بھی یہی معاملہ
ہے۔ عبدالحکیم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت
پیشگوئی کی کہ وہ چودہ مہینے کے اندر فوت ہو جائیں گے۔ اور
یہ میری سچائی کا نشان ہے۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے
شایع کیا۔ کہ ایسا نہیں ہوگا۔ بلکہ یہ خود میرے سامنے ہلاک
ہو جائے گا۔ اور یہ سب باتیں اس لئے ہیں کہ سچے اور جھوٹے
میں فرق ہو جائے۔ چنانچہ اگر یہ شخص اس پیشگوئی پر قایم
رہتا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے ہلاک ہو جاتا
اور وہ زندہ رہتے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کو تو اپنے اور نبی رسول
کی سچائی ظاہر کرنی منظور تھی نہ کہ کچھ اور۔ مگر چونکہ بعد میں یہ
اپنی بات سے پھر گیا۔ اور اس نے چودہ ماہ والی پیشگوئی کو
اپنی سچائی کا نشان قرار نہ دیا۔ بلکہ لکھا کہ میری سچائی کا ثبوت
یہ ہے۔ کہ مرزا۔ ۴۔ اگست کو فوت ہو جائے گا۔ تو خدا تعالےٰ
نے بھی اپنی پہلی بات کو منسوخ کر دیا۔ اور جس راہ سے اس نے
اس کے رسول کو پکڑنا چاہا تھا۔ اسی راہ سے اسکو پکڑ لیا۔ یعنے

حضرت صاحب کو اسکی مقرر کردہ تاریخ پر وفات نہ دی۔ اور ۲۶
مئی کو دی جو تاریخ خود آپکے الہامات سے ثابت ہوتی تھی اور
اس طرح خدا کا وہ کلام کہ جھوٹے اور سچے میں فرق کرکے دکھایا
جائے گا۔ پورا ہوا۔ اور عبد الحکیم کے منہ پر کذاب کا ایسا
بدنما داغ لگا۔ جو قیامت تک مٹ نہیں سکتا۔ اور یہ بات
جو مینے لکھی ہے۔ کہ جب عبد الحکیم نے چودہ ماہ والی پیشگوئی
کو منسوخ کر دیا۔ تو خدا نے بھی اپنے وعید کو دوسرے
رنگ میں بدل دیا بے ثبوت نہیں بلکہ قرآن شریف سے
بھی ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ جن لوگوں کے لیے فرمایا
تھا۔ کہ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ
عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ ان میں سے بھی بہت سے لوگ
آخر کار ایمان لائے اور بڑے بڑے انعام و
اکرام کے مستحق ٹھہرے۔ پس اس جگہ بھی خدا
تعالےٰ نے اپنی سنّت قدیمہ کے مطابق جس کی نسبت
وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا کا حکم آیا ہے
عمل کیا۔ اور جب عبد الحکیم خاں نے اپنی پیشگوئی
کو چھوڑ کر ایک اور پیشگوئی پر اپنی سچائی کا مدار رکھا۔
تو خداوند تعالےٰ نے بھی اپنی بے پایان قدرتوں سے

چاہا۔ کہ اسکو اُسی راہ سے ہلاک کرے۔ چنانچہ اس نے اُسکی پیشگوئی کو بالکل غلط ثابت کر دیا۔ اور اس نے بتایا تھا۔ کہ حضرت اقدس علیہ السلام ۴۔ اگست کو فوت ہوں گے۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ چنانچہ یہ جھوٹا ٹھیرا۔

اور

تبصرہ

میں بتایا ہوا عذاب

اذا فات الشرط فات المشروط

کے مطابق اس پر سے ٹل گیا۔ کیونکہ اسکو جھوٹا ثابت کرنا ضروری تھا۔ سو خدا نے ثابت کر دیا۔

پانچویں بات جو عبد الحکیم کے تمام دعاوی کو بالکل توڑ دیتی ہے۔ اور اس کے جھوٹ کا قلع قمع کر دیتی ہے۔ ایسی صاف ہے۔ کہ خدا کے فضل سے اس کے بعد اس شخص کا ہاتھ کہیں پڑ ہی نہیں سکتا۔ اور خواہ یہ کتنے ہی دانت پیسے اور پیشانی رگڑے۔ ممکن ہی نہیں کہ اپنے مطلب کے مطابق کوئی بات نکال سکے۔ چنانچہ اگر غور سے دیکھا جائے تو حضرت اقدس علیہ السلام نے کبھی کوئی الہام شایع نہیں کیا۔ جس میں یہ آیا ہو کہ عبد الحکیم تیری زندگی میں ہلاک ہو جائے گا۔

زیادہ سے زیادہ مندرجہ ذیل چند الہامات ہیں جن سے یہ اپنے مطلب کی بات
نکالتا ہے۔ مگر میں ثابت کرتا ہوں کہ ہرگز ان سے کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ
عبدالحکیم آپ کی زندگی میں ہلاک ہوگا۔ اور پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ وہ
الہامات اُس وقت کے ہیں جبکہ اوس نے چودہ ماہ والی پیشین گوئی کی تھی
اور اس پیشگوئی کے بدلنے پر اُن الہامات کی سزا بھی اور رنگ میں بدل گئی
بہرحال وہ الہامات یہ ہیں :۔ رَبِّ فَرِّقْ بَیْنَ صَادِقٍ وَکَاذِبٍ۔ اَنْتَ تَرٰی
کل مصلحٍ وَّصَادِقٍ۔ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحَابِ الْفِیْلِ اَلَمْ یَجْعَلْ
کَیْدَھُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ۔ تیرے دشمنوں کا اخزاء وافنا تیرے ہی ہاتھ سے مقدر
تھا چنانچہ ان الہامات سے کوئی بات ثابت نہیں ہوتی جس سے یہ معلوم ہو۔ کہ
عبدالحکیم حضرت اقدس کی زندگی میں ہلاک ہوگا بلکہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا سچے
اور جھوٹے میں فرق کرکے دکھلاویگا اور وہ اصحاب فیل کی طرح ذلیل ہوکر ہلاک ہوگا۔
اور اسکے تمام مکر و فریب غارت ہوجاوینگے اور وہ بوجہ مخالفت حضرت اقدس کے
ہلاک ہوگا۔ اب ان الہامات کو دیکھ کر ہر ایک اہل عقل دیکھ سکتا ہے کہ خداوند تعالےٰ
نے کس طرح گھیر کر اس سے ۴۔ اگست والی پیشگوئی شایع کروائی اور کس طرح اسکے
مکر کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور تمام دُنیا کی نظروں میں اسکو ذلیل کیا اور ان الہامات کے
جو معنے حضرت اقدس نے کیئے ہیں کہ وہ میرے سامنے ہلاک ہوگا۔ یہ ایک اجتہادی
غلطی تھی۔ اور اجتہادی غلطی ہر نبی سے ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ اسکی بہت سی نظیریں
قرآن شریف اور احادیث صحیحہ میں موجود ہیں۔ مثلاً حضرت نوح کے قصہ کو ہی دیکھو کہ

ان سے وعدہ تھا کہ تیرے اہل بچائے جائیں گے۔ اور جب طوفان میں اپنے بیٹے کو غرق ہوتے ہوئے دیکھا۔ تو انہوں نے خداوند تعالیٰ سے کہا کہ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ یعنے اے خدا میرا بیٹا بھی تو میرے اہل سے ہے یہ کیوں غرق ہونے لگا۔ تو اس پر خدا نے نہایت جھڑک کر جواب دیا اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ یعنی وہ تیرے اہل سے نہیں اور فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ یعنے ایسی بات مجھ سے مت پوچھ جس کا تجھ کو علم نہیں۔ پھر حضرت یونس علیہ السلام کو بھی اجتہادی غلطی لگی۔ اور جب ان کی پیشگوئی کے مطابق اُن کی قوم ہلاک نہ ہوئی تو ایسے گھبرائے کہ خدا تعالیٰ اپنے کلام میں فرماتا ہے کہ اگر خدا کا فضل نہ ہوتا تو وہ ملزم کر کے پھینک دیئے جاتے۔ چنانچہ قرآن شریف میں آتا ہے کہ لَوْلَا اَنْ تَدَارَکَہٗ نِعْمَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَھُوَ مَذْمُوْمٌ۔

پھر حضرت موسےٰ علیہ السلام کو اجتہادی غلطی لگی اور اُنہوں نے سمجھا کہ میں خود بنی اسرائیل کو کنعان میں پہنچاؤں گا۔ حالانکہ وہ راستہ میں ہی فوت ہو گئے۔ اور ان کے ساتھی بھی قریباً تمام راستہ میں ہی فوت ہوئے اور اُن کے ایک خلیفہ نے بنی اسرائیل کو منزل مقصود تک پہنچایا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اجتہادی غلطی لگی اور اُنہوں نے سمجھا کہ میرے حواریوں کو دُنیاوی بادشاہت ملیگی۔ اور انہوں نے انکو حکم دیا کہ کپڑے بیچ کر تلواریں خریدو حالانکہ دنیاوی بادشاہت تو الگ رہی انکو چین سے بیٹھنا تک نصیب نہ ہوا اور پھر آخر میں ہمارے سردار اور ہادی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجتہادی غلطی لگی۔ اور آپ ایک کشف کی بناء پر حج کو

چلدئے اور بڑی تکلیفوں کے بعد وہاں پہنچے تو کام نہ ہوا اور بے حاصل کئے مراد کے
واپس آنا پڑا۔ یہاں تک کہ اس بات سے حضرت عمرؓ جیسے بزرگ کو ابتلا کا سامنا ہوا
پس غور کا مقام ہے کہ جب اجتہادی غلطی کا ہو جانا کسی نبی کی شان پر کوئی دھبہ
نہیں لگاتا۔ اور اس سے اُسکی سچائی پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا تو حضرت مسیح موعود
جو پچھلے انبیا کی سنت پر آئے ہیں اگر کوئی اجتہادی غلطی کر بیٹھیں تو اُن پر کیا الزام
آسکتا ہے اصل تو الہامات کو دیکھنا چاہیئے کہ اُن کے کیا معنے ہیں اور پھر یہ بات بھی
ہوتی ہے کہ ایک نبی سے ایک وعدہ ہوتا ہے اور وہ اُسکے جانشین یا اُسکی اولاد
کے ہاتھوں سے پورا ہوتا ہے پس باوجود اُن تمام دلایل کے جو میں اوپر بیان کر آیا
ہوں۔ یہ مان بھی لیا جائے کہ ۴۔ اگست کی پیشگوئی کے باوجود بھی تبصرہ والا اشتہار
قایم رہا اور منسوخ نہیں ہوا۔ تو بھی کوئی الزام نہیں آتا۔ اور کسی بات سے حضرت اقدس
کی تکذیب اور عبدالحکیم کی تصدیق نہیں ہوتی۔ کیونکہ جو معنے کئے گئے ہیں وہ
خدا کی طرف سے تفہیم نہیں بلکہ اپنا اجتہاد ہے۔ پس اگر اسکے مطابق واقعہ نہ ہو تو مُلہم
کے الہام پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ بلکہ اسکی سچائی اور بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اس نے
کوئی منصوبہ بنا کر الہام پیش نہیں کئے تھے۔ بلکہ خدائے رحمٰن و رحیم کی طرف سے
وہ الہامات تھے۔

اب ناظرین غور کر کے دیکھیں کہ عبدالحکیم کے ہاتھوں میں رہ کیا جاتا ہے
جس پر اسکو ناز ہے اِسکے لئے اشتہار "خدا سچے کا حامی ہو" اور تبصرہ ہیں اور
حقیقت الوحی" میں یہ الہامات درج ہیں کہ یہ ہلاک ہوگا۔ اور اس طرح ذلت کے

عذاب سے مریگا اور اس دُنیا سے اُٹھایا جائیگا - کہ دُنیا اس بات کو جان لیگی کہ یہ
محض افترا پر تھا اور اُسکے الہاموں میں رحمانیت کا کوئی حصہ نہیں تہا اور وہ القائے
شیطانی تہے اور اُسکے بعد کسی کو جرات نہ ہو سکے گی کہ خدا کے برگزیدہ کے سامنے
اُسکو پیش کر سکے - اور اسکو کوئی نصرت و مدد الٰہی نہیں ملیگی اور مقبولیت سے محروم رہیگا
چنانچہ اُن الہامون کی مدت ابھی گذر نہیں گئی اور ہمکو انکی سچائی میں کوئی کلام نہیں
ضرور ہے کہ خدا کا کلام پورا ہو اور وہ جو جھوٹا ہے عذاب الٰہی میں گرفتار ہو - اور ذلت
اُسکے حصہ میں آئے - پس باوجود اسکے کہ تبصرہ میں حضرت صاحب نے محض اپنا اجتہاد
لکھا ہے کہ یہ شخص میری زندگی میں ہلاک ہو جائیگا اور الہاموں میں قطعاً اسکا ذکر نہیں
بلکہ صرف اتنا ذکر ہے کہ عبدالحکیم کے مرید ضائع کئے جائینگے اور وہ ذلت سے ہلاک
ہوگا عبدالحکیم خان کا اِس بات کو اپنی تصدیق کے لئے پیش کرنا محض شرارت ہے
کیونکہ اسکا الہام پورا نہیں ہوا اور یہ اسکی طرف بالکل توجہ نہیں کرتا مگر حضرت صاحب
کے اجتہاد کی غلطی کو اپنی سچائی کی دلیل قرار دیتا ہے یہ کیسے افسوس کی بات ہے اور کس قدر
شرم کا مقام ہے - ہاں اُس شخص کو تو چاہئے تہا کہ پیشگوئی کے غلط نکلنے پر سخت نادم
ہوتا اور پریشان ہوتا اور توبہ کرتا - اور پھر سچائی کیطرف رجوع کرتا اور خدا سے اپنے
گناہ کی معافی مانگتا - مگر اس نے برخلاف اسکے اپنے اس الہام کو جو پورا نہیں ہوا
نظر انداز کر دیا اور حضرت کی اجتہادی غلطی کو اپنے لئے مصدق قرار دیا - کیا وہ شخص
سچائی کا طالب اور حق کا جویا قرار دیا جا سکتا ہے جو اپنے الہام کے جھوٹا نکلنے کو تو
چھپائے مگر دوسرے کی اجتہادی غلطی پر خوشیاں منائے - کیا یہ ظلم نہیں کہ ایک

شخص جو اپنی پیشگوئی کے مطابق فوت ہوا اور جس نے اڑھائی سال اپنی وفات
سے پہلے خبر دیدی ہو کہ میں تین سال کے اندر فوت ہو جاؤنگا اسکی وفات کو اپنے
شیطانی یا بناوٹی الہامون کے مطابق اپنی سچائی کا نشان قرار دیا جائے۔ اب
میں اچھی طرح سے عبدالحکیم خان کی دروغ بیانی اور القائے شیطانی کو ثابت
کر آیا ہوں۔ اور میںنے لکھا ہے کہ اول تو اس شخص کو حضرت صاحب کی وفات کی
پیشگوئی کرنیکا کوئی حق نہیں تھا۔ کیونکہ خود حضرت اقدس آج سے اڑھائی سال
پہلے اپنی وفات کی خبر دے چکے تھے۔ اور اس کے بعد اُن کے حق میں کسی کا
پیشگوئی کرنا صریح شرارت پر دلالت کرتا ہے اور پھر اگر اس شخص نے پیشگوئی کی بھی
تھی تو وہ از طرف شیطان تھی نہ از طرف رحمان کیونکہ اوس شخص نے خود اپنی تصانیف
میں اس بات کو مانا ہے کہ مجھ کو شیطانی الہام بھی ہوتے ہیں اور جس کو شیطانی
الہام ہوں اُسکو رحمانی نہیں ہو سکتے کیونکہ خدا کا کلام نجس دماغ پر نہیں اُترتا۔ اور پھر
تیسری بات جو میں نے ثابت کی ہے یہ ہے کہ اسکی پیشگوئی جو اس نے پیسہ اخبار
وغیرہ میں شائع بھی کر دی تھی غلط نکلی ہے کیونکہ اس نے لکھا تھا کہ مرزا ۴ اگست
کو فوت ہوگا۔ حالانکہ ہمارے حضرت اقدس ۲۶ مئی کو فوت ہوئے اور یہ وہ تاریخ
ہے جو میںنے ثابت کیا ہے کہ خود حضرت اقدس کے الہامات سے نکلتی ہے پس حضرت
اقدس حق پر ہوئے نہ یہ۔ اور پھر میںنے ثابت کیا ہے کہ حضرت صاحب نے تبصرہ
میں جو لکھا ہے کہ یہ میری آنکھوں کے سامنے مرجائیگا وہ چودہ مہینہ والی پیشگوئی
کی بنا پر تھا۔ کیونکہ اس نے لکھا تھا کہ حضرت اقدس چودہ ماہ میں فوت ہو جائیں گے

پس اگر آپ اُس میعاد میں فوت ہو جاتے تو مخالفین کی نظر میں نعوذ باللہ جھوٹے ٹھیرتے۔ اِس لئے خدا کے کلام سے استدلال کر کے آپ نے لکھا کہ نہیں میں فوت نہیں ہونگا بلکہ تو میری آنکھوں کے سامنے ہلاک ہوگا۔ لیکن جب اِس نے اُس پیشگوئی کو خود ہی منسوخ کر دیا اور لکھ دیا کہ مجھے پہلی پیشگوئی کے بجائے یہ الہام ہوا ہے کہ مرزا ۲۱ ساون مطابق ۴ اگست کو فوت ہو جائیگا تو خدا تعالیٰ نے بھی اس کو اسی رنگ میں جھوٹا کیا یعنے بجائے ۴۔ اگست کے حضرت اقدس کو ۲۶ مئی کو وفات دی جو تاریخ آپ کے الہام سے ثابت ہوتی ہے۔ اب کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ پیچھے کیوں نہ فوت کیا سو اِسکا جواب یہ ہے کہ ایک تو آپ کو الہام ہو چکا تھا کہ ۱۵۔ اکتوبر کے ۲۲۳ دن کے بعد آپ کی وفات ہوگی جو ۲۶۔ مئی بنتی ہے اور دوسرے یہ کہ عبدالحکیم ایک سیماب مزاج آدمی ہے اگر حضرت صاحب اور زندہ رہتے تو جھٹ کہدیتا کہ بجائے ۲۱ ساون کے اب پھر تین سال والی میعاد ہو گئی ہے بلکہ کوئی تعجب نہ تھا کہ کہدیتا کہ اب دس سال ہو گئی ہے۔ پس کیا خدا اسبات کا ذمہ دار ہے کہ ان لوگوں کی بکواس کے مطابق ایک شخص کی عمر بڑھاتا ہی جائے۔ پانچویں دلیل جو میں نے دی ہے وہ یہ ہے کہ اچھا بطور تنزل ہم ان کے تمام اعتراضوں کو مان بھی لیتے ہیں۔ **پھر بھی حضرت اقدس** جھوٹے نہیں ٹھیرتے بلکہ انکی سچائی ہر طرح ظاہر ہے کیونکہ اصل دار و مدار فیصلہ کا الہام الٰہی پر ہوتا ہے۔ پس جبکہ الہام الٰہی سے کہیں بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ عبدالحکیم مرزا صاحب کی زندگی میں ہلاک ہو جائیگا تو پھر اُنکی اجتہادی غلطی پر اس قدر زور دینا محض تعصب اور ضد ہے۔ کیونکہ جب

ایسی اجتہادی غلطیاں کل انبیائے کرام سے ہوتی رہی ہیں اور قرآن شریف اُنکا
ذکر کرتا ہے اور احادیث میں اُنکا بیان ہے تو پھر حضرت صاحب پر یہ اعتراض خصوصیت
سے کس طرح آسکتا ہے۔ اپنے گریبانوں میں مُنہ ڈال کر دیکھو اور اپنے دلوں کو ٹٹولو کیا وہ
تمکو ایسا اعتراض کرنے پر ملامت نہیں کرتے جو صرف مرزا صاحب پر ہی نہیں بلکہ تمام
نبیوں پر بھی وارد ہوتے ہیں۔ تم حضرت مسیح موعود کی مخالفت میں اس قدر دیوانے
کیوں ہو رہے ہو ذرہ تحمل و صبر سے کام لو اور ٹھنڈے دل سے اس معاملہ پر غور
کرو تو تمپر کھل جائیگا اور روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائیگا کہ تم ایسے بیہودہ اور لغو
اعتراضوں سے صرف حضرت مسیح موعود کا ہی انکار نہیں کر رہے ہو بلکہ آدم سے لیکر
نبی کریم تک تمام نبیوں کی ہتک کرتے ہو اور ایسے کلمات تمہارے مُنہ سے
نکلتے ہیں جن سے انکا انکار لازم آتا ہے اور وہ جنکی عزت کرنا تمہارا فرض ہے اور
جنکی تابعداری کرنا تمھارے لئے فخر کا باعث ہے اُنہیں پر اپنی بدزبانی کے تیر چلا
رہے ہو۔ تم سمجھتے ہو کہ تم دین کی خدمت میں مصروف ہو مگر جس قدر ضرر دین کو تمھارے
ہاتھوں سے پہنچ رہا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ تم اپنی بے وقوفی کیوجہ سے اُسی
تنے کو کاٹ رہے جس پر خود کھڑے ہو اور دُنیا کے لالچ اور عزت اور بڑائی کی
خواہش نے تمکو دیوانہ بنا رکھا ہے اور تم اپنے نفع کیلئے دین کا نقصان کر رہے ہو
اور جاہل اور نادان لوگوں کو اپنے فائدے کی خاطر اُس سچائی اور ہدایت کے سرچشمہ
سے روک رہے ہو جو خدا نے اُنکی حالتوں پر رحم کھا کر ظاہر کیا ہے۔ خدا کا خوف
تمھارے دلوں سے کیوں اُٹھ گیا اور یوم الدین پر تمھیں کیوں ایمان نہیں رہا

دین کے مغز کو چھوڑکر قشر کی طرف لپک رہے ہو اور نہیں دیکھتے کہ اسکا نتیجہ کیا ہوگا
کیا وہ اسلام کا خدا جو غیور خدا ہے جو شریر اور بدبخت انسان کو بغیر سزا دیئے کے نہیں
چھوڑتا تمہارے اعمال و اقوال سے ناواقف ہے۔ کیا یہ بغض اور کینہ اور عداوت جو تم
اسکے مامور سے ظاہر کر رہے ہو اُسکی نظروں سے پوشیدہ ہے کیا وہ خدا جس نے
نوح کے وقت میں کفار کو غرق کیا اور لوط کی بستی کو اُلٹا دیا اور عیسےٰ کے مخالفوں کو ذلیل
و خوار کیا اور نبی کریم صلعم کے دشمنوں کو تباہ و برباد کیا اور جو رسول دُنیا میں آیا اُسکی
مدد کی اور جنہوں نے انکار کیا انہیں ہلاک کیا۔ آج اپنے رسول کی مدد چھوڑ دیگا اور
اپنی سنت اور وعدوں کے خلاف اُس کے قایم کیئے ہوئے سلسلہ کو تباہ ہونے دیگا
ہاں ذرا غور تو کرو کہ آدم سے لیکر حضرت نبی کریم تک جو وعدے مسیح موعود کی نسبت
کئے گئے تھے کیا وہ خالی جائیں گے اور شیطان بغیر سزا کے چھوڑ دیا جائیگا اور کفر
ایمان کو کھا جائیگا اور شرک توحید پر غالب آجائیگا اور کیا تم یقین کرتے ہو کہ اسکے
بعد اسلام کا کوئی نام بھی لیگا۔ اور وہ دین جو نبی کریم اور صحابہ رضؓ نے خدا کی خاطر اپنی
جانیں قربان کر کے قایم کیا تھا اُسکی طرف کوئی رجوع بھی کریگا پس جب ایسا نہیں ہے
اور خدا اپنے بندوں کو دشمنوں کے ہاتھوں میں نہیں چھوڑتا اور ان کو مدد اور نصرت
دیتا ہے اور جس کام کے لئے اُن کو بھیجتا ہے اُسکو پورا کر کے چھوڑتا ہے اور اُن کے
ارادوں کو پورا کرتا ہے اور ہر میدان اور ہر لڑائی میں اُن کو فتح دیتا ہے اور ہمیشہ
کامیابی اُنکے ساتھ رہتی ہے اور اُن کے دشمن ہلاک کئے جاتے ہیں اور دین و دنیا
میں ذلیل کئے جاتے ہیں۔ اور وہ جو چشم بصیرت رکھتے ہیں اپنی آنکھوں سے سچائی

اور جھوٹ میں فرق دیکھ لیتے ہیں۔ تو آج بھی جبکہ خدا نے ایک رسول بھیجا اور
اسکو وعدہ دیا کہ دُنیا میں تیرا نام روشن کروں گا اور تیرے دشمنوں کو ہلاک
کرونگا۔ اور وہ جو تیرے ساتھ ہوں گے ہمیشہ اُنکی مدد و نصرت کروں گا اور
اُنکے مقابل کھڑے ہونے والوں کو پس پا کروں گا وہ ہر ایک دشت اور ہر
ایک میدان اور ہر ایک پہاڑ اور ہر ایک وادی میں فتح پائیں گے۔ یہانتک
کہ فرمایا کہ جاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیٰمۃ یعنے
وہ جو تیرے تابعدار ہونگے اُنہیں تیرے منکروں پر قیامت تک فوقیت دونگا
اور ان کا ہاتھ ہمیشہ اُنکے اوپر رہے گا تو کیونکر ممکن ہے کہ وہ جو مخالفت کرتے
ہیں بغیر عذاب کے چھوڑے جائیں اور اُنہیں موقعہ دیا جائے کہ سچائی کے
طرفداروں کو ہلاک کردیں۔ پس خدا سے ڈرو اور توبہ کرو تاکہ خدا اپنے عذابوں
کو تم سے ٹال دے۔ اور تم اُن مصیبتوں سے بچ جاؤ جو قریب ہے کہ خدا کے
وعدہ کے مطابق دنیا کو گھیر لیں اور قیامت کا نظارہ تمہاری نظروں کے
سامنے پھر جائے۔ یہ نہ خیال کرو کہ ابھی عذاب کے آنے میں دیر ہے۔ بلکہ سچائی
کی مخالفت حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے اور حق کے طرفداروں کو اس قدر دُکھ
دیا گیا ہے کہ شاید جب سے دُنیا پیدا ہوئی ایسا کبھی نہیں کیا گیا ہوگا اور وہ جنہوں نے
خدا کے رسول کا ساتھ دیا اس قدر ستائے گئے ہیں کہ ممکن نہیں کہ اُنکی آہیں
آسمان تک نہ پہنچی ہوں اور اس خدا کے برگزیدہ کی وفات کے بعد جبکہ چار
لاکھ احمدی اپنے روحانی باپ کے سائے سے جدا ہو گئے اس قدر دشنام دہی

اور سخت زبانی سے کام لیا گیا ہے اور اتنی ایذا رسانی کی گئی ہے کہ اُسکا پورا علم
خدا کے سوا اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ پس جبکہ ایک یتیم کے رونیکی آواز سے عرش عظیم
کانپ جاتا ہے تو کیا چار لاکھ انسانوں کی دل آزاری سے اُسمیں جنبش نہ آئی ہوگی
خدا کا وعدہ اُسکے رسول کی معرفت ہمیں پہنچ چکا ہے اور ہمیں اپنے وجود سے بڑھکر
اُس پر یقین ہے اور ضرور ہے کہ ایک دن اِن تمام ظلموں اور دکھوں کا بدلہ لیا جائے
کیا تم نہیں دیکھتے کہ طاعون ابھی ملک سے رخصت نہیں ہوئی اور آئے دن کے زلزلے
ایک بڑے زلزلہ کی پیشگوئی کر رہے ہیں کہ جسکی نسبت خدا کا رسول پہلے سے اطلاع
دے چکا ہے۔ پس اے نادانوں خدا کے دن کے آنے سے پہلے توبہ کرو۔ کیونکہ
اُس وقت جبکہ عذاب سر پر آپہنچا توبہ قبول نہیں ہوتی اور گریہ وزاری بفائدہ جاتی
ہے۔ پس تدبّر کرو اور قرآن شریف کی اس آیت پر غور کر کے نصیحت پکڑو وَاِنْ مِّنْ
قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا
كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ یعنی کوئی بستی ایسی نہیں کہ جس کو قیامت
سے پہلے ہم ہلاک نہ کردیں یا سخت عذاب میں مبتلا نہ کریں اور یہ کتاب میں لکھا ہوا
ہے اور پھر خدا تعالیٰ کے مامور حضرت مسیح موعود کو خبر دی گئی ہے کہ یہ وعدہ نہیں ٹلیگا
جبتک کہ خون کی ندیاں نہ بہادی جائیں۔ پس یہ وقت ہے کہ اپنے دلوں کو سنوارو
اور تقوے اور طہارت اختیار کرو تاکہ خدا کے دن کے آنیسے پہلے تمہارا نام مغضوبین
سے کاٹ دیا جائے۔ تم سمجھتے ہو کہ ہمارا اس سلسلہ سے کوئی دُنیاوی مقصد ہے اور
دنیاوی لالچ نے ہمیں اِس کام کیلئے مجبور کیا ہے مگر میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ

مسیح موعود کی دعاؤں نے ہمارے دلوں کو تمہارے لئے بیقرار کر دیا۔ ہمنے تمہارے لئے اسکی تڑپ مشاہدہ کی اور ہمارے دل بھی غمگین ہو گئے اُن کے کلام کو پڑھو اور غور کرو کہ اُسکا دل تمہارے لیے کیسا بے چین تھا ؎

کشتی اسلام بے لطف خدا اب غرق ہے	اے جنوں کچھ کام کر بیکار ہیں عقلوں کے وار
مجھکو دے اک فوق عادت ایجذاب جوش و تپش	جس سے ہو جاوں میں غم میں دیں کے اک دیوانہ وار
وہ لگا دے آگ میرے دل میں ملت کے لئے	شعلے پہنچیں جس کے ہر دم آسماں تک بار بار
ایجدا تیرے لئے ہر ذرہ ہو میرا فدا	مجھ کو دکھلا دی بہار دیں کہ میں ہوں اشکبار

باوجود اسکے کہ وہ رات اور دن تمہارے لئے دعائیں کرتا تھا پھر بھی تسلی نہیں ہوئی۔ اور اب وہ خدا سے دعا کرتا ہے کہ اے خدا میرے دل میں اور بھی زیادہ تڑپ پیدا کر کہ میں اپنی قوم کے لئے آہ و زاری کروں اور ہر وقت میری آہوں کے شعلے آسمان تک پہنچیں۔ اب اے ناظرین جو کچھ مینے تمھیں کہنا تھا وہ کہ چکا ہوں اور چونکہ مضمون کی حد سے باہر آگیا ہوں اسلئے پھر اپنے اصل مضمون کیطرف لوٹتا ہوں اور عبدالحکیم کی نسبت کچھ تھوڑا سا اور لکھ کر مضمون کے دوسرے حصہ کو شروع کرتا ہوں۔

عبدالحکیم جس کو خدا کا رسول ہونیکا دعوےٰ ہے جھوٹ اور افتراء سے کام لینے سے بھی باز نہیں آتا۔ اس نے اپنے رسالہ اعلان الحق میں یہ الہام شایع کیا ہے کہ مرزا پھیپھڑے کی مرض سے ہلاک ہوگیا اور پھر لکھتا ہے کہ اگرچہ اصل مرض جس سے مرزا کی ہلاکت ہونی تھی یہی تھی مگر مرزائیوں نے اسبات کو چھپائے رکھا اور دُنیا پر مرزا کے پھیپھڑے کی مرض کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ گویا کہ نعوذ باللہ حضرت اقدس کو سل کی بیماری

ہوگئی تھی۔ لعنت اللہ علے الکاذبین۔ اِس قدر جھوٹ بولتے ہوئے اس شخص
کو خدا کا خوف بھی نہیں آتا۔ اور شاید اسکو وہ دن بھولا ہوا ہے جبکہ خدا کے روبرو
اسکو ان تمام بہتانوں اور تہمتوں کا جواب دہ ہونا پڑے گا۔ مگر افسوس کہ شیطان نے
اسکی آنکھوں پر پردہ ڈالا ہوا ہے اور یہ سچ اور جھوٹ میں فرق نہیں کر سکتا۔ اصل بات یہ
ہے کہ حضرت اقدس کو نومبر ۱۹۰۷ء میں موسمی کھانسی ہوئی تھی۔ یہ خبر عبدالحکیم کے
شیطان نے بدر اخبار میں پڑھ کر آپ کو جا بتائی۔ اور اس نے جھٹ یہ الہام بنالیا
کہ مرزا کو پھیپھڑے کی مرض ہوگئی ہے اور وہ اُس سے ہی ہلاک ہوگیا یعنے ہلاک
ہوگا۔ مگر شاید دوبارہ اُسکو یہ بتانا بھول گیا کہ وہ انہیں دنوں میں اچھے بھی ہوگئے
تھے۔ اور جب دسمبر میں آپ نے یہ الہام بنایا تھا اُس وقت حضرت شفا پا چکے تھے
اور یہ الہام آپ کے الہام بھیجنے والے نے اس خیال سے بنایا تھا کہ حضرت اقدس
کثرت مطالعہ اور تصنیف کے کام میں تو لگے ہی رہتے ہیں اور عمر بھی بہت ہوگئی
ہے اسلئے یہ کھانسی سل ہی ہوگی مگر اُسے کیا معلوم کہ لایفلح الساحر حیث اتی
خدا جھوٹے کو کبھی کامیاب نہیں کرتا۔ وہ موسمی کھانسی تھی اور اسی موسم میں اچھی ہوگئی
اور پھر دروغ گو را حافظہ نباشد کی مثال آپ پر کیسی صادق آئی ہے کہ یہ لکھ کر کہ مجھ کو
الہام ہوا تھا کہ مرزا پھیپھڑے کی مرض سے ہلاک ہوگا۔ آپ آگے لکھتے ہیں کہ مرزا مرض
ہیضہ سے ہلاک ہوا۔ شاید آپ کی خدائی طب میں ہیضہ پھیپھڑے سے بھی پیدا ہوتا ہوگا
افسوس اے عبدالحکیم اگر تو ذرا بھی خشیتِ خدا سے کام لیتا تو آج اِس درجہ کو کیوں
پہنچتا۔ شرم! شرم!! شرم!!!

اِس کے علاوہ ایک اور جھوٹ عبدالحکیم خان نے بولا ہے اور وہ یہ ہے کہ
آپ نے ایک اپنا الہام مختلف اخباروں میں شایع کیا تھا کہ مرزا ۲۱ ساون مطابق
۴ اگست کو فوت ہو جائیگا اور مختلف لوگوں کو خطوط میں بھی یہی لکھا تھا جن میں
سے ایک دو ہمارے پاس بھی موجود ہیں - اور پیسہ اخبار پر آپ کے خط کا فوٹو بھی
شایع ہو چکا ہے مگر باوجود اس کثرت اشاعت کے آپنے اپنے رسالہ اعلان الحق
میں یوں لکھا ہے کہ میںنے شایع کیا تھا کہ ۴ اگست تک مرزا فوت ہو جائیگا حالانکہ
یہ بالکل جھوٹ ہے اگر مختلف اخباروں میں یہ شایع نہ ہو چکا ہوتا تو یہ کذب بیانی کام
بھی آتی مگر باوجود اِس قدر شہادتوں کے آپ کا اِس طرح دلیری سے بات بدل لینا
کمال درجہ جرأت پر دلالت کرتا ہے اور اِسکی وجہ سوائے لالچ کے اور کچھ نہیں آپنے
سمجھا کہ حضرت اقدس فوت تو ہو ہی گئے ہیں اِسوقت جھوٹ بول کر بھی کام نکال لینا
روا ہے کیونکہ دروغ مصلحت آمیز جائز ہے - اور اگر اور کچھ نہیں تو کم سے کم دواؤں
اور کتابوں کا اشتہار تو ہو جائیگا اور انکی بکری سے کچھ نہ کچھ نفع تو مل ہی رہیگا
چنانچہ آپ نے اعلان الحق میں جس میں اپنی رسالت اور مرزا صاحب کی وفات
کا ذکر کیا ہے مختلف دواؤں اور کتابوں کا بھی اشتہار دیا ہے اور شاید اس اشتہار
میں یہی مصلحت سمجھی ہو کہ حضرت اقدس کی مخالفت کی وجہ سے اشتہار کو لوگ پڑھینگے
اور ساتھ ہی اصل مقصد بھی حاصل ہو جائیگا - مگر افسوس تو اس بات کا ہے کہ دعوٰے
رسالت کو پیش کرتے ہوئے بھی آپ جھوٹ بولنے سے نہ چوکے - پیسہ اخبار
وطن - اہلحدیث - یونین گزٹ لاہور و دیگر کئی اخباروں میں آپ کی پیشگوئی چھپ

چکی ہے اور خود آپ نے اپنے رسالہ میں اِس بات کا اقرار کیا ہے کہ ان ان اخبارات میں میری پیشگوئی شائع ہو چکی ہے - اور پھر باوجود اِس کے "۴ اگست کو" کی جگہ آپ نے "۴ اگست تک" بنا لیا - تُف بر این دعوے مسلمانی - ؎

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد - جب رسول یہ کام کرنے لگے تو اُمت کیا کرے گی +

باب دوئم

مولوی ثناء اللہ امرتسری

اب میں عبد الحکیم کی نسبت کافی لکھ چکا ہوں اور اگر خداوند تعالیٰ کی مرضی ہوئی اور اُسکا فضل شامل حال ہوا تو جن لوگوں کے دلوں میں کوئی شکوک ہونگے وہ اسکو پڑھ کر رفع ہو جائیں گے کیونکہ سوائے فضل خدا کے کوئی کام بھی نہیں ہو سکتا اور اِس بارہ میں تو خود اُسکا اپنا کلام ہے کہ یضل من یشاء ویہدی من یشاء پس کون ہے جو دعوے سے کہہ سکے کہ میری تحریر سے ہر ایک شک و شبہ دُور ہو جائیگا - انسان کا کام کوشش کرنا ہے اور ہدایت محض خداوند تعالیٰ کے اختیار میں ہے - چنانچہ میں عبد الحکیم خان کے باطل دعوے کا جواب دیکر مولوی ثناء اللہ کی طرف رجوع کرتا ہوں جو کہ امرتسر کے رہنے والے ہیں اور بوجہ حضرت اقدس سے خاص بُغض رکھنے کے احمدی جماعت کے اکثر لوگ اِنکو جانتے ہیں جیسے

مسیح ناصری کے وقت بعض فقیہ اور فریسی ہی کوشش میں لگے رہتے تھے کہ
کسی طرح آپ کو دکھ پہنچے ویسے ہی مولوی ثناء اللہ صاحب مسیح قادیانی کے پیچھے
لگے رہے ہیں ۔ مگر اس قدر فرق ہے کہ وہ لوگ کسیقدر شرافت سے کام لیتے تھے
اور مولوی ثناء اللہ صاحب تمسخر کا ایک زندہ پتلا ہے ۔ اور اس کے علاوہ گالیاں
دینے میں بھی آپ نے ایک خاص مہارت پیدا کی ہوئی ہے ۔ غرض خدا کے
فرستادہ کی مخالفت ہی انکا کام ہے اور اسی پر انکی زندگی کا دار و مدار ہے
کوئی موقعہ ایسا نہیں گزرتا کہ یہ کچھ طعن و تشنیع نہ کریں ہمارے سلسلہ کیلئے کوئی
خوشی کا دن ہو یا غم کا انکی ظریف طبیعت کیلئے ایک مشغلہ ہاتھ آجاتا ہے ظرافت
کے فن کے مشاق سے مشاق آدمی کسی بات کو معمولی تصور کریں مگر یہ اُس پر
قہقہہ اُڑائے بغیر نہیں رہ سکتے ۔ زبان اُردو کے گندے سے گندے شعر جو کسی
دیوان سے مل سکیں وہ دینی معاملات میں آپ استعمال کرتے ہیں اور کثرت سے
یاد کئے ہوئے ہیں ۔ غرض تمسخر اور بدزبانی یہ دو گُر ہیں جن میں آپ کو خاص ملکہ ہے
اور جو آپ کی ہر ایک تحریر میں پائے جاتے ہیں خشیت تو خیر خاص خاص لوگوں میں
ہوتی ہے یہ شرافت کا بھی بعض موقعوں پر خیال نہیں رکھتے ۔ احمدی جماعت
کی جو خوبی ہے وہ ان کی نظر میں عیب دکھائی دیتی ہے اور جو نیکی ہے یہ اُسکو بُرائی
تصور کرتے ہیں اور دین کی خدمت کے لئے وہ خواہ کیسی ہی کوشش کرے یہ پھر بھی
اُسکو شرارت پر محمول کرتے ہیں ۔ غرض کہ آپ کے خیال میں یا کم سے کم آپ کی زبان
پر یہ بات ضرور ہے کہ احمدیوں کی نمازیں ریا ہیں روزے فریب ہیں زکوۃ و خیرات سب

دکھلاوے کے لئے ہیں مخلوق خدا سے بھلائی ہے تو وہ صرف اپنے فائدہ کیلئے
غیر قوموں سے اسلام کی سچائی ثابت کرنیکے لئے مباحثے ہیں تو وہ صرف ذاتی نفعوں
کیلئے ہیں اور یورپ و امریکہ میں اسلام کی تبلیغ ہے تو نفسانی خواہش سے ہے
مگر اصل بات یہ ہے کہ جو کچھ برتن میں ہوتا ہے وہی نکلتا ہے اور گندے دلوں کی
زبان سے بھی نجاست ہی ٹپکتی ہے۔ اپنے خیالات چونکہ دُنیاوی لالچ اور مالی ترقی سے
پُر ہیں اسلئے اس خدا کے مصلح اور اُسکی جماعت پر بھی وہی شک ہے۔ انبیاء اور اُنکی جماعت
ایک صاف و شفاف آئینہ کی طرح ہوتے ہیں۔ بدبخت لوگ اسمیں اپنا چہرہ دیکھ کر سمجھتے
ہیں کہ وہ خدا کی جماعت ایسی ہے حالانکہ وہ نہیں سمجھتے کہ خود اُن کے دلوں میں ہی گند
ہے اور وہ نجاست سے پُر ہیں۔ اور ایک پھوڑے کی طرح اُن کے جسم میں سوائے
پیپ اور خون کے اور کچھ نہیں۔ اور نہیں جانتے کہ بغض اور حسد نے اُنکی آنکھیں
بے نور کردی ہیں اور وہ باوجود آنکھوں کے نہیں دیکھتے اور ان پر خدا کا غضب ایسا
بھڑکا ہے کہ کان تو رکھتے ہیں مگر سُن نہیں سکتے۔ اور دل ہیں مگر پاکیزگی سے دور ہیں
اور اُنکی زبانیں ہیں جو بُرے کلمات کے بولنے میں قینچی سے زیادہ تیز چلتی ہیں مگر
پھر بھی حق کے کہنے کیلئے وہ گونگے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ایک بڑا کام کر رہے ہیں۔ اور
رسولوں کی مخالفت ہماری دُنیا سنوار دیگی۔ مگر نہیں جانتے کہ یہی کام اُن کو دین سے
کوسوں دور لیجا رہا ہے اور دوزخ کے دروازہ کیطرف ہدایت کر رہا ہے۔ کاش کہ
وہ عقل سے کام لیتے اور فکر اور تدبّر کرتے تو شاید ہلاکت سے بچ جاتے۔

غرض جب اس بدگمانی نے بہت ترقی کی اور ملک میں بھی اسکا اثر ہونے لگا

تو حضرت اقدس کو اسکے رد کرنے کا خیال پیدا ہوا - چنانچہ "قادیان کے آریہ اور ہم"
کتاب کے شایع ہونے پر مولوی ثناء اللہ نے لکھا کہ میں قسم کھا سکتا ہوں کہ مرزا صاحب
جھوٹے ہیں اور اُن کے الہام سراسر کذب ہیں - اِس پر اُنکو لکھا گیا کہ آپ کو کتاب
حقیقۃ الوحی شایع ہونے پر بھیجدی جائیگی - آپ اُسکو پڑھ کر قسم کھا کر شایع کر دیں کہ یہ تمام
الہامات جھوٹے ہیں اور کل معجزات غلط ہیں اور یہ بھی لکھ دیں کہ اے خدا اگر میں
اِس بات میں جھوٹا ہوں تو میری دُعا ہے کہ تیرے حکم لعنت اللہ علی الکاذبین کے
مطابق تیرا عذاب مجھ پر نازل ہو اور اِس کے شائع ہونے کے بعد حضرت اقدس بھی
شایع کر دینگے کہ یہ تمام الہامات خدا کی طرف سے ہیں اور اگر میں جھوٹا ہوں تو میری دُعا
ہے کہ لعنت اللہ علے الکاذبین - مگر مولوی ثناء اللہ جو سوائے باتیں بنانیکے اور کچھ
جانتے ہی نہیں اور دین حق کا شرارت سے مقابلہ کرنا چاہتے تھے اس بات کو مان کر
کس طرح فیصلہ کر سکتے تھے انہوں نے بات کو ٹالنے کیلئے اس بات پر زور دینا چاہا
کہ پہلے عذاب کی تعیین کر دو تو پھر میں مباہلہ کرتا ہوں اور باوجود اس کے کہ قرآن
وحدیث سے اُن کو بتایا گیا اور ثابت کیا گیا کہ مباہلہ میں کوئی عذاب کی تعیین نہیں ہوتی
بلکہ سوائے لعنت اللہ علی الکاذبین اور کچھ نہیں کہا جاتا - اونہوں نے اپنی پہلی کلام
سے پھرنا نہ چاہا اور خلاف حکم وسنت ایک نئی بدعت نکالنے پر زور دیتے گئے اور
اِسکا سوائے اِس کے کیا مدعا تھا کہ کسی طرح یہ پیالہ اُن کے سر سے ٹل جائے اور وہ
اِس امتحان سے نجات پائیں - پس سوائے اسکے اور کیا ہو سکتا تھا کہ فیصلہ کی کوئی
اور راہ نکالی جائے - چنانچہ حضرت اقدس نے اِس خیال سے کہ زیادہ تر مولوی

ثناء اللہ کو خود اشتہار دینے کی وقت ہے اپنی طرف سے ایک اشتہار شائع کیا اور اسمیں اس قسم کی دعا کی کہ اے خدائے قادر چونکہ مولوی ثناء اللہ بدزبانی میں حد سے بڑھ گیا ہے اور میری نسبت تمام دنیا میں عام طور سے شائع کرتا ہے کہ یہ شخص کاذب ہے جھوٹا ہے اور فریبی ہے اور اس نے کوئی معجزات اور خوارق نہیں دکھلائے گویا کہ یہ تمام میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری طرف سے نہیں ہوں اور محض لوگوں کو گمراہ کرنیکے لئے میں نے یہ دعوے کیا ہے پس اے میرے مولیٰ اور میرے قادر خدا جو کہ میرے دل کی حالت کو جانتا ہے اور علم رکھتا ہے کہ میں نے یہ افترا نہیں کیا بلکہ تیری طرف سے حکم پاکر ایسا کیا ہے سچے اور جھوٹے میں فرق کرکے دکھلا تاکہ دنیا گمراہی سے بچ جائے اور تو ایسا کر کہ اگر میں سچا ہوں تو ثناء اللہ کو میری زندگی میں کسی مہلک مرض میں گرفتار کر یا میرے سامنے ہی اسے موت دے ورنہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھے اسکی زندگی ہی میں اس دنیا سے اٹھالے اور ثناء اللہ اور اسکے ساتھیوں کو اس سے خوشی پہنچا۔ اور اس دعا کے اوپر یہ بات صاف صاف لکھ دی کہ میں کسی الہام یا پیشگوئی کی بناء پر فیصلہ نہیں چاہتا بلکہ خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ایسا کرے اور اسکے آخر میں یہ بھی لکھ دیا کہ مولوی ثناء اللہ اس دعا کو اپنے اخبار میں چھاپ کر جو چاہیں نیچے لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

اب ناظرین غور کرسکتے ہیں کہ یہ ایک فیصلہ کا طریق تھا جس سے جھوٹے اور سچے میں فرق ہو جائے اور اسکی غرض سوائے اسکے کچھ نہ تھی کہ حق اور باطل میں کچھ ایسا امتیاز پیدا ہو جائے کہ ایک گروہ بنی نوع انسان کا اصل واقعات کی

تہ تک پہنچ جائے - اور شرافت اور نیکی کا مقتضا یہ تھا کہ مولوی ثناء اللہ اس دعا کو
پڑھ کر اپنے اخبار میں شایع کر دیتا کہ ہاں مجھ کو یہ فیصلہ منظور ہے مگر جیسا کہ میں پہلے
لکھ آیا ہوں اُسکو سوائے ہوشیاری اور چالاکی کے اور کسی بات سے تعلق ہی نہیں -
اور اگر وہ ایسا کرتا تو خداوند تعالیٰ اپنی قدرت دکھلاتا اور ثناء اللہ اپنی تمام گندہ
دہانیوں کا مزہ چکھ لیتا اور اُسے معلوم ہو جاتا کہ ایک ذات پاک ایسی بھی ہے جو
جھوٹوں اور سچوں میں فرق کر دکھلاتی ہے اور وہ جو بدی اور بد ذاتی کرتا ہے اپنے
کئے کی سزا کو پہنچتا ہے اور شریر اپنی شرارت کیوجہ سے پکڑا جاتا ہے - مگر جبکہ برخلاف
اس کے اُس نے اس فیصلہ سے بھی انکار کیا اور لکھ دیا کہ مجھ کو یہ فیصلہ منظور نہیں
تو آج جبکہ حضرت صاحب فوت ہو گئے ہیں اُسکا یہ دعوے کرنا کہ میرے ساتھ مباہلہ
کرنیکی وجہ سے فوت ہوئے ہیں اور یہ میری سچائی کی دلیل ہے کہاں تک انصاف پر
مبنی ہے - اور کیا کوئی انصاف پسند انسان ایسا بھی ہے جو ان تمام واقعات کو دیکھ کر
پھر بھی اس بات پر شک لا سکے کہ مولوی ثناء اللہ کو سوائے اِس دُنیا کی شہرت سے
اور کچھ مدنظر نہیں اور وہ خدا جو آسمانوں کا خدا ہے اور جسکی ہر ایک دل پر نظر ہے اور
جو ہر ایک چھپی اور کھلی بات کو جانتا ہے اُسکی آنکھوں سے پوشیدہ ہے اور اِسکو اُسکی
ہستی پر ایمان نہیں - یہ دنیا کو ہی اپنا مآل کار سمجھتا ہے اور روز حشر سے بے پرواہ ہے
چنانچہ اس دُعا کے شایع ہونیکے بعد جن الفاظ میں اس نے اس فیصلہ سے انکار کیا
میں وہ نیچے درج کرتا ہوں تاکہ ہر ایک انسان بطور خود مولوی ثناء اللہ صاحب کی
چالاکی سے واقف ہو جائے اور جان لے کہ خدا تعالےٰ نے مسیح کو بے وقت

نہیں بھیجا۔ غرض کہ مولوی صاحب اس فیصلہ سے انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں
کہ اس[۱] دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی اور بغیر منظوری کے اسکو شائع کر دیا۔" میرے مقابلہ
تو آپ سے ہے اگر میں مر گیا تو میرے مرنے سے اور لوگوں پر کیا حجت ہو سکتی ہے"
تمہاری[۲] یہ دعا کسی صورت میں فیصلہ کن نہیں ہو سکتی کیونکہ مسلمان تو طاعونی موت کو
بموجب حدیث شریف کے ایک قسم کی شہادت جانتے ہیں پھر وہ کیوں تمہاری دعا
پر بھروسہ کر کے طاعون زدہ کو کاذب جانیں گے" اور ان وجوہات کو لکھ کر اور اس

[۱] اسی مطلب کے لئے تو حضرت اقدس نے یہ فقرہ لکھا تھا کہ آپ اس دعا کو شائع کر کے
جو چاہیں نیچے لکھ دیں تاکہ خدا تعالیٰ بھی اسی رنگ میں نشان دکھاوے منہ۔

[۲] اور لوگوں پر تو حجت کچھ نہیں مگر آپ کے چیلے اور دیگر اہلحدیث جنکی نسبت آپ لکھتے
ہیں کہ کلکتہ تک آپ کو مباحثہ پر بلاتے ہیں تو اس فیصلہ سے ملزم ٹھیرتے ہیں مگر اس فیصلہ کو
منظور ہی نہیں کیا تو اب مباہلہ قرار دے کر کیوں عاقبت خراب کرتے ہو۔ منہ

[۳] اگر مسلمان اس وقت ایسا خیال کرتے ہیں تو آپ ڈرتے کیوں ہیں آپ کے ہی بھائی بند طاعون
ملعون کا لفظ لکھا کرتے ہیں اس وقت شاید اور حالت میں ہوتے ہونگے۔ حسد کا برا ہو یوں ہی
ذکر کریں تو طاعون کو سو سو گالیاں دیں اور ہمارے مقابلہ پر آکر اسکی موت کو شہادت قرار دیں
اگر یہ شہادت تھی تو حضرت عیسےٰ نے اپنے دوبارہ آنے کی نشانی یہ کیوں بتائی کہ اس وقت
طاعون پڑیگی۔ اگر اسکی موت ہر ایک کے لئے شہادت ہے تو مخالفین حضرت عیسیٰ تو اس موت سے
آخرت کا توشہ جمع کر لینگے۔ افسوس! یہ موت اگر شہادت ہے تو احمدیوں کیلئے کیونکہ ان کے نبی نے
پہلے سے خبر دیدی تھی کہ اب عنقریب اس ملک میں طاعون پڑنے والی ہے اور وہ میری سچائی
کا نشان ہوگی۔ پس اگر صحابہ کی طرح کوئی کوئی احمدی بھی اس میں مبتلا ہو جائے تو اسکے لئے شہادت
ہے نہ یہ کہ ملک کا ملک مر گیا اور کہہ دیا کہ شہادت نصیب ہوئی حالانکہ ایک مدعی نبوت اپنے
آنیسے پہلے کہہ چکا ہو کہ طاعون میری سچائی ثابت کرنیکے لئے آنیوالی ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔ منہ

آسان فیصلہ سے پہلو بچا کر آپ اِن الفاظ میں صاف طور سے اِس دُعا سے انکار کر چکے ہیں کہ مختصر یہ کہ میں تمہاری درخواست کے مطابق حلف اُٹھانے کیلئے تیار ہوں اگر تم اُس حلف کے نتیجہ سے مجھے اطلاع دو اور یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اِسے منظور کر سکتا ہے (اخبار اہل حدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۵ و ۶) اب دیکھنا چاہیئے کہ مولوی ثناء اللہ نے اس دُعا کے بعد اِس فیصلہ سے صاف طور سے انکار کر دیا ہے اور لکھا ہے کہ اِس فیصلہ کا اثر سوائے میرے اور کس پر پڑ سکتا ہے پس مجھ کو یہ فیصلہ منظور نہیں۔ اور آپ لکھتے ہیں کہ اگر عذاب مقرر کر دیا جائے تو میں مرزا صاحب کے جھوٹے ہونے پر قسم کھا سکتا ہوں نہیں تو مجھ کو یہ فیصلہ منظور نہیں حالانکہ بار بار لکھا گیا ہے کہ خدا کسی کے منہ کی بات پورا کرنیکا ذمہ وار نہیں اور قرآن شریف سے عذاب کی تعیین دعا میں ثابت نہیں ہوتی۔ اور آپ نے یہ بھی لکھا کہ اس فیصلہ کو کوئی دانا منظور نہیں کر سکتا۔ اِس پر مجھ کو بہت تعجب ہے کہ اب جبکہ مرزا صاحب فوت ہو گئے ہیں مولوی ثناء اللہ دُنیا کو دُھوکا دینے کیلئے کیوں اِس دُعا

۱؎ افسوس اِن لوگوں کو کیا ہو گیا قرآن شریف تو فرماتا ہے کہ مباہلہ کے لئے صرف اتنا کہنا چاہیئے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین مگر یہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ عذاب کی تعیین کرو۔ کیا یہ بدبخت اس بات کو نہیں سمجھتے کہ نبی کریم کے مخالفوں نے بھی تو کہا تھا کہ فامطر علینا حجارۃ من السماء کیا اُن پر بھی عذاب نازل ہوا تھا بلکہ اونہوں نے تو پھر بھی کچھ عقلمندی دکھائی تھی کہ بزعم خود ساتھ ہی وہ کہتے ہیں کہ او ائتنا بعذاب الیم یعنے اگر منہ مانگا عذاب نازل نہیں ہو سکتا تو کوئی اور عذاب ہی ہم پر نازل ہو۔ اور اگر یہ لوگ یہ کہیں کہ نبی تو دُعا میں عذاب کی تعیین کر سکتا ہے تو اسکا یہ جواب ہے کہ حضرت نوح کی دعا کو دیکھو کہ وہ کیا دعا کرتے ہیں کیا انہوں نے کسی عذاب کی تعیین کی ہے نہیں اُنکی دُعا ایک بالکل سادی دُعا ہے کہ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا۔

م۔ دمنہ

کو لوگوں کے سامنے فیصلہ کیلئے پیش کرتے ہیں کیا وہ اُسوقت دانا تھے اور اب جاہل
مطلق ہو گئے ہیں کہ اب اُس فیصلہ کو منظور کرنے لگے کیا وہ اپنی ہی تحریر کے مطابق اب
جہلِ مرکب نہیں ٹھیرتے اور اُنکی حماقت میں کچھ شک رہ جاتا ہے کیونکہ اس وقت تو وہ
صاف طور سے انکار کر چکے ہیں اور لکھ چکے ہیں کہ کوئی دانا اس فیصلہ کو نہیں مان سکتا
اور اب جبکہ مرزا صاحب فوت ہو گئے ہیں تو اپنی ولائت ثابت کرنے کے لئے اشتہار
دیدیا کہ اس دُعا کے مطابق میں سچا ثابت ہوا لیکن اگر وہ غور کرین اور تدبر سے کام لیں
تو اُن پر کھل جائیگا کہ اس فیصلہ کو مان کر بجائے سچا ثابت ہونیکے وہ محض جاہل و احمق
ثابت ہوئے ہیں کیونکہ وُہ خود شایع کر چکے ہیں کہ اسکے ماننے والا دانا نہیں یعنی احمق ہے
اب ناظرین خود سوچ سکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں کہ پہلے تو مباہلہ سے مولوی
ثناء اللہ صاحب نے انکار کیا اور پھر جب دعا کا طریق فیصلہ کے لئے مقرر کیا کہ اس طرح
حق ثابت ہو جائے اور جھوٹے اور سچے میں امتیاز ہو جائے تو اس نے اُس کا
بھی انکار کر دیا اور لکھا کہ اِسکا اثر تو مجھ پر پڑتا ہے پھر اسکا کیا فائدہ مگر یہ نہ سمجھا کہ جب اسی
نے قسم کھانی کی خواہش ظاہر کی تھی اور لکھا تھا کہ اگر عذاب معین کر دیا جائے تو میں
قسم کھا سکتا ہوں اس وقت بھی تو عذاب کا اثر اسی پر پڑتا تھا نہ کسی اور پر۔ پھر اُس
وقت کیوں بڑھ بڑھ کر خلاف سنت کہتا تھا کہ عذاب کی تعیین کر دو تو میں قسم کھا لیتا
ہوں کہ مرزا جھوٹا ہے کیا قسم کھانیکے وقت ثناء اللہ کی حیثیت اور تھی اور اِس دُعا
کے شایع کرنیکے وقت اور یا محض بہانہ جوئی سے کام لیا گیا تھا۔ بہرحال جبکہ یہ خود
انکار کر چکا ہے اور اس فیصلہ کو رد کر چکا ہے تو اب اس وقت اُسکا پھر اُسی دُعا پر

زور دینا شرارت نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ اس وقت اُس نے
اِس طریق فیصلہ سے انکار کر دیا تھا۔ اسکا اشتہار جو اس نے حضرت اقدس
کی وفات کے بعد دیا ہے ظاہر کرتا ہے کہ اس نے محض دھوکا دہی سے کام لیا ہے
کیونکہ اُسمیں اِس نے مان لیا ہے کہ میں نے اس وقت اس طریق فیصلہ سے
انکار کر دیا تھا اور اُس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ جان بوجھ کر حضرت کی وفات
کو اُس دعا کی بنا پر قرار دیتا ہے کیونکہ باوجود اقرار کرنیکے کہ میںنے انکار کر دیا تھا
پھر اپنی سچائی ظاہر کرتا ہے۔ کیا یہ اتنی بات سمجھنے سے بھی قاصر ہے کہ اس مباہلہ
یا دُعا کی ضرورت تو سچے اور جھوٹے کے فیصلہ کے لئے تھی اور اِسی لئے تھی
کہ کاذب اور اُس کے ساتھیوں پر حجت قایم ہو جائے اور وہ گمراہی سے بچ
جائیں۔ مگر جب اس نے اس فیصلہ سے صاف انکار کر دیا اور کہدیا کہ یہ
ہمارے لئے کوئی حجت نہیں تو پھر اگر اُس دعا کا اثر اِس پر پڑتا اور یہ کسی عذاب
میں مُبتلا ہوتا تو صاف جواب دیتا کہ میںنے تو انکار کر دیا تھا کہ یہ فیصلہ مجھے قبول
نہیں پھر اس کے اثر کے کیا معنے۔ اور اگر یہ حضرت کی زندگی میں مرجاتا تو اسکے
چیلے لکھتے کہ ہمارا گرو اس فیصلہ سے انکار کر چکا ہے اسلئے ہم پر اُسکی موت سے
کوئی حجت قایم نہیں ہوئی۔ پس جب خود اسی کے انکار سے واقعات کا پہلو
بالکل بدل گیا ہے تو اب اِس کا حضرت صاحب کی وفات پر یہ ظاہر کرنا کہ میرے
ساتھ مباہلہ کی وجہ سے وہ فوت ہوئے ہیں سراسر اتہام ہے اور تہمت ہے اور
جھوٹ ہے۔ کیا یہ اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ اُس نے اس وقت انکار

کیا تھا اور اس دُعا کے فیصلہ کو منظور نہیں کیا تھا۔ پس جب یہ خود اپنی زبان سے
انکار کر چکا ہے اور اُس طریق فیصلہ کو نامنظور کر چکا ہے تو اب یہ کس طرح حضرت صاحب
کی وفات سے اپنی سچائی ثابت کر سکتا ہے اسے چاہئے تھا کہ شرم کرتا اور حیا سے
کام لیتا مگر حق کے مخالفوں سے ایسا کس طرح ہو سکتا ہے وہ جھوٹ اور فریب سے
کام لینا بُرا نہیں سمجھتے بلکہ ایک قسم کا ثواب سمجھتے ہیں۔ اس وقت تو سچائی کے رعب
میں آکر اس نے حیلہ بازی سے اپنا سر عذاب الٰہی کے نیچے سے نکالنا چاہا مگر جبکہ اسکے
انکارِ مباہلہ سے وہ عذاب اور طرح سے بدل گیا تو اس نے اس منسوخ شدہ فیصلہ
کو پھر دوہرانا شروع کر دیا۔ مگر کیا یہ خیال کرتا ہے کہ وہ عذاب سے بچ جائیگا۔ یا خدا
کا غضب اس پر نہیں بھڑکے گا۔ نہیں اسکی یہ سراسر غلطی ہے جو شخص اُسکے مامور کا
انکار کرتے ہیں وہ سزا سے نہیں بچتے۔ اور خدا تعالیٰ انہیں بُری طرح پیستا ہے اور دنیا
پر ظاہر کر دیتا ہے کہ جھوٹے اور سچے میں کیا فرق ہے اگر مولوی ثناء اللہ نے اس دعا
کے فیصلہ سے انکار کر کے اس بات سے اپنے آپ کو بچا لیا ہے کہ یہ حضرت صاحب کی
زندگی میں فوت نہیں ہوا تو کیا ہوا۔ خدا کا کلام بڑے زور سے اطلاع دے رہا ہے کہ حضرت
مسیح موعود کے مخالف نہیں بچیں گے اور وہ اِس دُنیا میں اور آخرت میں ذلت کا عذاب
بھگتیں گے اور خدا اُن کو اس طرح ہلاک کریگا کہ دُنیا اُن کا نام لیتے ہوئے شرمائیگی
اور آیندہ آنے والی نسلیں اپنی اولاد کو اُن کے نام لیکر نصیحت کرینگی کہ دیکھو بدی
کا بدلہ بدی ہوتا ہے ان لوگوں نے خدا کے مامور کی دشمنی کی اور اس ذلت اور
عذاب میں پڑے۔ پس کیا ہی خوش قسمت ہے وہ انسان جو روشنی سے فایدہ اُٹھائے

اور کیسا بدبخت ہے وہ جو نصف النہار کے وقت سورج کا انکار کرے وہ جنکی آنکھیں تندرست ہیں روشنی پر خوش ہوتے ہیں مگر وہ جو آشوب چشمی میں مبتلا ہیں روز روشن میں بھی اندھیرے میں رہنا پسند کرتے ہیں +

دوسری بات یہ ہے کہ نہ صرف مولوی ثناء اللہ نے اُسی وقت اس دعا کے اثر سے انکار کیا بلکہ پیچھے بھی اُس سے انکار کرتا رہا کیونکہ اصل بات یہ ہے کہ جھوٹے اور شریر کے دل میں ایک قسم کا خلجان ہوتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ میرے جھوٹ کی سزا مجھ کو ملیگی اور وہ شرارتیں جو مہینے کی ہیں وہ رنگ لائے بغیر نہیں رہیں گی۔ اور ایک دن مجھے اِنکی سزا برداشت کرنی پڑے گی۔ چنانچہ مئی ۱۹۰۸ء کے مرقع قادیانی میں اس بات سے ڈر کر کہ کہیں خداوند تعالیٰ اس شوخی اور شرارت کا مزہ نہ چکھائے آپ نے ایک مضمون لکھا ہے اور اسمیں آپ لکھتے ہیں کہ مجھ پر مرزا صاحب کے مباہلہ کا کوئی اثر نہیں ہوا اور سال جو میعاد مباہلہ ہوتا ہے وہ گذر گیا اور اس طرح آپ نے اپنی طرف سے زور لگایا ہے کہ یہ ثابت کر دیں کہ میعاد مباہلہ گزر گئی ہے اب مجھ پر کوئی عذاب نہیں آنا چاہیئے اور اب میں محفوظ ہوں چنانچہ آپ حضرت اقدس کی وفات سے چند دن پہلے اپنے ایک مضمون میں جو رسالہ مرقع میں پہلی جون کو شایع ہوا لکھتے ہیں:- مرزائی جماعت کے جو شیلے ممبرو! اب کس وقت کے منتظر ہو تمہارے پیر مغان کی مقرر کردہ مباہلہ کی میعاد کا زمانہ تو گذر گیا مگر افسوس کہ یہ بات لکھتے ہوئے شرم تو نہ آئی کہ میں اُس دعا کو مباہلہ کا نام دیتا ہوں جس کا انکار کر چکا ہوں جبکہ آپ اپنے اخبار اہل حدیث میں صاف طور سے اس دُعا کے اثر کا انکار

کر چکے ہیں اور لکھ چکے ہیں کہ میں اِس طریق فیصلہ کو قطعًا نامنظور کرتا ہوں اور مجھے
اِس سے قطعی اتفاق نہیں اور کوئی دانا اِس سے اتفاق نہیں کر سکتا - تو اب آپ
کو کیا ہوا کہ اپنے ہی قول کے مطابق بے وقوف اور جاہل بنکر اُس کے مطابق فیصلہ
چاہتے ہیں - خیر اسبات پر تو ہم کافی لکھ آئے ہیں - اِس عبارت کے یہاں نقل
کرنے سے ہمارا اصل مطلب یہ ہے کہ آپ نے نہ صرف اس دُعا کے اثر سے انکار
ہی کیا بلکہ ایک سال کی میعاد کے بعد اُسکو مباہلہ کا نام دیکر اُسکی میعاد کو ختم کر دیا چنانچہ
مرقع کی مندرجہ بالا سطور سے جو اُسکے صفحہ ۲۰ بابت جون ۱۹۰۸ء میں درج ہیں اور
جو کہ میں اوپر نقل کر آیا ہوں صاف پتہ لگتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ کے خیال میں اُس
دعا کی میعاد ختم ہو گئی ہے یا کم سے کم حق کے خوف نے ان کو مجبور کیا ہے کہ وہ ایسا
مضمون لکھ کر اپنا پیچھا چھوڑائیں اور اپنے خیال میں اُس عذاب سے بچ جائیں
جو کہ اُنکے لئے آسمان پر مقدّر ہو چکا ہے یا کم سے کم کسی مصیبت کے وقت یہ بات
کہہ سکیں کہ میں اِس دُعا کے فیصلہ سے شروع میں بھی انکار کر چکا ہوں اور مزید احتیاط
کیلئے ایک سال کے بعد بھی میں نے اس کا انکار شایع کر دیا ہے - مگر جبکہ وہ دو دفعہ پہلے
اسکا انکار کر چکے ہیں تو اب حضرت صاحب کی وفات کو اُس دُعا کی بنا پر کیوں ٹھیراتے
ہیں - کیا خدا کا خوف اُن کے دل میں اس قدر بھی نہیں کہ وہ کم سے کم اس بات کو
تو ہمارے مقابل پر بطور دلیل کے نہ لائیں جس کا ماننا وہ خود دانائی سے بعید اور
حماقت قرار دے چکے ہیں ۔

تیسری بات یہ ہے کہ کسی نبی کا دُنیا میں مبعوث ہونا یا مامور ہونا صرف

اِسی غرض کیلئے ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو راہ راست سے دور جا پڑے ہیں اور طرح طرح
کے دشوار گزار جنگلوں اور میدانوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں اُنکو صراط مستقیم پر چلایا
جائے۔ اور وہ لوگ جو خدا کے وجود کا انکار کرتے ہیں یا اُسکی ذات میں کسی اور کو
شریک ٹھیراتے ہیں اُن پر خدا کی واحد و لاشریک ہستی کو ظاہر کیا جائے اور اُسکے
جلال کو دُنیا میں قایم کیا جائے اور بدیوں اور بدکاریوں اور مختلف قسم کے
گناہوں کی جڑ زمین سے اُکھیڑ دی جائے اور اُن تمام شیطانی کارروائیوں اور
فریبوں اور مکروں کو برباد کیا جاوے اور خاک میں ملا دیا جائے جو کہ خدا تعالیٰ کی محبت
کے راستہ میں کئے جاتے ہیں اور تاکہ ایسا ہو کہ خدا کے نام کی برکت پھر دُنیا میں
پھیلائی جاوے اور سعید دلوں سے اُسکی دوری کا بیج نکال دیا جائے اور بجائے کفر
کی پلیدیوں اور گندگیوں اور نجاستوں کے پودہ کے ایمان اور تقوےٰ کا مضبوط
اور سایہ دار درخت لگایا جائے اور انسانوں کے دلوں میں اُلفت اور محبت اور
یگانگی پیدا کی جائے اور حسن ظنی کے وسیع اور با امن راستہ پر اُن کو بلایا جائے۔
کیونکہ خدا تعالیٰ نہیں چاہتا کہ انسان کو گمراہی اور ضلالت میں چھوڑ دے۔ چنانچہ
جب کبھی شرک اور بدعت اور فسق و فجور دنیا میں پھیل جاتے ہیں اور گناہوں سے دُنیا
بھر جاتی ہے اور وہ جو پاک اور مقدس ہوتے ہیں اُن پر ہنسی کیجاتی ہے۔ اور دین کی
باتوں کو ٹھٹھے میں اُڑایا جاتا ہے اور خدا کے نام کی پرواہ نہیں کی جاتی اور اُس کا
جلال دلوں سے اُٹھ جاتا ہے اور ایک ایسا اندھیرا دُنیا پر چھا جاتا ہے کہ آفتابِ وحدت کا
روشن چہرہ بالکل چھپ جاتا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ اس زمین و آسمان کا پیدا کرنیوالا

کوئی نہیں۔ اور مختلف قسم کے بتوں کی پوجا کی جاتی ہے۔ کوئی تجارت کو اپنا رزّاق سمجھتا ہے تو کوئی زراعت کو اور بہت سے ہوتے ہیں جو اُس خدائے قادر کی بجائے ضعیف اور ناتوان انسان کی پرستش کرتے ہیں اور ایک کثیر تعداد مخلوق کی بیجان چیزوں سے اپنی حاجت روائی کرنا چاہتی ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور زمین اور پہاڑ اور دریا اور جنگل اور درخت اور پتھر اور لکڑی اور تصویروں کو خدا کا قایم مقام سمجھ لیا جاتا ہے۔ یہ ایک زمانہ ہوتا ہے کہ دُنیا خدا کی سلطنت کی بجائے شیطان کی سلطنت کو قبول کر لیتی ہے اور بنی نوع انسان کا دشمن ایک دوست کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ ایسے وقت میں خدا کی غیرت جوش میں آتی ہے اور اُسکا رحم اور غضب ایک ہی وقت میں بھڑک اُٹھتے ہین اور وہ ارادہ کر لیتا ہے کہ دُنیا سے گناہوں کو دُور کیا جائے اور اُس کا چہرہ پھر دوبارہ روشن کیا جائے اور بُعد اور دُوری کے بادلوں کو اُس کے آگے سے ہٹا دیا جائے۔ اور اس کی بجائے اُس کی رحمت کی بارش دُنیا پر ہو اور محبت اور پیار کی خوشگوار ہواؤں کے جھوکوں سے اُن پاکباز روحوں کے دماغوں کو معطر کیا جائے جو کہ خدا کی بادشاہت کیلئے مدتوں سے غم کرتے اور رنج اُٹھاتے ہیں۔ اور یہ ایسا وقت ہوتا ہے کہ اُس کے غضب کی **کوئی انتہا** نہیں ہوتی کیونکہ بدکار لوگ بدی میں حد سے زیادہ بڑھے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ ایسا غصہ میں ہوتا ہے کہ گویا کبھی بھی ایسا خشمناک نہیں ہوا مگر ساتھ ہی وہ اُسی وقت اور انہیں دنوں میں ایسا مہربان ہوتا ہے کہ نہیں کہہ سکتے کہ اِس سے زیادہ وہ پہلے بھی کبھی مہربان ہوا کیونکہ یہ وقت اُس کے

پیارے بندوں کے انعامات حاصل کرنیکا ہوتا ہے اور وہ جو بدیوں کو چھوڑتے ہیں اور
نیکی کیطرف راغب ہوتے ہیں اُس کے بے پایاں رحم اور احسان کے لذیذ اور خوشبودار
پھلوں کو کھاتے ہیں اور ایسے امن کی حالت میں ہوتے ہیں کہ گویا جنت اُن کیلئے
دنیا ہی میں اُتر آئی ہے اسوقت دُنیا سے بدی کو دور کرنے اور نیکی کو پھیلانیکے لئے خدا اپنے بندوں
میں سے کسیکو چن لیتا ہے اور اپنا کلام اس پر نازل کرتا ہے اور اپنی رحمتیں اور برکتیں اُسکے
شامل حال کر دیتا ہے اور ہر حال اور ہر مقام میں اُسکے ساتھ ہوتا ہے اور وہ جو اُس
بندے کو دُکھ دیتا ہے گویا خدا کو دُکھ دیتا ہے اور وہ جو اُسکے ساتھ ہوتا اور اُسکے کام میں
ہاتھ بٹاتا ہے گویا خدا کے ساتھ ہوتا اور اُسکی مرضی کیلئے کام کرتا ہے پس اصل غرض
جو ایک نبی کی بعثت کی ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ دُنیا سے بدی اور بدکاری کو دور کیا جائے
اور اسکی بجائے نیکی اور تقوی کو رواج دیا جائے اور بجائے شیطان کی سلطنت کے
خدا کی سلطنت قایم کیجائے چنانچہ جو لوگ اُنکی بعثت کی اصل غرض کو سمجھ لیتے ہیں وہ کبھی
ٹھوکر نہیں کھاتے۔ پس جبکہ یہ صاف ظاہر ہے کہ اُنکے آنیکی اصل غرض اصلاح ہے تو ہر ایک
چشم بصیرت رکھنے والا انسان سمجھ سکتا ہے کہ اُنکے ہر ایک کام میں بھی اصلاح ہی مدنظر ہوگی۔
اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اُنکی تمام پیشگوئیاں اور معجزات بھی اِسی غرض کے پورا کرنیکے لئے ہونگے
پس جبکہ یہ بات ثابت ہوگئی تو اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام
بھی اِسی غرض کے پورا کرنیکے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اور انکی رسالت سے اصل غرض خدا
تعالیٰ کی یہ نہ تھی کہ آتھم مرے یا لیکھرام قتل ہو یا آسمان پر چاند اور سورج کو گرہن لگے یا
زمین پر طاعون پھیلے یا کانگڑہ اور سان فرانسسکو میں زلزلے آئیں۔ بلکہ اصل غرض یہ

تھی اور اسی لئے وہ مبعوث ہوئے تھے کہ اصلاح ہو۔ اور اگر کوئی پیشگوئی کیجاتی تھی تو اس لئے کہ اصلاح ہو اور لوگ اس نشان کو دیکھ کر اسکی شناخت کریں اور اگر کسی کی موت کی خبر دیجاتی تھی تو وہ بھی اسلئے کہ حق کے دشمنوں پر ایک حجت قایم ہو اور سعید روحیں اصلاح حاصل کریں چنانچہ ہر ایک نبی کیوقت جو وعید کی پیشگوئیاں ٹل جاتی تھیں اور بعض دفعہ التباس میں پڑجاتی تھیں تو اسکی اصل وجہ بھی یہی ہوتی تھی کیونکہ جب خدا تعالےٰ اصلاح کی کوئی اور صورت پیدا کر دیتا تھا تو پھر اس عذاب کی ضرورت نہیں رہتی تھی اور وہ یا تو ایک وقت تک ملتوی ہو جاتا تھا یا منسوخ ہو جاتا تھا اور اسی قدیم سنت اللہ کے مطابق خدا تعالےٰ نے اسوقت بھی اپنے نبی سے سلوک کیا اور حضرت اقدس کے عہد بابرکت میں بھی اسی طرح ہوا جیسے پہلے نبیوں کے زمانہ میں۔ اور جب کوئی وعید کی پیشگوئی ہوئی یا کسی اور صورت سے کسی دشمن کو عذاب کا وعدہ دیا گیا اور اصلاح کی کوئی اور صورت نکل آئی تو پھر وہ وعید کی پیشگوئی ٹل گئی۔ چنانچہ آتھم کے وقت میں بھی ایسا ہی ہوا کہ جب اُس نے رجوع کیا اور اپنے دل میں سخت ڈرا اور عین مباہلہ کے وقت امرتسر میں اس نے نبی کریمؐ کو گالیاں نکالنے سے انکار کیا جو کہ بنائے مباہلہ تھی تو خداوند تعالےٰ نے اُسپر سے عذاب کو ٹالدیا اور اُسکو ڈھیل دی اور وہ پندرہ ماہ سے زیادہ زندہ رہا لیکن جب اُس نے قسم کھانے سے انکار کیا اور پھر مفسدہ کا خوف ہوا تو خداوند تعالیٰ نے اصلاح اسی میں دیکھی کہ پھر اُسی مدت (پندرہ ماہ میں) اُسے ہلاک کیا جائے اور پہلے جو اُسکو ڈھیل دیگئی تو صرف اسی وجہ سے کہ اُس نے اپنے نفس کی اصلاح کی لیکن جب اُس نے پھر شرارت کی تو ملک کی اصلاح اسمیں تھی کہ اُسکو ہلاک کیا جاتا چنانچہ خدا تعالیٰ نے ایسا ہی کیا۔ اسی طرح ثناء اللہ کیلئے بھی حضرت

اقدس نے جو بددعا کی تو اس لئے کہ دُنیا میں اصلاح ہو اور وہ لوگ جو اسکے زیر اثر ہین
وہ اس عذاب کو دیکھ کر ڈرین اور توبہ کریں اور اُن پر حجت قائم ہو جائے۔ پس اس دُعا
کا اصل مُدعا ثناء اللہ کی پارٹی پر اتمام حجت کرنا تھا کیونکہ کسی شخص کی وفات سے یا ہلاکت
سے اُسکے دشمنون پر کیا اثر ہو سکتا ہے وہ تو کہدینگے کہ جھوٹا تھا ہلاک ہو گیا مگر وہ جو اُسکے
دوست ہین اور اُس سے تعلق رکھتے ہین اور اُسکی عزت اُن کے دلون میں ہے اُنکی
موت سے نصیحت پکڑ سکتے ہیں اور اپنی اصلاح کر سکتے ہیں اور ان پر اتمام حجت ہو سکتا ہے
پس دُعا جو ثناء اللہ کیلئے کی گئی تھی اُس کا اثر صرف اُسکے پیرؤن پر ہو سکتا تھا اور وہی
تھے جن کے سامنے ہم یہ بات پیش کر سکتے تھے کہ ثناء اللہ مرزا صاحب کی دعاء کے
مطابق مر گیا۔ لیکن جب ثناء اللہ نے محض شرارت اور چالاکی سے اس دعا کے فیصلہ
سے انکار کر دیا اور صاف لکھدیا کہ میرا مرنا کسی کیلئے کوئی حجت نہیں اور میری موت سے
مرزا صاحب کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اور یہ بھی لکھا کہ اس فیصلہ کو میں منظور نہیں
کرتا۔ چنانچہ اہل حدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء میں درج ہے کہ "یہ تحریر تمہاری مجھے منظور
نہیں اور نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے" پس جبکہ ثناء اللہ نے اس فیصلہ کو دانائی
سے بعید اور ناقابل منظوری سمجھ کے رد کر دیا تو پھر اسکی پارٹی پر اسکی موت کا کیا اثر
پڑ سکتا تھا۔ اگر یہ مرجاتا تو وہ کہدیتے کہ ہمارا استاد تو لکھ گیا ہے کہ یہ فیصلہ مجھے منظور
نہیں پھر ہمارے لئے یہ کیونکر قطعی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے چاہا کہ اسی کے
قول کے مطابق اسکو پکڑے اور ملزم کرے تاکہ ایسا ہو کہ وہ کام جس کیلئے حضرت مسیح موعود
مبعوث ہوئے تھے پورا ہو اور دنیا میں اصلاح کا بیج بویا جائے۔ پس چونکہ انکی بعثت کی

اصل غرض ثناء اللہ کا مارا جانا نہ تھی بلکہ سنت انبیاء کے مطابق دنیا کی اصلاح تھی
اسلئے خداوند تعالیٰ نے اسکو اسکے قول کے مطابق پکڑا چنانچہ حضرت اقدس کی دعا نقل کرتے
ہوئے اہلحدیث میں ایک نوٹ دیا ہے جو اسکے نائب اڈیٹر کیطرف سے ہے اور اس نے اسکی
کوئی تردید نہیں کی اور نہ کبھی اسکے خلاف لکھا وہ نوٹ یہ ہے کہ "آپ اس دعوے میں
قرآن شریف کے صریح خلاف کہہ رہے ہیں قرآن تو کہتا ہے کہ بدکارون کو خدا کی طرف سے مہلت
ملتی ہے سنو! من کان فی الضلالۃ فلیمدد لہ الرحمٰن مدا (پ ۱۶ ع ۱۸)
اور انما نملی لھم لیزدادوا اثما (پ ۴ ع ۹) اور ویمدھم فی طغیانھم یعمھون
(پ ۱ ع ۲) وغیرہ آیات تمھارے دجل کی تکذیب کرتی ہین اور سنو بل متعنا ھؤلاء
واٰباءھم حتی طال علیھم العمر (پ ۱۷ ع ۴) جنکے صاف معنی یہی ہیں کہ خدا تعالیٰ جھوٹے
دغاباز مفسد اور نافرمان لوگونکو لمبی عمرین دیا کرتا ہے تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی بُری کام
کرلیں پھر تم کیسے من گھڑت اصول بتلاتے ہو کہ ایسے لوگوں کو بہت عمر نہیں ملتی۔ کیوں نہ ہو
دعوی تو مسیح۔ کرشن اور محمد احمد بلکہ خدائی کا ہے اور قرآن میں یہ لیاقت؟ ذٰلک مبلغھم
من العلم" پس اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ اگر ثناء اللہ مرجاتا تو اسکے تابعین یا ہمخیالون
پر کیا اثر پڑتا یا اُن پر اتمام حجت کیونکر ہوتی وہ تو صاف کہدیتے کہ ہم تو پہلے ہی کہہ چکے تھے اور ہمارا
استاد ہم سے اتفاق رکھتا تھا کہ جھوٹے کو زیادہ عمر ملتی ہے اور مفسد اور کذاب ڈھیل دئیے جاتے
ہیں پس ہم پر کیا اتمام حجت ہے اور اسکی تائید میں اہلحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۴ کا وہ نوٹ
جو میں اوپر لکھ آیا ہوں پیش کردیتے اور اس طرح وہ اصلاح جسکو مدنظر رکھ کر وہ دعا شایع کی گئی
تھی نہ ہوتی۔ پس خدا تعالیٰ نے خود انہیں کے مقبولون کے مطابق انکو پکڑا اور اپنا کلام پورا کیا

کہ لَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰی یعنی جھوٹے اور مفسد لوگ خواہ کوئی راہ اختیار کریں
خداوند تعالیٰ اُن کو کامیاب نہیں کرتا بلکہ اُنہیں کے اصولوں کے مطابق اُنکو پکڑتا ہے دیکھو
یہ کیسی بات صاف ہے کہ غلام دستگیر قصوری۔ اسمٰعیل علیگڈھی۔ چراغدین جمونی اور فقیر مرزا
ان کا یہ مذہب تھا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے اور وہ جو خدا پر افترا کرتا ہے
لمبی عمر نہیں پاتا۔ اور صادق کو خداوند تعالیٰ برخلاف جھوٹوں کے دیر تک زندہ رکھتا ہے
اور انہوں نے اِس عقیدہ کو مدنظر رکھ کے خُدا سے دُعا کی کہ چونکہ تو جھوٹوں کو ڈھیل نہیں دیتا
اور صادق کو نُصرت دیتا ہے اسلئے جھوٹے پر تیری لعنت ہو اور جھوٹا سچے کی زندگی میں ہلاک
ہو جائے اور یہی اسلام نے مباہلہ کا طریق رکھا ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہدیں
پس خداوند تعالیٰ نے اُن کو اُسی راہ سے پکڑا اور اُنکے قول کے مطابق ہی اُنکو سزا دی اور
جس طریق پر وہ اسکے رسول کو جھوٹا کرنا چاہتے تھے خود اُنکو جھوٹا ثابت کیا مگر اسکے برخلاف
ثناء اللہ اور اُسکی پارٹی کا عقیدہ یہ تھا کہ جھوٹے کو لمبی عمر ملتی ہے اور کاذب ڈھیل دیا جاتا ہے
اور حضرت اقدس کی دُعا کے مقابل پر اھلحدیث ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء میں یہ شایع بھی کیا چنانچہ
خدا نے اسکو ڈھیل دی اور اسی کے اعتقاد کے مطابق اسپر اور اسکے چیلوں پر اتمام حجت کیا
پس کیا یہ ایک صاف بات نہیں کہ ایک شخص کے برخلاف جب چند آدمی یکے بعد دیگرے
اِس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ تو جھوٹا ہے اور ہم سچے اور سچا جھوٹے کے مقابلہ پر فتح
پاتا ہے اور جھوٹے کو اُسکی زندگی میں ہلاک کیا جاتا ہے تو وہ خود اپنی اپنی باری میں ہلاک
ہو جاتے ہیں اور اُسکی سچائی پر مُہر کر جاتے ہیں۔ مگر ایک اور شخص اُٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بات جھوٹ
ہے کہ سچا دیر تک زندہ رہتا ہے اور جھوٹا اُسکی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے بلکہ قرآن شریف

سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جھوٹے کو ڈھیل دیجاتی ہے اور وہ لمبی عمر پاتا ہے اور یہ اسکے کذاب مفسد
اور دغاباز ہونیکی نشانی ہوتی ہے اور اسکے بعد خدا تعالیٰ ایسے کہنیوالیکو ڈھیل دیتا اور اسی کے
قول کے مطابق اسلئے اسکو زندہ رکھتا ہے کہ وہ شرارت میں حد سے بڑھ جائے اور گناہون
کو انبار در انبار اکٹھا کرلے تو کیا یہ اسی کے قول کے مطابق اسکے کذاب اور مفسد ہونیکی
دلیل نہیں۔ اس سے پہلے کئی بدبختون نے یہ نسخہ آزمایا کہ جھوٹے سچوں کی زندگی میں ہلاک ہوجاتے
ہین اور انکو خدا نے ذلیل و خوار کیا اور وہ سچے کے دیکھتے دیکھتے ہلاک ہوئے اور خدا کے روبرو
سیہ رو ہوگئے اور اپنی بدبختی پر مہر لگا گئے اور اپنے جھوٹ کا ثبوت دیگئے۔ لیکن انکے
بعد مولوی ثنا اللہ نے پہلے قول کے برخلاف کہا کہ جھوٹے کی لمبی عمر ہوتی ہے پس خدا تعالے
نے سَنَسِمُہٗ عَلَی الْخُرْطُوْمِ کے حکم کے مطابق اسکو لمبی عمر دی اور اسکے ناک پر داغ لگایا اور
اسکے زندہ رہنے نے اسی کے قول کے مطابق اسکو جھوٹا دغاباز مفسد اور نافرمان قرار دیا اور
حضرت اقدس کی سچائی ثابت کی۔ پس باوجود اس کے کہ اس شخص پر یعنی ثنا اللہ امرتسری پر
خدا تعالیٰ نے ہر طرح حجت قایم کردی ہے اور ثابت کردیا ہے کہ یہ شخص محض جھوٹا اور مفتری ہے
اور کذاب ہے اور خدا اور اسکے رسول پر جھوٹھا کرتا ہے اور فریب اور مکر دینا اسکا کام ہے سچ سے
متنفر ہے اور جھوٹ پر قربان ہے مگر پھر بھی اسکا وہ طریقہ نہ گیا اور اس نے کوئی ہدایت نہ پائی
اور سمجھا کہ خدا کا کلام اس پر سے ٹل جائیگا کیا یہ نہیں جانتا کہ خدا کی باتیں پوری ہوکر رہتی ہین
اور اسکو جو ڈھیل دیگئی ہے وہ صرف اس لئے ہے کہ یہ خود اپنے قول کے مطابق کذاب ثابت
ہو اور اسکے بعد ذلت کے عذاب سے ہلاک ہو تا کہ دنیا دیکھ لے کہ مفتری کا کیا انجام ہوتا ہے
اور جھوٹے آسمانی عذاب سے ہلاک ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ اسکے بعد میں ایک اور قول

اسکے رسالہ مرقع قادیانی میں سے نقل کرتا ہوں جس سے میری پہلے دعویٰ کی تائید ہوتی ہے اور وہ یہ ہے
کہ کسی شخص عبدالحق سرہندی کا مضمون اسمیں شایع ہوا ہے اور اُسمیں اس شخص نے لکھا ہے کہ مرزا
صاحب اور مرزائیون سے یہ سوال ہے کہ اگر جھوٹے کا سچّے کی زندگی میں مرنا واقعی ضروری اور قانون
الٰہی ہے جیسا کہ آپ کی تحریرات سے ثابت ہوتا ہے تو معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد کیا محمد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم مسیلمہ کذّاب سے پہلے انتقال فرمانیکے باعث اسی جنرل رول کے زیر اثر ہین؟
معاذ اللہ ثم معاذ اللہ برین عقل و دانش بباید گریست" اور اس مضمون کی اس نے قطعاً تردید نہیں
کی اور کیوں کرتا اُس نے تو خود آپ کو ہی الزام سے بچانیکے لئے یہ کوشش کی تھی۔ اب ناظرین
اس مضمون کو دیکھ کر خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس نے معیار سچے اور جھوٹے کے پرکھنے کا یہ رکھا
تھا کہ جھوٹا لمبی عمر پاتا ہے اور یہ اُسکے قول کے مطابق نہ صرف قرآن شریف سے ہی ثابت ہے بلکہ
مسیلمہ کا زندہ رہنا اسکی دلیل ہے پس جب اسنے خود فیصلہ کی بنیاد اس پر رکھی کہ جھوٹے کو ڈھیل
دی جاتی ہے تو خدا تعالیٰ نے بھی اس سے ویسا ہی سلوک کیا کیونکہ کسی پر حجّت قایم کرنیکے
لئے چاہئے کہ کوئی ایسی طرز نکالی جائے جس سے اُسے اتفاق ہو جاے اس سے پہلے چند لوگوں نے
جھوٹے کیلئے ہلاکت بتائی وہ حضرت اقدس کی زندگی میں ہلاک ہو گئے اس نے لکھا کہ مسیلمہ
کذاب نبی کریم کے بعد بھی زندہ رہا اس لئے یہ کوئی دلیل نہیں بلکہ جھوٹے کو لمبی عمر دی جاتی ہے
پس خدا تعالیٰ نے ویسا ہی کیا اور اسکو اسی کے قول کے مطابق قایل کیا اور نادم کیا اور ثابت
کر دیا کہ ثناء اللہ مسیلمہ کذاب کیطرح ہے اور اُن لوگون کیطرح ہے جنکی نسبت قرآن شریف میں ڈھیل دینے
کا حکم ہے اور حضرت اقدس احمد کے غلام ہیں اور اُن کے پیرو ہین اور ہر ایک بات میں انکے
قدم بقدم چلنے والے ہیں اور اُن سے بھی خدا وہی سلوک کرتا ہے جو پہلے نبیوں سے کرتا تھا

پس ناظرین جائے غور ہے کہ حضرت اقدس پر دو طرح سے حملہ کیا گیا ہے ایک تو ایسے لوگوں نے حملہ کیا ہے جو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے اور خدا سے دعا کی کہ وہ اِس قانون کے مطابق سچے اور جھوٹے میں فرق کر کے دکھلائے اور امید ظاہر کی کہ چونکہ حضرت اقدس نعوذ باللہ جھوٹے ہیں اِس لئے وہ انکی زندگی میں ہلاک ہو جائیں گے اور چونکہ وہ سچے ہیں اسلئے وہ اُن کے بعد تک زندہ رہیں گے چنانچہ خدا تعالیٰ نے انکی دُعا سُنی اور فیصلہ کر دیا کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے اور اُن کو حضرت اقدس کی زندگی میں ہلاک کیا اور ذلیل کیا۔ اس کے بعد مولوی ثناء اللہ نے یہ رنگ بدلا کہ جھوٹا زیادہ عمر پاتا ہے پس خدا تعالیٰ نے اسکو اس کے قول کے مطابق ہی جھوٹا ثابت کیا اور حضرت اقدس کی سچائی پر مہر کی۔ اور یہ اسلئے ہوا کہ جیسا کہ میں پہلے ثابت کر آیا ہوں کہ کسی نبی کے آنیکا یہ مدعا نہیں ہوتا کہ وہ چند لوگوں کے مرنیکی پیشگوئیاں کر دے اور وہ پوری ہو جائیں یا یہ کہ چند اور غیب کی خبریں دے جو اُسی طرح واقع ہوں بلکہ انکی آمد کا اصل منشاء اصلاح ہوتی ہے چنانچہ اسی وجہ سے اُن کے مخالفین پر کئی طریقوں سے اتمام حجت کی جاتی ہے اور دنیا پر اُس رسول کی سچائی ثابت کی جاتی ہے پس اسی طرح حضرت اقدس کے مخالفین سے ہوا انکا مارنا یا ہلاک کرنا بعثت کا اصل سبب نہیں تھا بلکہ اُن کے ساتھیوں پر اور خود اُن پر حجت قایم کرنیکے لئے انذاری پیشگوئیاں کیگئیں تھیں یا اور طریق سے فیصلہ لکھا گیا تھا اور اصل مقصد آپ کی بعثت کا اصلاح قومی تھا پس جب ثناء اللہ نے اور اُسکے مریدوں نے ظاہر کیا کہ جھوٹے کو لمبی عمر ملتی ہے تو خدا تعالیٰ نے اس گروہ پر حجت قایم کرنیکے لئے اُسی طریق سے انکو پکڑا تا کہ دُنیا میں اصلاح کی صورت نظر آئے۔ اب اگر کوئی کہے کہ اچھا پھر اتمام حجت سے نتیجہ

کیا نکلا اور اُسکا فایدہ کیا ہوا جبکہ وہ اپنی ضد پر قایم رہے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ سنت الٰہیہ اسی
طرح ہے کہ پہلے ہر ایک سلسلہ حقہ کی مخالفت کی جاتی ہے اور بعد ازاں جب خوب اچھی طرح تبلیغ
ہو جاتی ہے اور لوگ الگ بیٹھ کر تمام واقعات پر تدبر کرتے ہیں تو اُنکو سمجھ آجاتی ہے کہ کون حق پر ہے
اور کون جھوٹ کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ پس جبکہ کچھ عرصہ گذر جائیگا اور لوگ غور کرینگے تو خود بخود
اُن پر اصل راز کھل جائیگا اور دوسرے لیہ لوگوں کا جواب وہی ہے جو وہ اس آیت کا دیتے ہیں
کہ لعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین یعنی خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا تو اپنی جان
کو اس غم میں ہلاک کر دیگا کہ یہ لوگ تیری بات نہیں مانتے اور ایمان نہیں لاتے۔ پس جب نبی کریم
جیسے عظیم الشان نبی کے اتمام حجت پر بھی لوگوں نے نہیں مانا اور اسکا انکو اتنا غم ہوا کہ گویا اس غم میں
اپنی جان کو ہی ہلاک کر دیتے اور ہر وقت اسی فکر میں رہتے تھے تو اج اگر ان کے غلام اور تابع کی
بات کو سن کر اور اتمام حجت کے بعد یہ لوگ نہ مانیں تو کیا تعجب ہے کیونکہ سنت اللہ یہی ہے کہ ایک تو نبی
کے وقت قدرت دکھائی جاتی ہے اور ایک اُسکے بعد جس سے وہ سلسلہ جو قائم ہوتا ہے تمام دنیا
میں پھیل جاتا ہے پس اب وقت آگیا ہے کہ سلسلہ احمدیہ خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ سنت کے مطابق
ترقی کرے (انشاء اللہ)۔ غرض کہ ثناء اللہ اور اُسکے ساتھیوں پر خود انہیں کے قول کے
مطابق حجت قایم ہو گئی ہے اور یہ میں خوب اچھی طرح ثابت کر آیا ہوں کہ اگر ایسا نہ ہوتا اور
وہ حضرت اقدس کی زندگی میں ہی مر جاتا تو آیندہ لوگ کہتے کہ اصل فیصلہ کا طریق یہی ہے کہ
جھوٹے کو عمر لمبی ملتی ہے اور پہلے لوگوں نے مباہلہ میں غلطی کی۔ اور ثناء اللہ نے چونکہ
ٹھیک راہ اختیار کی تھی اسلئے حضرت اقدس کو ڈھیل دیگئی اور اس طرح وہ کذاب ثابت ہوئے
پس جب اللہ تعالیٰ کی غیرت نے برداشت نہ کیا کہ اُسکے نبی پر کوئی الزام رہے اور اُس نے

اپنے فرستادہ کے ساتھ اپنے وعدہ کے مطابق سلوک کیا اور اُسکو وفات دیکر اس الہام کو
پورا کیا کہ لا ابقی لک من الخزیات ذکرا۔ چنانچہ جبتک لوگوں نے جھوٹے کے لیئے
سچے کی زندگی میں مرجانا معیار مقرر کیا تب تک تو وہ خود ہلاک ہوتے رہے اور حضرت مسیح موعودؑ
کی سچائی کو اپنی موت سے ثابت کرتے رہے اور جب معیار صداقت یہ مقرر ہوا کہ سچا جھوٹے
کے سامنے ہی فوت ہوجاتا ہے جیسے نبی کریم مسیلمہ کذاب کے سامنے اور جھوٹا لمبی عمر پاتا ہے
تو خدا تعالیٰ نے اس معیار کے مطابق ثناء اللہ کو ڈھیل دیکر مسیلمہ کذاب سے مشابہت دی اور
حضرت اقدس کی سچائی کو ثابت کیا۔ پس جبکہ اسی کے مقرر کئے ہوئے معیار کے
مطابق اسکو ڈھیل دیگئی ہے اور آدم اوّل کیطرح آدم ثانی کے ایک مخالف پر بھی اِلیٰ یَوْمِ
الوقت المعلوم کا فتوےٰ جاری ہوا ہے تو پھر ثناء اللہ کیوں بڑھ بڑھ کر باتیں بناتا ہے
خود اسکی تحریر اور اسکے دوستوں کی تحریر اسکو ملزم کر رہی ہے اور یہ اپنے مُنہ سے جھوٹا ثابت
ہوا ہے تو پھر یہ شور و شر اور دعاوی باطلہ اگر محض بیشرمی اور بیحیائی کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے
مگر اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ آدم اول کے مخالف کو تو لمبی ڈھیل دیگئی تھی کیونکہ اُس نے لمبی ڈھیل
کی ہی خواہش کی تھی لیکن چونکہ اس نے صرف اس قدر عمر چاہی تھی کہ سچے کے فوت ہونیکے
بعد بھی زندہ رہے اور اپنی دروغ بیانی پر مہر لگا جائے اور آدم ثانی کے وقت شیطان کا مارا جانا بھی
ایک فیصلہ شدہ امر ہے اسلیئے جلد ہی اسکا فیصلہ ہوجائیگا اور اس طرح کہ دُنیا مان لیگی کہ یہ معمولی
موت نہیں بلکہ اس موت نے ایک نبی کی سچائی پر شہادت دی ہے۔ اور یہ بات میں نہیں کہتا
بلکہ خدائے زمین و آسمان کہتا ہے اور اسکی بات ٹلا نہیں کرتی۔ پس وہ جو زندہ رہینگے دیکھ لینگے
کہ جس طرح ثناء اللہ کے زندہ رہنے نے اس کے کذب پر مہر لگائی ہے ویسا ہی اسکی موت حضرت

مسیح موعود کی سچائی کی ایک دلیل ہوگی۔ انشاءاللہ العزیز

ایک اور اعتراض کیا جاتا ہے جس کا جواب دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ جب حضرت اقدس کا الہام تھا کہ تیری دعا سُنی گئی تو پھر آپ پہلے کیوں فوت ہوئے سو یاد رہے کہ اسکا جواب میں اوپر دے آیا ہوں کہ کسی نبی کی بعثت کی اصل غرض بعض اشخاص کی وفات یا بعض جگہوں کی تباہی نہیں ہوتی بلکہ اصلاح ملک اصل غرض ہوتی ہے۔ پس وعید کی پیشگوئیاں اگر ٹل جاتی ہیں تو صرف اسوجہ سے کہ اصلاح کی کچھ اور صورت پیدا ہو جاتی ہے جب حضرت اقدس نے ثناءاللہ کی نسبت دعا کی اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اسکی ہلاکت کی خبر دی تو وہ ایک وعید کی پیشگوئی ہوگئی۔ پس چونکہ وعید کی پیشگوئیوں کی بھی اصل غرض اصلاح ہوتی ہے اسلئے وہ اسی رنگ میں پوری ہوئی جس طرح اتمام حجت ہو سکتی تھی کیونکہ اگر اسکے برخلاف ثناءاللہ حضرت کی زندگی میں مرجاتا تو اسکے ساتھی کہتے کہ چونکہ یہ فوت ہوگیا اور حضرت اقدس زندہ رہے اسلئے وہ ہمارے اور ہمارے اُستاد کے قول کے مطابق اور فیصلہ کی شرط کے مطابق نعوذ باللہ مسیلمہ کذاب کی مانند ثابت ہوئے پس خدا تعالیٰ نے جو کچھ وعدہ دیا تھا وہ یہی تھا کہ سچے اور جھوٹے میں فرق کر دکھلاؤں گا۔ اور یہی انذاری پیشگوئی کی غرض ہوتی ہے چنانچہ اس کے وعدہ کے مطابق اسکو ملزم کرنیکے لئے خدا تعالیٰ نے اسی کے قول کے مطابق اُسکو ڈھیل دیکر مسیلمہ کذاب کا ہمرتبہ ثابت کیا اور دوسرے یہ کہ کیا حضرت اقدس کی وفات سے جو اسکی نسبت الہام تھے وہ بھی منسوخ ہوگئے؟ نہیں وہ تو جبتک یہ مرزا نہیں اسکے ساتھ ہیں اور اُنکے عذاب سے یہ اسی وقت بچ سکتا ہے جب توبہ کرے اور رجوع لائے ورنہ یاد رہے کہ خدا کا کلام کبھی نہیں ٹلتا اور بغیر پورا ہوئے نہیں رہتا۔ پس حضرت صاحب کی

دعا پر بھی کوئی اعتراض نہیں آسکتا کیونکہ وہ ضرور قبول ہوئی اور دعا کی بجائے ایک انذاری پیشگوئی کی صورت میں بدل گئی۔ اور جب اس نے جھوٹے کیلئے ڈھیل ملنے کی شرط مقرر کی تو اُسکو ڈھیل دیگئی اور اپنے وقت پر وہ پیشگوئی بھی اپنا رنگ دکھلائیگی۔

اب آخر میں ایک اور بات لکھتا ہوں تاکہ شریر اور بدبخت لوگ سادہ لوح لوگوں کو دھوکے میں نہ ڈالیں اور وہ یہ ہے کہ حضرت اقدس کی وفات کے بعد ثناء اللہ نے ایک اشتہار دیا ہے اور اُس میں لکھا ہے کہ مرزا بوجہ میری ساتھ مباہلہ کرنیکے ہلاک ہوا اور میری زندگی میں ہی فوت ہوگیا۔ اس بات کی نسبت کہ حضرت اقدس کے بعد ثناء اللہ کا زندہ رہنا بجائے اسکی سچائی کے اسکا کذاب اور مفسد ہونا ثابت کرتا ہے میں کافی لکھ آیا ہوں۔ اب یہ لکھتا ہوں کہ یہ شخص اپنی معمولی شوخی کے مطابق اس دعا کا نام مباہلہ رکھتا ہے جسکا انکار بھی کرچکا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت اقدس کے برخلاف مضمون لکھتا ہوا لکھتا ہے کہ "مباہلہ اُسکو کہتے ہیں جو فریقین مقابلہ پر قسمیں کھائیں"۔ پھر اسی مضمون میں آگے چلکر لکھتا ہے کہ "قسم اور ہے مباہلہ اور ہے۔ قسم کو مباہلہ کہنا آپ جیسے ہی راست گوؤں کا کام ہے اور کسی کا نہیں"۔ اب ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ نے جب خود ہی یہ فیصلہ کیا ہے کہ مقابلہ پر قسمیں کھانیکا نام مباہلہ ہے اور اسکے سوا کسی اور بات کو مباہلہ قرار دینا راست گوئی کے خلاف ہے اور بالکل جھوٹ ہے تو اب اُسکا اُس دعا کو جو کہ حضرت صاحب نے شائع کی تھی مباہلہ قرار دینا افترا نہیں تو اور کیا ہے اُس دعا میں تو حضرت صاحب نے قسم کھائی ہے نہ ثناء اللہ نے پھر باوجود اسکے اُسکو مباہلہ قرار دینا خود اسی کے فیصلہ کے مطابق اسکو جھوٹا ثابت کرتا ہے پس ناظرین کو چاہئے کہ وہ اسکے مکر اور فریب میں نہ آئیں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ خود ہی

آج سے ایکسال پہلے ۱۹- اپریل ۱۹۰۷ء کے اہلحدیث صفحہ ۴ میں مباہلہ کی وہ تعریف جو اوپر
لکھ آیا ہون لکھ چکا ہے اور اس کے برخلاف یکطرفہ قسم کو بھی مباہلہ کہنے والیکی نسبت جو قوی
دے آیا ہے اوپر درج ہے۔ پس جبکہ یک طرفہ قسم بھی مباہلہ نہیں ہوسکتی تو وہ دعا جو بغیر قسم کے
کی گئی ہو اور فریق مخالف نے اسکو منظور بھی نہ کیا تو وہ کیونکر مباہلہ ہوسکتی ہے اور اسکا مباہلہ
کے رنگ میں پیش کرنا کہانتک معجب راستی ہوسکتا ہے اس شخص نے چاہا کہ عوام کو دھوکا دے
لیکن خدا جسکی پردہ دری کرنا چاہے پہر اسکی حماقت اور دروغ بیانی پر کون پردہ ڈالے
افسوس باوجود ان جھوٹون اور فریبوں کے اور دغابازیون کے پہر یہ لوگ خدا کے مامور
اور مرسل کے مقابل پر کھڑے ہوکر بڑے بڑے علم وفن کے دعوی کرتے ہیں ؛

اب میں چونکہ ثناء اللہ کی نسبت خدا کے فضل سے کافی لکھ آیا ہون اس لئے
مضمون کے اس حصہ کو ختم کرکے دوسرے کو شروع کرتا ہون مگر آخر میں خلاصتہً پہر لکھتا ہون
کہ ثناء اللہ کی نسبت حضرت صاحب نے دعا کی تھی اور اوپر لکھ دیا تھا کہ میں یہ وحی یا الہام کے
ذریعہ نہیں کہتا اور باوجود اسکے ثناء اللہ نے اس دعا کے فیصلہ سے انکار کیا اور لکھا کہ "یہ تحریر
تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اسکو منظور کرسکتا ہے" پھر باوجود اس انکار کے اسکا
یہ دعوے کہ مرزا صاحب میرے مباہلہ کی وجہ سے فوت ہوئے صریح شرارت ہے جب یہ خود اس
فیصلہ کو غلط قرار دیچکا ہے اور لکھ چکا ہے کہ اسکا قبول کرنا بیوقوفوں کا کام ہے تو اب اسکو ماننا
بیوقوف کیون بنتا ہے اور اپنے کہے کے برخلاف کیون چلتا ہے اور جب اسنے خود اسکو نامنظور کیا تو اب اس دعا
کے مطابق فیصلہ کا کیون منتظر ہے اور دوسرے یہ کہ نہ صرف اس نے شروع مین ہی اس دعا کے فیصلہ سے
انکار کیا بلکہ آخر سال مین بھی حضرت کی وفات سے چند دن پہلے اس بات کا انکار کیا اور لکھا کہ اب چونکہ سال

گزر گیا ہے اسلئے مباہلہ کی میعاد ختم ہوگئی اور اب کوئی اثر مباہلہ کا نہیں ہوسکتا پس جب یہ خود ہی حضرت
کی وفات سے پہلے اس میعاد کو ختم کر چکا ہے تو اب اگر اس دعا کو اسکے کہنے کے مطابق مباہلہ ہی مان لیا جائے
تو بھی تو اس مباہلہ کے مطابق حضرت اقدس کی وفات نہیں ہو سکتی کیونکہ خود ثناء اللہ اس میعاد کو ختم
کر چکا ہے اور تیسری بات جو میں نے لکھی ہے یہ ہے کہ نبی کے آنیکی اصل غرض اصلاح ہوتی ہے نہ کہ انذاری پیشگوئیاں
پس اسوجہ سے انذاری پیشگوئیوں میں التواء ہی ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ وہ منسوخ بھی ہو جاتی ہیں کیونکہ وہ محض
اصلاح کیلئے ہوتی ہیں جب اصلاح کا اور طریقہ نکل آئے یا مخالف پر اتمام حجت کرنیکی کوئی اور صورت پیدا ہو جائے
تو وہ بدل جاتی ہیں چنانچہ اس طرح حضرت اقدس کی ثناء اللہ کی نسبت دعا یا پیشگوئی انذاری رنگ میں
تھی اور اصلاح کے لئے تھی جب اسنے اور اسکے ساتھیوں نے کہا کہ ہماری لئے جھوٹے کا سچے کی زندگی میں
مرجانا کوئی اتمام حجت نہیں بلکہ قرآن شریف سے اسکی برخلاف جھوٹے کا ڈھیل دیا جانا ثابت ہوتا ہے اور اسی کے
مطابق سلیمہ کذاب آنحضرت کے فوت ہونیکے بعد ہلاک ہوا تو اب اصلاح کی یہ صورت تھی کہ ثناء اللہ کو ڈھیل
دیجائے تاکہ اسکے ساتھیوں پر اور اس پر اتمام حجت ہو اور انہیں کے فیصلہ کے مطابق انکو ملزم کیا جائے
چنانچہ خدا تعالیٰ نے ایسا ہی کیا اور ثناء اللہ اپنے ہی قول کے مطابق مفسد و غاباز اور جھوٹا ثابت ہوا اور
اور اخیر میں میں نے لکھا ہے کہ یہ شخص لوگوں کو دھوکا دینے کیلئے اس دعا کو مباہلہ قرار دیتا ہے جو حضرت اقدس نے
اسکے لئے کی مگر اس سے پہلے خود لکھ چکا ہے کہ مباہلہ طرفین کے مقابلہ پر قسمیں کہانیکو کہتے ہیں اور
اسکے برخلاف کہنے والا جھوٹا ہے پس یہ خود ہی جھوٹا ثابت ہوا اور عوام کو چاہئے کہ اسکے مکر اور فریب سے بچیں

تیسرا باب

مختلف پیشگوئیوں کے بارہ میں

اب جبکہ میں عبدالحکیم اور ثناء اللہ کے بارہ میں کسی قدر تفصیل سے واقعات لکھ آیا ہوں اور انکی

طرف سے جو اعتراض ہوتے ہین خدا کے فضل سے انکا جواب دیچکا ہون ۔ مناسب سمجھتا ہون کہ حضرت
اقدس کی بعض ایسی پیشگوئیون پر بھی کچھ لکھون جو کہ مخالفین سلسلہ کے خیال میں ابتک پوری نہین ہوئین
یا اُن کے پوری ہونے میں کچھ کسر رہگئی ہے مگر اُنکے شروع کرنیسے پہلے پھر میں اس اصول کیطرف ناظرین
کی توجہ مبذول کرتا ہون کہ ہر ایک نبی کی بعثت کی اصل غرض دُنیا میں اصلاح ہوتی ہی اور اُسکی
تعلیم کو نظر انداز کرنا کسی صورت میں بھی جائز نہین ۔ بلکہ ہر حال میں پہلے اُسکی تعلیم پر غور کرنی شرط ہے
اور پھر بعد اسکے اُسکی پیشگوئیون پر نظر ڈالنی چاہیئے ۔ پس اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے مین اُن تمام
اعتراضون کا جواب دونگا جو کہ مخالفین سلسلہ کیطرف سے حضرت اقدس پر کئے جاتے ہین چنانچہ
سب سے اول مین حضرت اقدس کی عمر کے بارہ مین کچھ لکھنا چاہتا ہون :

اول ۔ عام طور سے اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت اقدس کا ایک الہام تھا جو کہ اُنہون نے
بارہا شایع کیا تھا کہ میری عمر اسّی سال کے قریب قریب ہوگی حالانکہ وہ میعاد مقررہ سے پہلے فوت
ہوگئے اور یہ بات انکی سچائی میں شکوک کی گنجایش پیدا کرتی ہے کیونکہ جب اونہون نے بڑے
زور سے اس بات کا اعلان کیا تھا کہ میری عمر اسّی سال کے قریب ہوگی تو کیا وجہ کہ وہ پہلے فوت ہوئے
اگر یہ خبر اُن کو خدا کی طرف سے ملی تھی اور وہ سچے نبی تھے تو چاہیئے تھا کہ اس الہام کے مطابق فوت
ہوتے ورنہ جب وہ اپنے الہام کے مطابق فوت نہ ہوئے اور اپنی بتائی ہوئی میعاد سے پہلے انتقال کر گئے
تو مخالفوں کو حق پہنچتا ہے کہ وہ انکی تکذیب کرین اور اُن کے دعوے میں شک لاویں

اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت اقدس نے کہیں نہیں لکھا کہ میری عمر ضرور ہی اسّی برس ہوگی بلکہ
اس بات کو مخالفین بھی مانتے ہیں کہ آپکا الہام تھا کہ آپکی عمر اسّی کے قریب ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا ۔
اور آپ اسّی برس کے قریب عمر پاکر فوت ہوئے چنانچہ اسکے ثبوت میں میں خود حضرت اقدس کی کتابون

میں سے اور مخالفین سلسلہ کے مضامین میں سے حوالہ دونگا اور انشاء اللہ ثابت کرونگا کہ حضرت صاحبکی عمر اسّی
کے قریب تھی یعنی جب حضرت اقدس نے وفات پائی تو آپ اُس وقت ۷۴ سال کے تھے چنانچہ اول حوالہ
جو میں خود آپکے مضمون میں سے پیش کرتا ہوں یہ ہے کہ ڈوئی کے مقابلہ میں جب آپنے اشتہار دیا ہے اور
اُسکو مقابلہ کیلئے بلایا ہے تو اُس وقت آپنے تحریر فرمایا ہے کہ "میں ایک آدمی ہوں جو پیرانہ سالی تک
پہنچ چکا ہوں میری عمر غالباً چھیاسٹھ سال سے بھی کچھ زیادہ ہے" (دیکھو ریویو آف ریلیجنز ستمبر ۱۹۰۲ء
صفحہ ۳۴۶) پس اب ہر ایک شخص غور کر سکتا ہے کہ جب ستمبر ۱۹۰۲ء کو آپکی عمر ۶۶ سال سے بھی کچھ
زیادہ ہے تو ۱۹۰۸ء میں مئی کے مہینہ میں جب آپنے وفات پائی تو آپ کی عمر شمسی حساب کے لحاظ سے
کم سے کم ۷۲ سال کی ہوتی ہے کیونکہ اگر پورے ۶۶ سال کی عمر اُسوقت شمار کریں تو مئی تک آپکی عمر
کے ۷۱ سال اور نو ماہ بنتے ہین لیکن چونکہ آپنے لکھا ہے کہ اس وقت ۶۶ سال سے بھی زیادہ ہے
اسلئے تین ماہ اسمیں اور شامل کر کے پورے ۷۲ سال ہوئے اور قمری حساب کی رو سے یہی ۷۲ سال
۴ سال اور تین ماہ بنتے ہین پس جو عمر آپنے ڈوئی کے اشتہار مین لکھی ہے اگر غور سے کوئی دشمن اُس پر
نظر ڈالے تو صاف سمجھ سکتا ہے کہ آپ کی پیشگوئی کس زور و شور سے پوری ہوئی اور اُسکا ایک
ایک لفظ صادق ثابت ہوا۔ آپنے اِس پیشگوئی کو شایع کیا ہے اور اُسوقت گویا کہ قریباً تیس سال عمر
کے باقی تھے جب یہ الہام ہوا۔ پس کیا کوئی کاذب انسان جو خدا سے کوئی تعلق نہ رکھتا ہو تیس ۳۰
سال پہلے اپنی نسبت کہہ سکتا ہے کہ میں اس قدر سال اور زندہ رہونگا انسان کو اپنی زندگی کا
ایک دم کیلئے بھی اعتبار نہین پھر ایک شخص کا یہ کہنا کہ میں تیس ۳۰ سال اور زندہ رہونگا اور میری عمر قریباً
اسّی سال کی ہوگی کوئی چھوٹی بات نہیں بلکہ ایک نشان ہے جو پورے زور سے پورا ہوا مگر مبارک وہ
جو آنکھیں رکھتا ہو اور خوش قسمت ہے وہ جو نیکی کی راہ کو دیکھے اور قبول کرے ۔

پھر دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت صاحب کی کتاب نصرۃ الحق یا حصہ پنجم براہین میں درج ہے
کہ اب میری عمر ستر برس کے قریب ہے اور تیس برس کی مدت گذر گئی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے صریح لفظوں
میں اطلاع دی کہ "تیری عمر اسی برس کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم" پس
اس جگہ سے بھی صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کی عمر ۱۳۲۳ھ میں ستر سال سے اوپر تھی اور
اب ۱۳۲۶ھ میں ۷۴ سال کی ہوئی (کیونکہ نصرۃ الحق میں یہ بات ۱۳۲۳ھ میں لکھی گئی تھی) اور اس
عبارت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسی سال کی عمر سے الہام میں کیا مراد تھی اور اُسکے معنی خدا تعالےٰ
کے علم میں کیا تھے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ ۷۴ سے لیکر ۸۶ سال کی عمر تک جب حضرت اقدس فوت
ہوتے وہ پیشگوئی کی میعاد کے اندر ہی ہوتا اور اس بات کو خود آپنے بھی اس کتاب میں آگے چلکر
تشریح سے لکھا ہے کہ "خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ میری عمر اسی سال سے ضرور زیادہ ہو جائیگی
بلکہ اس بارے میں جو فقرہ وحی الٰہی میں درج ہے اُس میں مخفی طور سے یہ امید دلائی گئی ہے کہ اگر خدا تعالےٰ
چاہے تو اسی برس سے بھی عمر کچھ زیادہ ہو سکتی ہے اور جو الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں
وہ تو چہتر سال اور چھیاسی سال کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں" (یہ دونوں عبارتیں ضمیمہ براہین
حصہ پنجم کے صفحہ ۹۷ پر ہیں) اب اِس عبارت کو پڑھ کر ہر ایک شخص غور کر سکتا ہے کہ حضرت
اقدس نے صاف طور سے لکھ دیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو خبر دی ہے کہ تیری عمر ۷۴ اور ۸۶
سال کے درمیان ہوگی اور میں خود آپ کی ہی عبارتوں سے ثابت کر آیا ہوں کہ آپکی عمر وفات
کے وقت ۷۴ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ تھی پس اب کسی معترض کا کیا حق ہو سکتا ہے کہ اس قسم کا
اعتراض کرے اور باوجود اسکے کہ یہ پیشگوئی بڑے زور و شور سے پوری ہوئی اس پر کتہ چینی
کرے ہاں وہ خدا سے نہیں ڈرتے اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اُن کے ہاز رکھنے کیلئے

تو ہمارے پاس کوئی ہتیار نہیں اور نہ کسی بے شرم کا منہ بند کرنا ہمارا کام ہے مگر وہ خدا کی ہستی پر
ایمان لاتے ہیں اور جزا و سزا کے دن کا یقین رکھتے ہین خدا کو حاضر و ناظر جان کر بتائیں کہ
کیا حضرت اقدس کی پیشگوئی لفظ بہ لفظ پوری نہیں ہوئی اور کیا حضرت اقدس خدا کے الہام کے
مطابق ۶۸ سال کی عمر پاکر فوت نہیں ہوئے خدا نے جو وعدہ اپنے مامور سے کیا تھا پورا کیا اور
اُسکو اپنے قول کے مطابق عمر دی اب اگر کسی کو رحشم اور بد باطن انسان کو کلام ہے تو وہ ڈوئی
کے اشتہار کو پڑھے اور نصرت الحق کو جو عنقریب شایع ہونیوالی ہے دیکھے تو اسکو معلوم ہو جائیگا
اور اُس کا دل گواہی دے اُٹھیگا کہ حضرت مسیح موعود سے جو کچھ وعدہ کیا گیا تھا وہ کیسی صفائی سے پورا
ہوا اور میں علاوہ حضرت اقدس کی کتابون کے اور جگہون سے بھی اسکا ثبوت دیسکتا ہون اور
خود مخالفین کے کلام سے ثابت کرسکتا ہون کہ حضرت کی عمر ۶۸ سال کی تھی چنانچہ حضرت اقدس
کی وفات پر جو مضمون زمیندار کے لایق اڈیٹر نے لکھا ہے اُسمیں وہ لکھتے ہیں کہ "مرزا غلام احمد صاحب
سنہ ۱۸۶۰ء یا سنہ ۱۸۶۱ء کے قریب ضلع سیالکوٹ مین محرر تھے اس وقت آپکی عمر ۲۲ یا ۲۴ سال کی ہوگی
اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہین کہ جوانی میں نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے کاروبار ملازمت کے بعد انکا
تمام وقت مطالعہ دینیات مین صرف ہوتا تھا" زمیندار اخبار پرچہ ۸ مئی سنہ ۱۹۰۸ء صفحہ ۵ - اب دیکھنا
چاہیے کہ جب ۱۸۶۰ یا ۱۸۶۱ کا سٹھ مین آپ کی عمر ۲۲ کے قریب تھی تو سنہ ۱۹۰۸ء میں آپکی عمر شمسی حساب سے
۶۸ یا اس سے کچھ کم ہوئی اور قمری حساب سے ۶۸ سال یا کچھ زیادہ - اور یہ ایک ایسی گواہی ہے
جو خدا تعالیٰ نے ایک شخص کے منہ سے دلوائی ہے جو اس سلسلہ سے کوئی تعلق نہین رکھتا پس کیا اس پر بھی
کسی کو اعتراض ہوسکتا ہے - اسکے بعد ہم ایک اور گواہی ایک ایسے مخالف کی پیش کرتے ہیں جس کا
کام سوائے اس سلسلہ کی مخالفت کے اور کچھ بھی نہیں اور جو اس سلسلہ کی مخالفت میں جھوٹ بولنا بھی

جائز سمجھتا ہے یعنی اب ہم مولوی ثناء اللہ امرتسری کی تحریر سے ثابت کرتے ہین کہ حضرت اقدس اپنے الہام کے مطابق عمر پاکر فوت ہوئے اور وہ یہ ہے کہ "باقی رہا یہ کہ سب مخالفین کو مار کر مرینگے (یعنی حضرت اقدس) سو اس سوال کا جواب بہی مرزا جی اپنے رسالہ الوصیت میں لکھ کر نفی میں دی چکے ہین یعنی کہ چکے ہیں کہ میری موت عنقریب اسّی سال کی عمر کے کچھ نیچے اوپر ہے جس کے سب زینے آپ غالباً طے کر چکے ہیں۔" (اہلحدیث ۳ مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۶) اس عبارت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ نہ صرف حضرت مسیح موعود ہی لکھ چکے ہیں کہ اسّی سال والے الہام کے مطابق میری عمر ختم ہو چکی ہے بلکہ مولوی ثناء اللہ بھی اسبات کو مانتا ہے اور لکھتا ہے کہ آپ غالباً سب زینے اس پیشگوئی کے طے کر چکے ہیں۔ پس جبکہ دوست اور دشمن سب اس بات کے قایل ہین کہ حضرت کی وفات عین پیشگوئی کے مطابق ہوئی تو اب اس پر اعتراض کرنا سراسر بیجا اور حق طلبی کے برخلاف ہے مگر اسکے ساتھ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ عمر کا حساب کچھ ایسا پختہ نہیں ہوتا اور نہ عام طور سے تاریخ پیدائش محفوظ رکھی جاتی ہے اور خود حضرت مسیح موعود کی تاریخ پیدائش اور مہینہ محفوظ نہیں۔ اگر کسی وقت آپ نے اندازاً کچھ اور عمر بتادی ہو تو اس سے اس بات میں کوئی ہرج نہیں آتا۔ کیونکہ عام طور سے عمر کے معاملہ میں زیادہ احتیاط نہیں ہوتی اور بہت جگہ اندازہ سے کام لیا جاتا ہے مگر اس جگہ جو عمر ہمنے لکھی ہے وہ خوب تحقیق سے لکھی گئی ہے اور نہ صرف حضرت اقدس کی مختلف تحریرون سے لیگئی ہے بلکہ خود مخالفین سلسلہ کے بیانون سے ثابت ہوتی ہے اور خاصکر جناب سراج الدین احمد صاحب اڈیٹر زمیندار کی راے بہت معتبر ہے جو اپنا چشمدید حال سناتے ہین کہ انہون نے حضرت مسیح موعود کو ۶۰ یا ۶۱ء میں دیکھا اور اس وقت آپکی عمر قریباً ۲۴ برس کی تھی۔ پس اب بہی اگر کسی کو اعتراض ہو تو وہ یہ اسکی سیاہ باطنی پر دلالت کرتا ہے چاہئے کہ توبہ اور استغفار کرے تاکہ خدا کا رحم اسکے شامل حال ہو۔

اب ہم ناظرین کی آسانی کیلئے ایک اور طرح سے عمر کے سوال کو حل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کی وفات سے چوبیس برس پہلے اطلاع دی گئی تھی کہ تمہاری عمر اسّی کے قریب ہوگی اور اس الہام کے مطابق آپ قریباً بتیس سال تک زندہ رہے پھر سالہ الوصیت میں آپ نے شائع کیا کہ اب میری عمر بہت ہی تھوڑی رہ گئی ہے اور میری موت کے دن قریب آگئے ہیں اور اُس پیشگوئی کے مطابق اڑھائی سال کے اندر فوت ہوگئے۔ اب غور کرنا چاہئے کہ حضرت صاحب نے اپنی وفات سے چونتیس برس پہلے چالیس کی عمر میں یہ پیشگوئی کی تھی کہ میری عمر اسّی سال کی ہوگی اور یہ پیشگوئی ایک فوق العادت طور سے پوری ہوئی کیونکہ کون کہہ سکتا ہے کہ میں کل تک زندہ رہونگا یا یہ سال مجھ پر سلامت گذریگا مگر وہ جس پر خدا رحم کرے اور اپنی کلام سے مشرف کرے۔ چونتیس برس کی عمر ایک اتنی لمبی عمر ہے کہ اسمیں ایک بچہ جوان ہوکر اپنے ہاں پوتے پیدا ہوتے ہوئے دیکھ سکتا ہے۔ پس یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک مفتری کہ سکے کہ میں چونتیس پینتیس برس اور زندہ رہونگا اگر کوئی ایسا دعوے کرسکتا ہے تو اُس کو ہمارے سامنے پیش کرو مگر شرط یہ ہے کہ وہ کہے کہ میں خدا سے خبر پاکر ایسا کہتا ہوں پس جبکہ ایک جھوٹے سے ایسا دعوے ہونا ناممکن ہے تو سوچو کہ حضرت اقدس نے خدا سے خبر پاکر ایسی خبر دی اور وہ اُس کے مطابق چونتیس ۳۴ سال تک زندہ بھی رہے اور جب خدا نے خبر دی کہ اب تمہاری وفات قریب ہے تو انہیں دنوں میں فوت ہوگئے اور اس طرح دو پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ ایک تو عمر کی زیادتی کی کہ تم اس قدر عرصہ تک زندہ رہوگے اور ایک وفات کی کہ اب تمہاری وفات قریب ہے۔

پس حضرت صاحب کی وفات سے تو انکی سچائی ثابت ہوئی ہے نہ کہ تکذیب ہم بفرض محال

مان لیتے ہیں کہ حضرت صاحب اپنی بتائی ہوئی عمر سے پہلے فوت ہو گئے مگر اس سے بھی تو کوئی
شبہ آپکی سچائی میں نہیں آتا بلکہ اور سچائی ثابت ہوتی ہے کیونکہ جب حضرت مسیح موعودؑ نے
الوصیۃ شایع کر دی اور لکھدیا کہ اب میری عمر ختم ہو گئی ہے اور میری وفات قریب ہے تو
پہلا الہام منسوخ ہو گیا اور اب دوسرا الہام کے مطابق ہمکو نتیجہ کا انتظار کرنا چاہیئے
تھا سو ایسا ہی ہوا اور آپ عین اُسیوقت پر جو کہ بتایا گیا تھا فوت ہوئے پس یہ کیسی صاف
بات ہے کہ جبتک کہ حضرت اقدسؑ کہتے رہے کہ میری عمر اسّی سال کے قریب ہے اسوقت تک تو آپ
زندہ رہے اور آپنے اُس الہام کے مطابق چونتیس سال عمر پائی۔ مگر جب آپنے الہام
شایع کیا کہ اب میری وفات قریب ہے تو آپ میعاد مقررہ کے اندر فوت ہو گئے۔ اور اسطرح
دونو نشان پورے ہوئے اور حضرت اقدسؑ کی سچائی کا ثبوت بنے۔ پس بفرض محال اگر مان
بھی لیا جائے کہ آپ اسّی برس والے الہام کے مطابق فوت نہیں ہوئے تب بھی کوئی حرج
نہیں کیونکہ الوصیۃ نے تو اس الہام کو منسوخ کر کے ثابت کر دیا کہ وہ تک بندی نہیں تھی
بلکہ خدا کا کلام تھا ممکن تھا کہ اگر الوصیۃ والا الہام پورا نہ ہوتا تو لوگ کہتے کہ آپنے ایک تُک ماردی
تھی کہ میری عمر اسقدر ہوگی سو پوری ہو گئی۔ مگر خدا تعالیٰ نے موت کے الہامات سے ثابت
کر دیا کہ سب کام خدا کے اختیار میں ہیں وہ جب چاہتا ہے کسی کو لمبی عمر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے
اسکو وفات دیتا ہے اور اسطرح اُس نے حضرت اقدسؑ کے الہامات کی سچائی کو بھی ثابت کر دیا ہاں
اگر الوصیۃ میں موت کی پیشگوئی نہ ہوتی تو لوگ کہتے کہ وہ وقت مقررہ سے پہلے فوت ہوئے لیکن
جب الوصیۃ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اب وفات قریب ہے تو خود بخود پہلی پیشگوئی جو تیئیس برس
تک اپنا جلال دکھا کر منسوخ ہو گئی اور موت کی پیشگوئی کا انتظار شروع ہوا۔ پس اگر یہ بھی

مانا جائے کہ حضرت کی عمر ۶۴ سال کی ہوئی اور اسّی سال کے قریب ہوئی جیسا کہ مَیں پہلے ثابت کر آیا ہوں تو پھر بھی آپ پر کوئی الزام نہیں آتا کیونکہ جب موت کے الہام ہوگئے تو معلوم ہوا کہ اب کچھ سال عمر باقی بھی ہے تو وہ بھی منسوخ ہوگئی۔ غرضکہ مذکورہ بالا دونوں صورتوں سے کسی میں بھی مخالف یا معترض کا ہاتھ نہیں پڑ سکتا کیونکہ اول تو مَیں نے ثابت کر دیا ہے کہ آپ پیشگوئی کے مطابق عمر پاکر فوت ہوئے اور اگر بفرض محال نہ بھی ہوئے تو الوصیۃ کی بعد وہ پہلی پیشگوئی منسوخ سمجھی جائیگی کیونکہ وہ اگر عمر کی زیادتی ظاہر کرتی تھی تو یہ عمر کا انقطاع ظاہر کرتی تھی پس ہر طرح سے خدا کا کلام سچا ثابت ہوتا ہے اور مخالف معترض کا کوئی حق نہیں کہ وہ بغیر علم کے لاتقف مالیس لك به علم کے حکم کے برخلاف وہ خواہ مخواہ اعتراض کرے ورنہ یاد رہے کہ اِس قسم کے اعتراضوں سے کوئی نبی نہ بچیگا۔

۲۔ دوسری بات جسکا مَیں جواب دینا چاہتا ہوں وہ نکاح والی پیشگوئی ہے جسکی نسبت مخالف اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت صاحب فوت ہوگئے ہیں اور وہ پوری نہیں ہوئی۔ سو یاد رہے کہ یہ پیشگوئی اولاً ایک اشتہار میں جو ۱۸۸۸ء میں شایع ہوا درج ہوئی تھی اور اُسمیں لکھا گیا تھا کہ بوجہ اس کے کہ آپکے بعض قریبی رشتہ دار حق کی مخالفت کرتے ہیں انپر عذاب آئیگا اور اطلاع دیگئی تھی کہ اگر احمد بیگ اپنی لڑکی کا نکاح آپ سے نہ کریگا تو نکاح کے بعد تین سال بلکہ اس سے بھی قریب زمانہ میں مر جائیگا اور وہ جو اُس لڑکی سے کریگا اڑھائی سال کے اندر فوت ہوجائیگا۔ اور لڑکی کے والد کے ہاں اور بھی فوتیاں ہونگی۔ مگر اس کے ساتھ رجوع کی شرط تھی کیونکہ یہ تمام سزا اُن لوگوں کے لیئے اس لیئے تجویز ہوئی تھی کہ وہ خدا کی باتوں سے ٹھٹھا کرتے اور اُس کے کلام پر ہنستے تھے۔ اور جب وہ رجوع کریں تو لازم تھا کہ وہ اُس عذاب سے

بجائے جائیں جو کہ اُنکے لیئے مقرر ہوچکا تھا۔ پس دیکھنا چاہیئے کہ اس پیشگوئی کی ایک شاخ جو احمد بیگ
اور اُسکے رشتہ داروں کے لیئے تھی کیسے زور سے پوری ہوئی اول تو اُس پیشگوئی کے مطابق
احمد بیگ جس نے بدزبانی کو نہ چھوڑا اور اپنی ضد سے باز نہ آیا اُس لڑکی کے نکاح تک زندہ رہا اور جب
اُس نے ۷۔ اپریل ۱۸۹۲ء میں اُس لڑکی کا ایک اور جگہ نکاح کر دیا تو وہ پیشگوئی کی مقررکردہ
میعاد کے اندر یعنی ۳۱ ستمبر ۱۸۹۲ء کو فوت ہوگیا۔ اور بجائے تین سال کے چوتھے مہینہ تک ہی
اُسکو عذاب الٰہی نے گرفتار کر لیا اور اُس کے ساتھ ہی اُسکے گھر میں اور کئی موتیں ہوئیں پس
ہر ایک طالب حق جان سکتا ہے کہ اس پیشگوئی کی ایک شاخ کس زور سے پوری ہوئی اول تو
احمد بیگ لڑکی کے نکاح تک زندہ رہا پھر وہ نکاح کے بعد چار مہینہ کے اندر ہی فوت ہوگیا
اور اُسکے ساتھ ہی اُسکے گھر میں بھی کئی موتیاں ہوئیں۔ پس اسکا لازمی نتیجہ تھا کہ وہ
شخص جو اُس لڑکی کا خاوند تھا رجوع کرتا اور شرارت سے توبہ کرتا اور اُس لڑکی کی والدہ بھی
اپنے گناہوں سے باز آئی چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اُن لوگوں نے بہت کچھ فروتنی دکھلائی اور اُس
لڑکی کا ایک چچا اس سلسلہ میں داخل ہوا اور اپنے کل گذشتہ گناہوں سے تائب ہوا پس
ضروری تھا کہ خدا کا عذاب اُنپر سے ٹل جاتا اور وہ اُس آنیوالی مصیبت سے مامون رہتے کیونکہ
جب شرط نہ رہی تو مشروط بھی نہ رہا۔ اور باقی رہا دوبارہ حضرت مسیح موعودؑ سے نکاح کا معاملہ
اسکا جواب دینے کی ہمکو کچھ ضرورت نہیں کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں
خود دیگئے ہیں اور اُسکی نسبت خدا کا صاف فیصلہ تحریر فرما گئے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ اس
نکاح کے ظہور کیلیئے جو آسمان پر پڑھا گیا خدا کی طرف سے وحی تھی اور وہ یہ کہ ایتھا المرأۃ توبی توبی
فانّ البلاء علیٰ عقبک۔ پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کر دیا تو نکاح

فسخ ہوگیا یا تاخیر میں ڈالا گیا کیا آپ کو خبر نہیں کہ یمحوا اللہ ما یشاء
ویثبت نکاح آسمان پر پڑھا گیا یا عرش پر مگر آخر وہ سب کارروائی شرطی تھی شیطانی وساوس
سے الگ ہوکر اُسکو سوچنا چاہیئے کیا یونسؑ کی پیشگوئی نکاح پڑھنے سے کچھ کم تھی جسمیں بتلایا
گیا تھا کہ آسمان پر یہ فیصلہ ہوچکا ہے کہ چالیس دن تک اس قوم پر عذاب نازل ہوگا مگر عذاب
نازل نہ ہوا حالانکہ اس میں کسی شرط کی تصریح نہ تھی پس وہ خدا جس نے اپنا ایسا ناطق
فیصلہ منسوخ کردیا اُسپر مشکل تھا کہ اس نکاح کو بھی منسوخ یا کسی اور وقت پر ٹالدے۔"
(حقیقۃ الوحی تتمہ صفحہ ۱۳۳) - اب غور کرنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعودؑ اس پیشگوئی کی نسبت
اپنی زندگی میں ہی لکھ گئے ہیں اور فیصلہ کرگئے ہیں کہ یا تو وہ کسی اور وقت پر ٹل گیا ہے یا بالکل فسخ
ہوگیا ہے پس اب اس پیشگوئی پر اعتراض کرنا نہایت جہالت پر دلالت کرتا ہے۔ کاش کہ لوگ
پہلی بات کی تہ کو پہنچیں اور پھر اعتراض کیا کریں۔ یاد رہے کہ آج سے ایک سال پہلے حضرت اقدسؑ
یہ فیصلہ کرچکے ہیں کہ وہ نکاح بوجہ عورت اور مرد دونوں کے رشتہ داری کے رجوع کے منسوخ ہوچکا
ہے اور اگر آپ ایسا نہ بھی لکھتے تو بھی چونکہ وہ پیشگوئی شرطی تھی ہر ایک عقلمند انسان سمجھ
سکتا تھا کہ چونکہ اُن لوگوں نے جنکی نسبت یہ پیشگوئی تھی رجوع کیا اور توبہ کی اور اُس شوخی سے
باز آئے جو وہ پہلے دکھلاتے تھے تو وہ فیصلہ بھی اپنے سے ٹل گیا۔ پس باوجود اسکے پھر اعتراض کرنا
اچھا نہیں۔ اور ہر ایک معترض کو خدا سے ڈرنا چاہیئے کہ وہ بڑی غیرت والا ہے اور اپنی آیات پر
ہنسنے والوں کو بغیر سزا کے نہیں چھوڑتا۔

۴۔ تیسری بات جسپر اعتراض کیا جاتا ہے وہ پانچویں بیٹے کی پیشگوئی ہے جسکی نسبت مخالفین
سلسلہ کا خیال ہے کہ وہ ابتک پوری نہیں ہوئی۔ کیونکہ حضرت اقدسؑ نے مواہب الرحمن کے صفحہ ۳۹

پر صاف طور سے لکھا تھا کہ بشّرنی بخامسٍ فی حینٍ مّن الاحیان یعنی مجھے
ایک پانچویں بیٹے کی بشارت دیگئی ہی اور اسی طرح اور بہت سے الہامات سے ثابت ہوتا ہی کہ آپکے
ہاں ایک اور لڑکا پیدا ہونیوالا ہی مثلاً یہ کہ انا نبشرك بغلامٍ حلیم - ینزل منزل المبارك
ماھب لك غلاماً زکیاً - ربّ ھب لی ذرّیۃً طیّبۃً انا نبشرك بغلام
اسمہ یحییٰ - مظھر الحق والعلا کانّ اللہ نزل من السّماء - مگر ان پیشگوئیوں
کے ساتھ ہی مخالفین کو یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت اقدسؑ کا ایک الہام ہی جو کہ اخبار الحکم ۳۰ جون
۱۸۹۹ء کو شایع ہوچکا ہی - یعنی "انّی اسقط من اللہ واُصیبہ - یعنی مَیں اللہ تعالیٰ
کی طرف سے آتا ہوں اور اُسی کیطرف جاتا ہوں - پھر اس کے بعد الہام ہوا کفٰی ھٰذا" اور
ساتھ ہی لکھا ہی کہ یہ مبارک احمدؐ کی ولادت کے وقت کے الہام ہیں - اب ہر ایک غور کرنیوالا انسان
سمجھ سکتا ہی کہ پہلے الہام سے تو ثابت ہوتا تھا کہ ایک لڑکا پیدا ہونیوالا ہی جو بچپن میں ہی فوت
ہوجائیگا اور دوسرے الہام کے یہ معنے ہیں کہ یہ نسل یا یہ اولاد کافی ہی اور اب اس کے بعد کوئی
نرینہ اولاد نہیں ہوگی چنانچہ پہلے الہام کے مطابق مبارک احمدؐ آٹھ سال کی عمر میں ہی فوت ہوگیا
اور دوسرے الہام کے مطابق آپکے ہاں اور کوئی نرینہ اولاد نہیں ہوئی اور تین چار برس کا عرصہ
گذرا کہ آپکو الہام ہوا کہ انّا نبشرك بغلامٍ اور اس الہام کو آپنے اپنے پوتے پر لگایا کیونکہ جب دونوں
کلام خدا کی طرف سے تھے تو اُنمیں تناقض نہیں ہونا چاہیئے تھا اور دونوں ایکدوسرے کے مطابق
ہونے چاہیئے تھے - چنانچہ ملہم نے بھی اسی بات کے خیال سے آیندہ بیٹے کے الہام کو اپنے پوتے پر چسپاں
کیا - کیونکہ پوتا بھی بیٹے کے قایم مقام ہوتا ہی - پس اسکے بعد لازم ہی کہ ہر ایک الہام جو آیندہ بیٹے
کی نسبت ہو وہ آیندہ نسل کے لیئے ہو - اور پھر یہ بھی غور کرنا چاہیئے کہ زبان کے لحاظ سے بھی بیٹا

آیندہ نسل کے کسی فرد پر بھی بولا جاتا ہی چنانچہ عربی میں اسطرح کثرت سے استعمال ہتوا ہی چنانچہ اکثر قبیلوں کے نام انکے کسی بزرگ کے نام پر ہوتے ہیں اور وہ اُسکی اولاد کہلاتی ہیں چنانچہ بنو ہاشم اور بنی قریضہ کے دو قبیلے جو مکہ اور مدینہ کو ہیں مسلمانوں کی نظر سے پوشیدہ نہیں ہو سکتے کیونکہ ایک تو وہ قبیلہ ہی جس سے نور اسلام کا درخت پھوٹا اور ایک وہ ہی جس نے اسکو تباہ کرنیکا بیڑا اُٹھایا۔ اور پھر بنی امیہ کی خلافت اور بنی عباس کی سلطنت بھی فراموش نہیں کیجا سکتیں۔ اے دلوں کے اندھو! غور تو کرو!! کیا ہارون الرشید اور مامون الرشید عباس کے بیٹے تھے یا خلیفہ مروان اور عمر بن عبد العزیز امیہ کے لڑکے تھے؟ ہاں ذرا تدبّر سے کام لو اور دیکھو کہ حضرت اقدسؑ کا ایک الہام ہے جو آج سے تیس برس پہلے شایع ہو چکا ہی کہ یقطع من اٰباءك ویبدء منك یعنی آیندہ تیری بڑوں کا نام اُڑا یا جائیگا اور تیری نسل کا نام تجھ سے شہرو ہوگا اور دوسرے یہ کہ اور وں کی نسل ہلاک کیجائیگی اور آپکی رکھی جائیگی مگر وہ جو تقوٰی اختیار کریں اس سے مستثنٰی ہونگے مگر بہرحال آیندہ نسل آپکے نام پر شروع ہوگی اور آپکی اولاد کہلائیگی۔ سو اگر اس الہام کی بنا پر ایک آیندہ ہونیوالے لڑکے کی بشارت اس رنگ میں دیدیگئی کہ وہ تیری ہی اولاد سے ہوگا تو کیا حرج ہوا جب دنیا اپنے طور پر ایک شخص کو صدیوں گذرنیکے بعد بھی ایک دوسرے شخص کا بیٹا قرار دیتی ہی اور عمر بن عبد العزیز اور ہارون الرشید امیہ اور عباس کے لڑکے کہلاتے ہیں تو کیا وجہ کہ خدا تعالٰی حضرت مسیح موعودؑ کی نسل میں سے کسی آیندہ ہونیوالے لڑکے کو اُنکے لڑکے کے نام سے پکار نہ سکے۔ کیا وہ کام جسکا انسان کو اختیار ہی خدا اُس کے کرنیسے معذور ہی؟ یا جب دنیا کے طالب ایک شخص کو کسی پہلے گذرے ہوئے شخص سے نسبت دیتے ہیں حالانکہ وہ اُسکا مستحق نہیں ہوتا تو کیا خدا جو خوب جانتا ہی کہ کون کس سے نسبت دیئے جانیکا لایق ہی ایسا نہیں کر سکتا؟ آج وہ سید

جو ہزاروں قسم کی بدیوں میں مبتلا ہیں اور لاکھوں گناہونکے مرتکب ہوتے ہیں اور سیکڑوں قسم کی
بدکاریاں صبح اور شام اُنسے سرزد ہوتی ہیں اور وہ جنکے اقوال ایک شریف آدمی کی زبان پر نہیں
لائے جاسکتے۔ اور جنکے افعال ایسے نہیں ہیں کہ نیکونکی مجلس میں اُنکا ذکر بھی کیا جائے تو آل محمدؐ
کہلانیکے مستحق ہیں مگر حضرت مسیح موعودؑ کی نسل میں سے کسی لڑکے کو اگر خدا تعالیٰ نے کسی مصلحت
کیوجہ سے اُنکا لڑکا قرار دیا اور اُس کے وجود کی اُنکو بشارت دی تو وہ ناجائز ٹھہرا۔ کیا یہ لوگ سمجھتے
ہیں کہ خدا انسے بھی زیادہ محدود طاقتوں والا ہی؟ یا اُسکو نسبت دینے کا علم نہیں اور وہ اس بارہ میں
غلطی کر بیٹھتا ہی؟ (نعوذ باللہ) آج سیکڑوں نہیں ہزاروں لیکچرار اپنی تقریروں میں زور زور سے
چلاّ چلاّ کر کہتے ہیں کہ اے بنی آدم ایسا مت کرو ایسا کرو مگر اُنسے کوئی نہیں پوچھتا کہ ہمارے باپ کا
نام تو آدمؑ تھا پھر تم کیوں ہمکو اس نام سے پکارتے ہو۔ مگر حضرت صاحب کی نسل میں سے ایک بچہ کو اگر اُنکا
لڑکا قرار دیا گیا تو کونسا اندھیر آگیا۔ کفیٰ ھٰذا کا الہام صاف ثابت کرتا ہی کہ بیٹے کا الہام آیندہ نسل
سے کسی لڑکے کی نسبت ہیں اور پھر وہ الہام جسمیں ہے کہ تیری اولاد تیرے نام سے مشہور ہوگی
اسکی اور بھی تائید کرتا ہی کہ آیندہ نسل کو بھی حضرت مسیح موعودؑ کا بیٹا کہا جا سکتا ہی اور خدا تعالیٰ
تو خوب جانتا ہی کہ کون اُنکا بیٹا ہونیکے لایق ہی اس لیئے اگر کسی عظیم الشان لڑکے کی نسبت جو
دنیا میں ایک تبدیلی پیدا کردے خبر دیجائے اور اُسکو حضرت صاحب کا بیٹا قرار دیا جائے
تو کیا حرج ہی۔ نبی کریمؐ نے بھی تو فرمایا ہی کہ اہل فارس میں سے جو ایمان لائے وہ بنی فاطمہ میں
سے ہے پس کیا اہل فارس خود حضرت فاطمہ میں کے لڑکے بنجاتے ہیں۔ اور پھر اس بات پر
غور کرنا چاہیئے کہ جیسے قرآن و احادیث میں کثرت سے یہ محاورہ استعمال ہوتا ہی تو حضرت
مسیح موعودؑ سے اگر خدا تعالیٰ نے اس رنگ میں کلام کیا تو کیا حرج واقع ہوا مثلاً
قرآن شریف میں یہودیوں کو بار بار بنی اسرائیل کے نام سے پکارا جاتا ہی حالانکہ اسرائیل کو
فوت ہوئے قریباً اڑھائی ہزار برس گذر گئے تھے اور یہودیوں کو پھر بھی خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل

کے نام سے پکارا ہے اگر یہ محاورہ عرب کا نہ ہوتا اور کتب الٰہیہ میں ایسا طریق نہ ہوتا تو اُسوقت کے یہودی جو بات بات پر اعتراض کرتے تھے فوراً یوں اُٹھتے اور شور مچا دیتے کہ دیکھو ایسا مت کہو ہم بنی اسرائیل نہیں۔ اور اپنے والدین کا نام بتاتے کہ اُن لوگوں کی اولاد سے ہیں اور پھر قرآن شریف میں حضرت ابراہیمؑ کی نسبت آتا ہے کہ ووھبنا لہ اسحٰق و یعقوب یعنی ہم نے حضرت ابراہیمؑ کو اسحٰقؑ اور یعقوبؑ عطا کیے حالانکہ حضرت یعقوبؑ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے نہ تھے بلکہ حضرت اسحٰقؑ کے لڑکے تھے پس معلوم ہوا کہ خدا کے کلام میں ایسا آجاتا ہے اور اسمیں اعتراض کی کوئی گنجایش نہیں ہوتی۔ اور پھر قرآن شریف میں آتا ہے کہ اذ اخذنا میثاقکم و رفعنا فوقکم الطور حالانکہ مخاطب تو وہ تھے جو نبی کریمؐ کے مخالف تھے اور حوالہ اُنکا دیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں گذرے ہیں کیا یہودیوں کا حق نہ تھا کہ وہ کہتے کہ یہ غلط ہے ہم سے طور کے نیچے کوئی معاہدہ نہیں لیا گیا۔ مگر افسوس کہ وہ آجکل کے معترضین سے زیادہ سمجھ رکھتے تھے اور جانتے تھے کہ کبھی پہلوں کا نام لیا جاتا ہے اور مخاطب پچھلے کیے جاتے ہیں اور پہلے مراد ہوتے ہیں اور بیٹے سے پوتا یا پڑوتا یا نسل میں سے کوئی اور شخص مراد ہو سکتا ہے اور اس میں کوئی اعتراض کی بات نہیں ہوتی۔ پھر مسلمانوں کو بہت سے حکم قرآن شریف میں دیئے گئے ہیں مثلاً یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن۔ یعنی اے نبی جب طلاق دو تم عورتوں کو تو طلاق دو اُن کو اُنکی عدت پر تو کیا یہ احکام خاص حضرت نبی کریمؐ کے لیئے ہیں اور دوسرے مسلمان اس سے بری ہیں اور اگر بفرض محال وہ شامل ہو گئے تو آجکل کے مسلمان

توضرور اُس کی پابندی سے آزاد ہوں گے۔ پس جب ایسا نہیں ہے اور
کلام الٰہی میں اس قسم کا کلام آجاتا ہے تو اِس بیفایدہ اعتراض سے کیا فایدہ۔ اعتراض
تو ایسا ہونا چاہیئے جو عقل کے مطابق ہو اور پہلے انبیاءؑ پر نہ پڑے۔ جب ایک
اعتراض سے قرآن شریف اور احادیث صحیحہ اور کل انبیاء علیہ السلام پر حرف
آتا ہے تو ایسا اعتراض بجائے فائدہ کے اُلٹا عذاب الٰہی کا موجب ہوتا ہے۔
پس وہ جو اس قسم کے اعتراض کرتے ہیں اور اپنے دلوں میں خوش ہوتے ہیں۔
چاہیئے کہ ڈریں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی غیرت شریر کو سزا کے بغیر نہیں چھوڑتی
اور بیجا طعنہ کرنیوالا خود مورد قہر الٰہی ٹھہرتا ہے غور کرو کہ قرآن شریف میں صاف
آتا ہے وجاھدوا فی اللہ حق جھادہٖ ھو اجتبٰکم وما جعل
علیکم فی الدّین من حرجٍ ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سمّٰکم المسلمین
(پارہ ۱۷۔ سورۃ حج رکوع ۱۰) اور کوشش کرو اللہ کی راہ میں خوب کوشش
جس نے پسند کیا تمکو اور نہیں کی تمہارے لیئے دین میں کوئی تنگی وہ دین جو
تمہارے باپ ابراہیمؑ کا ہے جس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ اب کیا
اِن آیات سے یہ نکلتا ہے کہ ہر ایک مسلمان کے باپ کا نام ابراہیم ہوتا ہے
نہیں ہرگز نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو حضرت ابراہیم کی طرز پر کام کرتا
اور اُن کے بتائے ہوئے رستہ پر چلتا ہے اور اسلام قبول کرتا ہے وہ خدا
کے نزدیک ایسا ہے جیسے حضرت ابراہیمؑ کا بیٹا۔ ورنہ یہ بات تو ہر ایک شخص
سمجھ سکتا ہے کہ دنیا کی سیکڑوں قومیں ایسی ہیں جو اسلام میں داخل ہیں مگر

حضرت ابراہیم کی نسل سے نہیں اور نہ اُنکی قوم کا حضرت ابراہیم کے خاندان سے
کوئی تعلق ہے پس جب خدا تعالیٰ نے ہر ایک اُس شخص کو جو مسلمان ہوتا ہے
اور خدا کی راہ میں کوشش کرتا ہے حضرت ابراہیمؑ کا بیٹا قرار دیا اور بیٹے کے
لفظ کو اسقدر وسیع کر دیا کہ بنی اسمٰعیل اور بنی اسرائیل کی بھی کوئی شرط نہ رکھی
تو پھر اگر آج اُس خدا نے حضرت مسیح موعودؑ کی نسل میں سے کسی کو اُنہیں کا بیٹا
قرار دیا تو کیا حرج ہے جبکہ آج بیس کروڑ انسان جو مسلمان کہلاتے ہیں خواہ عرب
کے رہنے والے ہوں یا شام کے۔ غرضکہ ایران افغانستان ہندوستان
چین جاپان کے علاوہ یورپ و امریکہ کے باشندے بھی حضرت ابراہیم کے
بیٹے کہلا سکتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ قرآن شریف میں اُنکو ابراہیم کے بیٹے قرار
دیتا ہے تو ایک شخص کو اگر حضرت مسیح موعودؑ کا بیٹا قرار دیا گیا تو کیا غضب ہوا۔
پھر حدیث دیکھتے ہیں تو اس میں بھی بہت سے ایسے محاورات پاتے ہیں مثلاً
معراج کی رات جب آنحضرت صلعم نے جبریل علیہ السلام سے حضرت ابراہیمؑ کی
نسبت پوچھا کہ یہ کون ہیں تو اُنکو اُنہوں نے جواب میں کہا کہ ھٰذا ابوک صالحاً
یعنی یہ تیرا نیک باپ ہے، اور ایسا ہی حضرت آدمؑ کی نسبت فرمایا پس جب قرآن
و حدیث سے یہ بات صاف ثابت ہے تو پھر حضرت اقدسؑ پر کیوں اعتراض
کیا جاتا ہے کہ اُنکو ایک لڑکے کا وعدہ تھا جو پورا نہ ہوا۔ خدا کے وعدے ٹلا نہیں
کرتے اور وہ پورے ہو کر رہتے ہیں اسی طرح یہاں بھی ہوگا۔ ان الہامات سے
یہ مراد نہ تھی کہ خود حضرت اقدسؑ سے لڑکا ہوگا بلکہ یہ مطلب تھا کہ آئندہ زمانہ میں ایک

ایسا شخص تیری نسل سے پیدا ہوگا جو خدا کے نزدیک گویا تیرا ہی بیٹا ہوگا اور
وہ علاوہ تیرے چار بیٹوں کے تیرا پانچواں بیٹا قرار دیا جائیگا۔ جیسے کہ حضرت
عیسیٰؑ ابن داؤد کہلاتے ہیں ایسا ہی وہ آپ کا بیٹا کہلائے گا۔ اور اس میری
بات کی تائید خود حضرت اقدسؑ کے اس الہام سے بھی ہوتی ہے جو میں اوپر درج
کر آیا ہوں یعنی کفٰی ھٰذا جسکے معنے یہ تھے کہ حضرت اقدسؑ کے ہاں اب
نرینہ اولاد نہ ہوگی چنانچہ اُس کے بعد دو لڑکیاں ہوئیں اور لڑکا کوئی نہیں
ہوا۔ اور خود حضرت اقدسؑ کا بھی یہی خیال تھا کیونکہ انہوں نے بھی ایک الہام
جس میں بیٹے کی بشارت تھی اپنے پوتے پر لگایا تھا ورنہ اگر انکو یہ خیال ہوتا کہ
کہ میرے ہی بیٹا ہوگا تو پوتے پر کیوں لگاتے۔ سمجھتے کہ آیندہ بیٹا ہوگا اور وہ
الہام پورا ہو جائے گا۔ پس صاف ظاہر ہے کہ وہ الہامات کسی آیندہ نسل کے
لڑکے کی نسبت تھے خواہ پوتا ہو یا پڑوتا ہو یا کچھ مدت بعد ہو۔ اب بعض لوگ
اعتراض کر سکتے ہیں کہ ایک شخص جسکے چار لڑکے موجود ہوں کہہ سکتا ہے کہ میرے
ایک لڑکا ہوگا اور چونکہ اس کے اولاد موجود ہے اس لیئے اس کے کوئی نہ کوئی تو
بچہ ہوگا ہی پس کیا ہم اسطرح اُسکو نبی مان لیں۔ اس لیئے یہ بات بھی یاد رہے
کہ اوّل تو ہم اُس کی دیگر نشانیوں کو دیکھیں گے کہ وہ اُس کی نبوت پر گواہی
دیتی ہیں یا نہیں اگر واقعی اس کے ساتھ اپنے نشانات ہیں جن سے ایک
شخص نبی قرار دیا جا سکتا ہے تو اس میں کیا شک ہے کہ وہ نبی ہے۔ پیشگوئیاں
بعض بڑے جلال کی ہوتی ہیں بعض معمولی درجہ کی ہوتی ہیں اور ذرا ذرا سے

واقعات کی بعض اوقات نبی کو خبر دی جاتی ہے تو اُسپر اس بات سے کوئی اعتراض
نہیں ہوسکتا۔ اور دوسرے یہ کہ حضرت اقدسؑ نے صرف یہ پیشگوئی نہیں کی کہ میرے
ایک بیٹا ہوگا بلکہ اُس کے ساتھ شرائط رکھے ہیں اور وہ یہ کہ وہ حلیم ہوگا نیک فطرت
اور پاک ہوگا اُس زمانہ کے لوگوں میں سے ایک خاص امتیاز رکھتا ہوگا اور یحییٰ نبی
کی خصلتوں پر ہوگا۔ اور سب سے بڑی شرط یہ کہ وہ اس جلال کے ساتھ آئیگا کہ گویا اُس کے
زمانہ میں خدا خود زمین پر اُتر آئیگا۔ پس اگر کوئی شخص اس قسم کی پیشگوئی کرے اور وہ
اپنے وقت پر پوری بھی ہوجائے تو کیا شک ہے کہ وہ سچا ہے اور اس کے الہام
رحمانی ہیں۔ پس معترضین کو چاہیئے کہ بجائے اِن پیشگوں پر اعتراض کرنیکے اُن
پیشگوئیوں کو دیکھیں جو اس خاص زمانہ کے لیئے ہیں اور جو سیکڑوں کی تعداد
میں پوری ہوچکی ہیں اور ہو رہی ہیں اگر آیندہ ہونیوالی پیشگوئیوں کو نظر اعتراض
سے دیکھا گیا تو کوئی نبی سچا ثابت نہ ہوسکیگا مثلاً حضرت موسیٰؑ نے خبر دی تھی
کہ میری قوم شام کی وارث ہوگی اگر انکے فوت ہونے میں انکی قوم بگڑ جاتی
اور انکو کافر و دجال ٹھہراتی تو کسقدر مشکل پڑتی۔ یا جب حضرت داؤدؑ سے وعدے
کیے گئے تھے اور وہ حضرت مسیحؑ کے وقت میں پورے ہوئے تو کیا درمیانی زمانہ
کے لوگوں کا حق نہ تھا کہ وہ اعتراض کرتے کہ فلاں فلاں وعدہ پورا نہیں ہوا یا
حضرت عیسیٰؑ نے جب اپنے حواریوں کو تختوں کے وعدے دیئے تھے اور اپنے
لیئے بادشاہی کی خبر دی تھی تو اُسوقت اگر وہ لوگ انکار کر بیٹھتے کہ خود تو سولی پر
لٹکایا گیا معلوم نہیں ہمارا کیا حال ہوگا۔ تو کیا اُنکے لیئے بہتر ہوتا؟ یا ہمارے

نبی کریمؐ نے ریل کی سواری کی خبر دی تھی جو آجکل آکر پوری ہوئی تو کیا بیچ کی بارہ
صدیوں کے لوگ دین اسلام کو ترک کر دیتے اور کفر اختیار کر لیتے کہ وہ نئی
سواری کا وعدہ پورا نہیں ہوا۔ پس جب سب نبیوں سے ایسا ہوتا چلا آیا ہے
اور انہوں نے آیندہ زمانہ کی خبریں بھی دی ہیں تو اگر حضرت مسیح موعودؑ نے کچھ آیندہ
کی خبریں دی اور بتایا کہ میری نسل میں سے ایک ایسا لڑکا ہوگا ہیبت اس قدر
ہوگی کہ گویا خدا آسمان سے اُس کی مدد کے لیئے اُتر آیا تو کیا ہوا اس سے تو
اُنکی اور بھی سچائی ثابت ہوگی اور اُسوقت کے لوگ اس پیشگوئی کو پورا ہوتے
دیکھیں گے اور مزہ اُٹھائیں گے۔ آجکل کے لوگوں سے جو وعدے ہیں وہ انپر غور
کریں اور اُنپر جو شکوک ہیں وہ بیان کریں اور توبہ استغفار ساتھ کرتے رہیں
تا اُنہیں اصل حقیقت معلوم ہو اور خدا اپنے خاص فضل سے انپر سچائی کھولدے
اور وہ صراطِ مستقیم دیکھ لیں تاکہ ہلاکت سے بچ جائیں۔ ورنہ جیساکہ مَیں لکھ آیا ہوں
یہ بیٹے کی پیشگوئی تو کسی ایسے لڑکے کی نسبت ہے جو آپ کی نسل سے ہوگا اور بڑی
شان کا آدمی ہوگا اور خدا کی نصرت اُسکے ساتھ ہوگی۔ اور یہ بھی مَیں ثابت کر آیا
ہوں کہ حضرت اقدسؑ کے الہامات میں ہی اس قسم کے استعارہ نہیں ہیں بلکہ
پہلے نبیوں کے کلام میں اور قرآن و حدیث میں بھی ہیں کہ بیٹا کہا جاتا ہے اور
مراد نسل میں سے کوئی آدمی ہوتا ہے۔

اب اس کے بعد مَیں ایک اور چھوٹا سا اعتراض لکھکر اُسکا جواب دیتا ہوں
جو کہ اگرچہ بہت فضول ہے لیکن چونکہ بعض طبیعتوں میں وہ خلجان پیدا کر رہا ہے

اس لیے اسپر بھی لکھنا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ کہ حضرت اقدسؑ تو وفات پا گئے مگر مولوی محمد حسین صاحب نے ابتک توبہ نہیں کی اور آپ پر ایمان نہیں لائے۔ سو یاد رہے کہ حضرت صاحب نے یہ بات کہیں نہیں لکھی کہ وہ میری زندگی میں ایمان لائیں گے۔ بلکہ اگر کہیں لکھا ہے تو یہ کہ مولویصاحب مجھکو مانیں گے سو مولویصاحب ابتک خدا کے فضل سے زندہ ہیں اور تندرست ہیں یہ کونسی بڑی بات ہے کہ وہ اپنی طرز کو بدلدیں جہاں انہوں نے مہدی کے عقاید باطلہ کا رد کر دیا ہے اور گورنمنٹ کو اطمینان دلایا ہے کہ ایسا کوئی مہدی یا مسیح نہیں آئیگا جو خون کی ندیاں بہائے اور مولویوں کے گھروں کو لوٹ کے مال سے بھر دے بلکہ وہ دلائل قاطعہ سے دنیا میں تبدیلی پیدا کریگا۔ تو کیا تعجب ہے کہ وہ کچھ تھوڑا سا فرق جو ہم میں اور انمیں رہ گیا ہے اُسکو بھی دُور کر دیں۔ خدا کے ہاتھ میں ہر ایک کے دل میں اور وہ ہر ایک کے ارادہ پر متصرف ہے۔ جب وہ اپنی زندگی پر غور کرینگے اور دیکھیں گے کہ انہوں نے اپنے بچپن کے رفیق اور جوانی کے غمگسار اور ادھیڑ عمر کے ہادی سے اپنی گذشتہ عمر میں کیا کیا سلوک کیے ہیں اور باوجود اسکے کہ انہوں نے اپنے پورے زور سے اُسکے سلسلہ کو تباہ کرنا چاہا مگر خدا نے اُسکو ہر میدان اور ہر جگہ میں فتح ہی دی اور پھر اپنے لیئے اُسکی تڑپ اور غم اور ہمدردی اور سچ پر لانیکے لیئے کوشش کو ملاحظہ کریں گے تو خود بخود اُنکے دل سے تاللہ لقد اٰثرك الله علينا و ان كنا لخاطئين کی آواز آئیگی اور جب وہ شعر پڑھیں گے کہ

حسینٌ وقاه القوم فی دشت کربلا ٭ وکلمنی ظلماً حسینٌ اٰخرُ

ایک حسین وہ تھا جسکو دشمنوں نے کربلا میں قتل کیا اور ایک وہ حسین ہے جس نے مجھ کو ظلم سے مجروح کیا

كمثلك مع علمٍ بحالی وفطنةٍ ٭ عجبتُ له یبغی الهدیٰ ثم یاطرُ

تیرے جیسا آدمی میری حال سے واقف و دانا۔ تعجب ہے کہ وہ ہدایت پر آکر پھر رہِ راست چھوڑدے

قطعت وراداً قد غرسناہ فی الصبا ٭ ولیس فؤادی فی الوداد یقصّرُ

تُو نے اُس دوستی کو کاٹ دیا جسکا درخت ہم نے بچپن میں لگایا تھا۔ مگر میرے دل نے دوستی میں کوئی کوتاہی نہیں کی

ووالله ان اُجعل علیك مسلّطاً ٭ فانّ یدی عمّا یجازیك تُقصِرُ

اور قسم ہے خدا کی اگر میں تجھ پر مسلط کیا جاؤں۔ تو میرا ہاتھ تجھے سزا دینے سے قاصر رہیگا

تو اُنکا دل یوسفؑ کے بھائیوں سے کچھ کم درد محسوس نہ کریگا مگر اصل بات تو یہی ہے کہ جسکو خدا ہدایت دے وہی ہدایت پاسکتا ہے۔ انکی نسبت بیشک خدا کی طرف سے ایک بشارت ہے، اور حضرت اقدسؑ نے بارہا اُسکا ذکر بھی کیا ہے مگر نا معلوم کہ وہ کیونکر پوری ہو کیونکہ حضرت اقدسؑ نے یہ بھی لکھا ہے کہ انکو موت کے وقت اطلاع دیجائیگی کہ وہ حق پر نہیں ہیں۔ اور اس بات پر مخالفین کو اعتراض کرنیکا کوئی حق نہیں۔ کیونکہ قرآن شریف میں جو یہ لکھا ہے کہ فرعون نے مرتے وقت کہا کہ اٰمنتُ انّه لا الٰه الّا الذی اٰمنت به بنی اسرائیل وانا من المسلمین ٥ تو اسکا ثبوت سوائے اس کے کیا ہے کہ خدا کے کلام میں یوں آیا ہے۔ پس اگر کوئی شخص حضرت اقدسؑ پر اعتراض کرے تو اُس کو چاہیئے کہ پہلے اس بات کو سوچ لے کہ یہ اعتراض خود کلام پاک قرآن شریف پر بھی وارد ہوگا۔ پس اصل بات یہ ہے کہ کلام اللہ کے کئی حصّہ ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ پیشگوئیاں ہوتی ہیں جو دشمنوں پر حجت قایم کرنیکے لیئے ہوتی ہیں

اور ایک ایسی ہوتی ہیں جو اپنوں کی اصلاح کے لیے ہوتی ہیں۔ اور تیسری وہ جو ایمان بالغیب کے لیے ہوتی ہیں۔ مثلاً بہشت کے متعلق جو بعض وعدے قرآن و احادیث میں کیئے گئے ہیں اُنپر کوئی مخالف اعتراض نہیں کر سکتا کیونکہ وہ اُس تیسری حصّہ میں ہیں اور اس کی مثالیں ہر ایک قوم اور مذہب کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ پس اگر مولویصاحب موصوف اپنی وفات کے وقت ایمان لے آئیں تو اسپر دشمنوں کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ وہ اسکو فرعون کا معاملہ سمجھ لیں۔ اور اول تو یہ اعتراض قبل از وقت ہے، مولوی صاحب ابھی زندہ ہیں ایمان لانیکا بہت وقت پڑا ہے اسپر اعتراض کرنا ہی فضول ہے کیا مولویصاحب فوت ہو گئے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ وہ ایمان نہیں لائے؟۔

تیسرا اعتراض زلزلہ کے بارہ میں کیا جاتا ہے کہ حضرت اقدسؑ نے لکھا ہے کہ یہ زلزلہ میرے سامنے آئیگا۔ حالانکہ آپ فوت ہو گئے اور کوئی زلزلہ نہیں آیا۔ سو یاد رہے کہ حضرت اقدسؑ کو کئی الہامات زلزلوں کے بارہ میں آئے ہیں بعض جگہ تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ زلزلہ آپکے سامنے آئیگا۔ اور بعض جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکے بعد آئیگا۔ سو اس کی یہ وجہ ہے کہ آپنے کئی زلزلوں کی خبر دی تھی۔ بعض کی نسبت تو آپنے خبر دی ہے کہ وہ میرے سامنے آئیں گے اور بعض بعد آئیں گے۔ چنانچہ الہامات کے بعد بڑے بڑے خوفناک زلزلے آئے جنہوں نے زمین کو ہلا دیا اور دنیا کانپ گئی اور بہت سے انسان چیخ اُٹھے کہ یہ کیا ہونیوالا ہے چنانچہ سول ملٹری گزٹ نے بھی لکھا کہ نہ معلوم دنیا کو کیا ہونیوالا

ہے۔ چنانچہ جنوبی امریکہ۔ بخارا۔ اور کوئٹہ کے خوفناک زلزلے کچھ ایسے نہیں ہیں
کہ نظر انداز کیے جائیں۔ پس جہاں یہ الہام پورے ہوئے ہیں باقیوں کا بھی انتظار
کرنا چاہیئے۔ اور ایک عظیم الشان زلزلہ کی خبر جو نصرت الحق میں دی گئی ہے اور اسمیں
حضرت اقدسؑ نے لکھا ہے کہ وہ میرے سامنے آئیگا تو اُسکی نسبت یہ الہام بھی درج
ہو چکا ہے کہ ربّ اخّر وقت ھٰذا یعنی اے میرے خدا یہ زلزلہ جو نظر کے
سامنے ہے اسکا وقت کچھ پیچھے ڈالدے۔ اور اس سے پہلے حضرت اقدسؑ نے صاف
لکھا ہے کہ آج زلزلہ کے وقت کے لئے توجہ کی گئی کہ وہ کب آئیگا اسی توجہ کی حالت
میں زلزلہ کی صورت آنکھوں کے آگے آگئی"۔ پس اس الہام سے صاف ثابت ہوتا
ہے کہ اُس زلزلہ میں تاخیر ہو گئی ہے اور وہ کچھ مدّت بعد واقعہ ہوگا اور یہ بھی ظاہر ہوتا
ہے کہ وہ حضرتؑ کے بعد ہوگا کیونکہ اُس کا نظارہ ایسا خوفناک نظر آیا ہے کہ آپنے دعا
کی کہ یا اللہ اس زلزلہ کو ابھی ٹالدے یعنی میری زندگی میں نہ آئے کیونکہ اگر وہ
آپکی زندگی میں آتا تو پھر اُسکا وقت سے وقت پر ٹلنا بیفایدہ تھا اور اُسکا خوفناک
نظارہ آپ کو دیکھنا پڑتا۔ پھر اس الہام کے ساتھ ایک اور الہام ہے کہ اخّرہ اللہ
الیٰ وقت مسمّٰی یعنی خدا نے تیری دعا سُن لی۔ اور اس زلزلہ کو تیری زندگی کے
بعد کسی وقت ٹالدیا۔ پس اب اس پیشگوئی پر کس کو اعتراض ہو سکتا ہے۔ اگر
حضرت اقدسؑ کو ایک زلزلہ کا الہام ہوتا تب تو اعتراض کی کچھ گنجائش ہو سکتی تھی
کہ وہ نہیں آیا مگر جب چار پانچ زلزلوں کی طرف اشارہ تھا جو قیامت کا نمونہ
ہونگے مگر ایک اُن میں سے بہت بڑا ہوگا۔ اور اُسکی نسبت آپنے لکھا تھا کہ وہ

میرے سامنے آئیگا مگر پھر الہام ہوا کہ نہیں آئے گا تو کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟
بیشک ہم مانتے ہیں کہ یہ الہامات بھی تھے کہ آپکے سامنے بھی کئی زلزلے آئیں گے
مگر وہ پہلے بھی ہوئے اور اُنپر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ امریکہ کے زلزلے اور
بخارہ اور کوئٹہ کے زلزلے جنہوں نے ایک دم میں ہزاروں جانوں اور کروڑوں
روپے کا نقصان کر دیا۔ انہیں الہامات کے مطابق تھے جو حضرت صاحب کی زندگی
میں آئے اور کُل الہامات کو پورا کر گئے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ الہام کے الفاظ تو یہ
تھے کہ اریك زلزلة الساعت یعنی مَیں تجھے سخت زلزلہ دکھاؤنگا پس
امریکہ اور بخارا کے زلزلے آپنے کہاں دیکھے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ عربی زبان
کا محاورہ ہے جو ایسے موقعوں پر استعمال ہوتا ہے جیسے قرآن شریف میں آتا ہے
کہ الم تر کیف فعل ربك باصحاب الفیل یعنی کیا تُو نے نہیں دیکھا کہ خدا
نے اصحاب فیل سے کیا کیا حالانکہ اصحابِ فیل کا واقعہ تو نبی کریمؐ سے پہلے ہو چکا
تھا انہوں نے کب دیکھا کہ خدا نے اُن سے کیا کیا۔ پس اس بات پر اعتراض کرنا
کسی نادان کا ہی کام ہے دانا ایسا نہیں کر سکتا۔ پھر ایک اور بات ہے کہ اگر بفرض
محال ہم مان بھی لیں کہ حضرت کا کوئی الہام نہ تھا کہ یہ زلزلہ تیرے بعد آئیگا تو
بھی کیا حرج ہے آپکو بار بار الہام ہوا ہے وإمّا نرینّك بعض الّذی
نعدهم او نتوفّینّك یعنی یا تو ہم بعض وعید کی پیشگوئیاں تجھے دکھلائیں گے
یا وفات دیں گے۔ یعنی بعض ان میں سے تجھے دکھا دینگے اور بعض تیرے بعد
ظہور میں آئیں گی۔ پس اگر یہ پیشگوئی ٹل گئی ہو اور خدا نے کچھ مدّت تک ملتوی

کر دی ہو تو کیا تعجب ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ اس کی اطلاع خدا نے نہیں دی تو
یاد رہے کہ یونسؑ نبی کو بھی اس کی اطلاع نہیں ملی تھی۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے
تو یونسؑ نبی کا قصہ اس معاملہ کو حل کر دیتا ہے کیونکہ اُن سے بھی وعدہ تھا کہ
چالیسؔ دن تک اُنکی قوم پر عذاب آئیگا اور اُنکی زندگی میں ہوگا۔ مگر وہ عذاب
ٹل گیا تو کیا اس سے یہ لازم آیا کہ یونسؑ نبی ہمیشہ زندہ رہے کیونکہ نہ وہ عذاب آئیگا
اور نہ اُسکی موت کا وقت آئیگا۔ پس جب ایسا نہیں تو اس موقع پر کیوں اعتراض
کیا جاتا ہے خدا نے اُس عذاب کو ایک مُدّت پیچھے ڈالدیا تو کیا اب ضروری تھا
کہ وہ اُسوقت تک حضرت اقدسؑ کو زندہ رکھتا۔ مگر یہ جواب ہم مخالفین کے تمام
اعتراضوں کو مانکر دیتے ہیں ورنہ حقیقی جواب یہی ہے کہ حضرت اقدسؑ کو بہت سے
زلزلوں کی خبر دی گئی تھی اور الہام تھا کہ یہ تیری زندگی میں آئیں گے چنانچہ
جیساکہ مَیں اوپر لکھ آیا ہوں وہ آئے بھی۔ اور ایک عظیم الشان زلزلہ کی جو
خبر دیگئی تھی کہ وہ آپ کی زندگی میں آئیگا اُس کی نسبت دوبارہ الہام ہو چکا
تھا کہ وہ آپ کی موت کے بعد ہوگا۔ چنانچہ اسطرح ہوا اور مَیں وہ دونوں الہام جو
اس بارہ میں ہوئے اوپر درج کر آیا ہوں۔ پس یہ کہنا کہ وہ زلزلہ حضرت کی زندگی
میں کیوں نہ آیا ایک بیہودہ اعتراض ہے اور بیفایدہ ضد ہے۔

اب آخر میں مَیں اسقدر اور لکھنا چاہتا ہوں کہ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ
یہ دلائل تو اُن لوگوں کے لیے ہوئے جو مسلمان ہیں یا عیسائی ہیں۔ مگر آریوں کے
لیئے جو ان مذکورہ بالا پیشگوئیوں پر اعتراض کرتے ہیں کیا جواب ہیں۔ سو یاد رہے

کہ اول تو میرے جواب قریباً کل کے کل ایسے ہیں جو خدا کے فضل سے کل
قوموں کے لیئے ہیں۔ مثلاً عمر کی نسبت شہادت صحیحہ کہ وہ پوری ہوئی اور الہام کے
مطابق ہوئی۔ نکاح کے متعلق یہ جواب کہ اُسکا ایک حصہ اس صفائی سے پورا ہوا کہ
اُسپر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ اور دوسرا اس لیئے التوا میں پڑ گیا اور فسخ کیا گیا کہ
جنکی نسبت سزا تجویز تھی انہوں نے رجوع کیا اور ایک اور صریح جواب یہ دیا ہے کہ
خود حضرت اقدسؑ لکھ گئے ہیں کہ وہ فسخ ہوگیا یا التوا میں پڑ گیا ہے اور زمانہ نے بتادیا ہے
کہ وہ فسخ ہی ہوگیا ہے۔ پس جب خود ملہم کہہ گیا ہے کہ وہ فسخ ہوگیا تو کسی کو کیا اعتراض
ہوسکتا ہے۔ اور بیٹے کی نسبت بھی لکھ آیا ہوں کہ حضرت کے الہاموں سے ثابت ہوتا ہے
کہ وہ انکی ہاں نہیں بلکہ آیندہ نسل سے ہوگا اور ایک خاص نشان کا ہوگا۔ اور مولوی
محمد حسین اور زلزلہ کی نسبت بھی ایسے ہی جواب دے آیا ہوں۔ پس اگر انکا کوئی اعتراض
ہوسکتا ہے تو اُن جوابوں پر جو گذشتہ نبیوں کی مثالیں دیکر دیئے گئے۔ سو وہ الزامی
جواب ہیں حقیقی نہیں حقیقی وہ ہیں جو سب کے لیئے ایک ہیں اور دوسرے ان لوگوں کے
لیئے ہمارا صاف جواب یہ ہے کہ ہمیشہ کثرت دیکھنی چاہیئے پیشگوئیوں میں متشابہات
بھی ہوتی ہیں۔ بعض آیندہ زمانہ کے لیئے ہوتی ہیں پس اُنپر اعتراض نہیں ہوسکتا
مگر شکیطرف نظر کرنی چاہیئے سو جہاں حضرت اقدسؑ کی ہزاروں پیشگوئیاں روز روشن
کی طرح پوری ہوئیں اگر چند پیشگوئیوں کی وجہ سے بعض لوگوں کو سمجھ میں نہ آئیں تو اُنپر
اعتراض کرنا محض ضد اور تعصب ہے اور صداقت کے طالب ان باتوں سے دُور ہیں اور
دوسری یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ حضرت اقدسؑ کے تین دعوے تھے ایک مہدی کا

ایک عیسیٰؑ کا ایک کرشن کا۔ اور اسوقت تین قومیں ہی زبردست ہیں مسلمان
عیسائی اور ہندو۔ پس ہر ایک قوم کے لیئے جو معجزات دکھلائے گئے ہیں وہ انہیں
کے رنگ کے ہیں مسلمان اور عیسائیوں کے نبیوں کے حالات چونکہ معلوم ہیں اس لیئے
اُنکے رنگ کی پیشگوئیاں اُنکو دکھلائی گئیں یعنے بعض پیشگوئیاں صاف اور بعض متشابہات
کے رنگ میں کیونکہ اُنکے نبیوں کی پیشگوئیاں بھی اسی طرز پر ہیں۔ اور اس لیئے
وہ ہم پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتے ہاں کرشن ہونیکی حالت میں جو پیشگوئیاں
ہندوؤں کی کُل قوموں کو دکھلائی گئی ہیں اُنپر اعتراض کرنیکا اُنکو حق حاصل ہے۔
اور یہ بات عجیب ہے کہ چونکہ ہندوؤں کے نبیوں کے حالات غائب ہیں اور پایۂ ثبوت
کو نہیں پہنچ سکتے۔ اور اُن میں کوئی تاریخ نہیں جس سے انکے اصل واقعات کا
پتہ مل سکے۔ اور دوسرے اُنکی ایک قوم آریہ اُن نبیوں کے وجود سے بھی منکر
ہے اس لیئے خدا تعالیٰ نے اُنکے لیئے جو معجزات دکھائے وہ ایسے صاف
ہیں کہ اُنپر کوئی اعتراض نہیں آسکتا۔ مثلاً دیانند۔ لیکھرام اور قادیان کے بعض
آریوں کی نسبت پیشگوئیاں ایسی صاف اور صریح ہیں کہ کسی ہندو کی مجال نہیں
کہ اُنپر اعتراض کر سکے بلکہ بعض سلیم الفطرت ہندو صاف طور سے اس بات کا
اقرار کرتے ہیں کہ وہ پوری ہوگئیں اور بعض کے نام حضرت اقدسؑ نے اپنی بعض
کتابوں میں درج بھی کیئے ہیں۔ پس ہندو صاحبان کو چاہیئے کہ اعتراض کرشن
کے معجزات پر کریں جو اُنکے لیئے ہیں۔ کیونکہ ہر ایک قوم پر اُسی کے رنگ میں حجت
قایم کی جاتی ہے اور دوسروں کو اسپر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ایک قوم

اخلاقی تعلیم کو اصل دارومدار سچائی کا سمجھتی ہے تو اُسپر ہم اسلام کی سچائی اُسی رنگ میں ثابت کریں گے۔ اور دوسری قوموں کو اسپر کوئی اعتراض کا حق نہ ہوگا یا مثلاً ہم عیسائیوں کو کہیں کہ جن نشانیوں کا نبی توریت میں بتایا گیا تھا وہ ہمارے نبی کریم تھے اور یہ اُنکی سچائی کا ایک نشان ہے۔ تو اسپر آریوں یا سناتن دھرم کچھ اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ اُنکے رنگ میں اُنپر اتمام حجت قایم کی گئی پس ہندو قوموں کو چاہیئے کہ وہ کرشن والی پیشگوئیوں پر اعتراض کریں جہاں خدا کے فضل سے اُنکو اعتراض کی کوئی گنجائیش نہ ملے گی کیونکہ خدا تعالیٰ نے انہیں کے رنگ میں انپر اتمام حجت قایم کی ہے۔ پس یاد رہے کہ اول تو کُل جواب جو مَیں دے آیا ہوں وہ سب قوموں کے لیئے یکساں ہیں۔ اور دوسرے کثرت دیکھنی چاہیئے۔ اور تیسرے ہندو قوموں کو اُن پیشگوئیوں پر اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے جو کرشن کی حیثیت میں ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے وہ پیشگوئیاں بالکل صاف طور سے پوری کی ہیں۔ کیونکہ اگر اُن میں متشابہات ہوتے تو ہمکو آریوں پر اُنکی سچائی ثابت کرنی مشکل ہوجاتی۔ کیونکہ ملکے نبیوں کے حالات ملنے بہت مشکل بلکہ قریباً ناممکن ہیں۔ پس خدا کے فضل سے دنیا کی کوئی قوم نہیں جو حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات پر اعتراض کر سکے اور خدا تعالےٰ کا کلام بڑے زور سے پورا ہوکر اُنکی سچائی پر مُہر لگا رہا ہے کہ لا یفلح الساحر حیث اتیٰ۔ اور دوسرا یہ الہام کہ قرب اجلك المقدر ولا نبقی لك من المخزیات ذکراً۔

اب اس کے بعد میں اتنا لکھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ حضرت اقدس کی
پیشگوئیوں پر جو اعتراضات کا سلسلہ مخالفین نے شروع کیا ہے وہ بالکل غلط
اور بے بنیاد ہے۔ اور حق پسندی کے لحاظ سے ان کو کوئی حق نہیں کہ وہ اس قسم کے
اعتراض کریں۔ کیونکہ بعض ایسی پیشگوئیوں پر اعتراض کرنا جو متشابہات سے ہوں
راستی کا شیوہ نہیں۔ کیونکہ پیشگوئیوں کی تصدیق اس طرح نہیں ہؤا کرتی کہ تمام کی تمام
پیشگوئیاں بالکل صاف اور سیدھے رنگ میں پوری ہو جائیں۔ اور ہر ایک شخص ان کو
سمجھ سکے۔ چنانچہ قرآن شریف نے اس مسئلہ کو بالکل صاف کر دیا ہے۔ اور اس میں
کوئی شک و شبہہ کی گنجائش نہیں رہی۔ کیونکہ قرآن شریف کے اول ہی صفحہ پر یہ آیت تحریر
ہے کہ ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب۔ یعنی قرآن شریف میں ہدایت ہے
ان متقیوں کے لیے جو غیب کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ یعنی وہ یہ نہیں چاہتے کہ وہ تمام
آیات الٰہیہ کیطرح ان کے آگے کھول کر رکھ دی جائیں۔ اور ایسی سیدھی طرح سے ان کو پیش کیا
جائے کہ کوئی ذی روح بھی ان سے انکار نہ کر سکے۔ بلکہ جب بعض باتیں دیکھتے ہیں جن سے
مذہب کی سچائی ثابت ہوتی ہے۔ تو پھر وہ اسی سے اندازہ لگا کر باقی غیب کی باتوں پر
ایمان لے آتے ہیں۔ اور سمجھ لیتے ہیں کہ سنت اللہ کے مطابق بعض پیشگوئیاں یا بعض احکام
متشابہات ہوتے ہیں جو کہ ممکن ہے کہ ایک کی سمجھ میں نہ آئیں اور دوسرے کی عقل ان کو پالے اور انکی
سچائی کی تصدیق کرے۔ پس خداوند تعالےٰ ایسے ہی لوگوں کو متقی قرار دیتا ہے جو کہ عقل سے کام
لیتے ہیں۔ اور ہر ایک بات کو روز روشن کیطرح صاف دیکھنا ضروری نہیں سمجھتے۔ اور اگر ہر ایک
بات ایسی صاف ہو جایا کرے کہ اندھے سے اندھا بھی اسکو سمجھ لیا کرے تو دنیا میں کفر و ارتداد کا سلسلہ

ہی نہ رہے حالانکہ قرآن شریف سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ کفار ہمیشہ دنیا پر رہینگے۔ اور خود
زمانہ کی رفتار اس بات کو ثابت کرتی ہے اور اگر کسی نبی کے زمانہ میں کل کی کل دنیا مسلمان
ہو سکتی تھی تو اسبات کے سب سے زیادہ مستحق ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم تھے جو تمام نبیوں
کے سردار اور خاتم النبیین ہیں۔ مگر جب انکے زمانہ میں ایسا نہیں ہوا تو پھر کسی اور نبی کی نسبت
ہم کب یہ گمان کر سکتے ہیں کہ اسکے زمانہ میں تمام کی تمام دنیا ایمان لے آئیگی اور کفر کا نام دنیا
سے مٹ جائیگا۔ اور اگر کوئی شخص ایسا گمان کرتا ہے۔ تو وہ نبی کریم کی صریح ہتک کرتا ہے
اور آیت شریفہ وجاعل الذین تبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامہ
بھی صاف ظاہر کرتی ہے کہ قیامت تک کفر اور ارتداد کا سلسلہ جاری رہیگا۔ اور سچے نبیوں کے
دشمن ہمیشہ اور ہر جگہ موجود رہینگے۔ پس معلوم ہوا کہ کبھی اور کسی نبی کے وقت ایسے کھلے کھلے
نشان نہیں دکھائے گئے کہ تمام کی تمام دنیا ایمان لے آئے۔ بلکہ ہر زمانہ میں کچھ محکمات اور کچھ متشابہات
بھی بیان کیے گئے ہیں چنانچہ حضرت نوح کے دشمن آخر وقت تک انکار کرتے رہے کہ ہم کو کوئی نشان نہیں دکھایا
گیا۔ اور آخر ذلت سے ہلاک ہوئے۔ اور حضرت ابراہیم اور اسحٰق کے دشمنوں کا بھی یہی حال رہا
اور پھر حضرت موسےٰ کے مقابلہ میں فرعون کو بھی یہی شکایت رہی کہ کوئی نشان آسمانی لاؤ۔
عصا کا سانپ بنانا تو ایک سحر ہے۔ اور غرق ہوتے وقت اس پر ظاہر ہوا کہ سچا کون تھا اور
جھوٹا کون۔ اور جب اس پر اس حد تک بات کھل گئی۔ اور ثابت ہو گیا کہ حضرت
موسےٰ سچے تھے تو اس وقت اسکو ایمان نے کوئی فائدہ نہ دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ
اگر حق بالکل ظاہر ہو جائے۔ اور کوئی امتیاز عقلمند اور بے عقل میں فرق کرنے کا
نہ رہے۔ تو اس وقت کا ایمان کام نہیں آتا۔ پس کسی نبی سے ایسے معجزات کا طلب

کرنا جو بالکل صریح ہوں اور متشابہات اُن میں قطعًا نہ ہوں بالکل بے فایدہ اور
سنت اللہ کے خلاف ہے کیونکہ جب ایسے صاف نشانات کسی نبی کی سچائی ثابت
کرنیکے لیئے ظاہر ہوں تو پھر اُسپر ایمان لانا بالکل بیفایدہ ہوگا اور ایسے وقت
میں ایمان لانیوالیکو رضائے الٰہی کے حاصل کرنیکا موقع نہ ملیگا اور اُسکا حشر وہی
ہوگا جو فرعون کا ہوا۔ مگر چونکہ خدا تعالیٰ کا منشا کسی نبی کے بھیجنے سے عام
اصلاح کا ہوتا ہے اور کھوٹے کو کھرے سے پرکھنے کا ہوتا ہے اس لیئے ہر ایک
نبی کے وقت معجزات ایسے ہی رنگ میں دکھائے جاتے ہیں۔ کہ سعید الفطرت اور عقلمند
لوگ اُنسے فایدہ اُٹھا لیتے ہیں۔ مگر کج طبع اور بد باطن انسان اُس نور کے حاصل کرنیسے
محروم رہتے ہیں اور آخر تک کٹ حجتی کرتے رہتے ہیں۔ اور باوجود سیکڑوں
نشانوں کے وہ سمجھتے ہیں کہ ابھی کوئی نشان نہیں دکھایا گیا۔ اور ایسے لوگوں کا سوائے
عذاب الٰہی کے کوئی جواب نہیں ہوتا۔ جب عذاب آتا ہے تو پھر سمجھتے ہیں کہ ہاں خدا کا
وعدہ سچا تھا اور اُسکا رسول برحق۔ مگر اُسوقت کا ایمان کسی کام نہیں آتا۔ چنانچہ نبی کریم
کے زمانہ میں بھی لوگوں نے ایسے ہی اعتراض کیئے اور کہا کہ آپ آسمان پر چڑھ کر کتاب
لائیں۔ تب آپ کو ہم مان لیں گے۔ مگر اُسکا جواب جو ملا وہ ظاہر ہی ہے کہ او یکون
لک بیتٌ من زخرفٍ او ترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیک حتّٰی تنزّل علینا
کتابًا نقرؤہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرًا رسولًا یعنی کافر نبی کریم کو
کہتے ہیں کہ اگر آپکے لیئے ایک سونے کا مکان ہو یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں تو ہم ایمان لے آئیں گے
مگر صرف آسمان پر چڑھنا ہی کافی نہیں بلکہ وہاں سے ایک ایسی کتاب بھی لے آئیں جسکو ہم

پڑھ سکیں - (خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ) انکو کہدے کہ میں کیا ہوں صرف ایک بشر رسول ہوں
یعنی بشر رسول سے تو ایسے صاف اور صریح کام نہیں ہوتے جو خلافِ سنت بھی ہوں
اور خلافِ بشریت بھی ہوں - اب صاف ظاہر ہے کہ اگر نبی کریمؐ ایسا صاف معجزہ
دکھا دیتے تو کل کے کل کفار مسلمان ہو جاتے بلکہ کل دنیا کے لوگ آپ پر ایمان لے آتے
لیکن چونکہ خدا تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ معجزات ایسے صاف نہیں دکھاتا کہ جن سے کل دنیا
مان جائے - اور ایمان لانا صدق کی بنا پر نہ رہے اور ہر کاذب و صادق کو زبردستی نبی کی
طرف جھکا دیا جائے اسلئے وہ معجزات میں ایسے متشابہات بھی رکھتا ہے جن سے سعید لوگ فایدہ اٹھاتے
ہیں اور دوسرے لوگ اُلٹا اور بھی بیزار ہو جاتے ہیں اور صریح پیشگوئیوں اور محکمات کو
بھی نظر انداز کر دیتے ہیں جس سے نیکوں اور بدوں میں ایک بیّن فرق ہو جاتا ہے اور دنیا دیکھ
لیتی ہے کہ کون سچائی کا دلدادہ ہے اور کون جھوٹ اور فریب کا شیدا - چنانچہ یہی وجہ تھی کہ
باوجود ہزاروں معجزات اور آیات کے بہت سے خبیثوں نے نبی کریمؐ کی مخالفت کی اور انکو نہیں
مانا - اور بجائے محکمات کے متشابہات کی طرف گئے - اگر تعلیم پر انکی نظر پڑی تو متشابہات پر
اور اگر آیات پر انہوں نے غور کیا تو متشابہات کو مدِ نظر رکھا پس اس وجہ سے وہ ہلاک
ہو گئے اور سچائی کو دیکھ نہ سکے مگر جنہوں نے متشابہات کی پروا نہیں کی اور ایمان بالغیب کے
مسلّم مسئلہ پر عمل کیا وہ اِن تمام مشکلات سے بچ رہے اور ہر قسم کے ابتلاؤں سے محفوظ رہے
اُنہوں نے اصول کو دیکھا اور فروع کو اُنکے مطابق کیا - مگر برخلاف اسکے کفار نے چاہا کہ پہلے
چھت تیار کریں اور پھر بنیاد رکھیں گے اور وہ ناکامیاب ہوئے - پس اصل شناخت کسی نبی کی اسطرح
ہو سکتی ہے کہ کثرت کی طرف نظر کی جائے اور متشابہات کو نظر انداز کیا جائے - کیونکہ جبتک

ایسا نہ کیا جائے کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اور راستی اور حق پسندی بھی یہی چاہتی ہے
کہ جو حق ثابت ہو گیا ہے اُسکو قبول کیا جائے اور جو سمجھ میں نہیں آتا اُسکے لیئے انتظار
کیا جائے۔ اور جو شخص دس محکمات پیشگوئیوں کو نہیں مانتا اس سے کیا اُمید ہو سکتی ہے
کہ ایک پیشگوئی جو متشابہات سے ہے اگر پوری ہو جائے تو وہ اُسکو مان لیگا۔ بلکہ غالب یقین
یہی ہے کہ وہ اُس سے بھی کوئی بہانہ بنا کر چھٹکارا کر لیگا۔ پس سچا اصول یہی ہے کہ
انسان ہر وقت قرآن شریف کی اس آیت کو مدِ نظر رکھے کہ هو الذی انزل علیك
الکتاب منه ایاتٌ محکماتٌ هنّ امّ الکتاب و اخر متشابهاتٌ الی اخرہ
یعنی وہی ہے جس نے اُتاری تجھپر کتاب جس میں نشان ہیں محکمات بھی جو کتاب یعنی
قرآن شریف کی جڑھ ہیں اور دوسری ایسی باتیں بھی اس میں ہیں جو متشابہات ہیں
یعنی بعض باتیں جو اصول کے طور پہ بتائی گئی ہیں وہ تو محکمات ہیں اور بعض متشابہات
بھی ہوتی ہیں جو بعض کو سمجھ آتی ہیں اور بعض کو نہیں۔ اور اُنکا صحیح علم خدا تعالیٰ کے
پاس ہوتا ہے۔ پس اُنپر اعتراض کرنا انہیں لوگوں کا کام ہے جنکے طبع ہیں پس ہر ایک نبی کی
سچائی کو پرکھنے کے لیئے اُسکی تمام پیشگوئیوں پر مجموعی نظر ڈالنی چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ
کثرت کس طرف ہے اور محکمات بھی ہیں یا تمام متشابہات ہی ہیں اور اگر ثابت ہو کہ
محکمات بھی ہیں تو متشابہات کو چھوڑ کر چاہیئے کہ سچائی کی راہ کو قبول کیا جائے
اور کثرت کو مدِ نظر رکھکر قلت کا خیال نہ کیا جائے یعنی جب اکثر پیشگوئیاں محکمات سے
ہوں اور تھوڑی سی متشابہات سے تو چاہیئے کہ محکمات کا لحاظ کیا جائے اور متشابہات
کو خدا کے علم پر چھوڑ دیا جائے۔ ورنہ اگر یہ اصول نہ برتا جائے تو کسی نبی کی سچائی ثابت

نہیں ہو سکتی۔ اور آدمؑ سے لیکر نبی کریمؐ تک تمام نبی نعوذ باللہ جھوٹے ٹھہرتے ہیں کیونکہ
ہر ایک کے ساتھ متشابہات لگے ہوئے ہیں۔ اور ایمان بالغیب کا مسئلہ بھی بالکل اُڑ جاتا ہے
کیونکہ اگر متشابہات نہ ہوں اور محکمات ہی ہوں تو پھر کسی کا ایمان کام نہیں آئیگا اور ہر ایک
شخص فرعون کی طرح نامراد مریگا۔ ایمان کا ثواب تو تبھی تک ملتا ہے جبتک کے انسان اپنے
نفس کی قربانی کرکے ایک بات محض رضائے الٰہی کے لیئے مان لیتا ہے ورنہ اگر متشابہات
کا سلسلہ ہی اُٹھ جائے تو ایمان ایمان نہیں رہتا۔ چنانچہ یہودیوں نے جب یہ سوال کیا کہ
ارنا اللہ جھرۃً فاخذتھم الصاعقۃ بظلمھم یعنی جب انہوں نے کہا کہ ہم کو خدا
ظاہر میں دکھا تو اُن کو اس گناہ کی وجہ سے عذاب نے پکڑ لیا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے
کہ یہ سوال کرنا کہ ہم کو ایسی پیشگوئیاں چاہییں جو متشابہات میں سے نہ ہوں بلکہ صرف محکمات
میں سے ہوں ایک گناہ ہے۔ اور ایسے نشانات کا طلب کرنا جنسے حق ایک اور ایک دو کی
طرح ظاہر ہو جائے ایک بدی ہے۔ پس اسی بنا پر میں پوچھتا ہوں کہ جبکہ حضرت اقدسؑ کی
پیشگوئیوں میں بھی بعض متشابہات پائی جاتی ہیں تو اُنپر کیوں اعتراض کیا جاتا ہے
آپکے ہاتھ پر سیکڑوں نشانات دکھائے گئے جو ایک بیّن طور سے پوری ہوئے پس اگر
چند پیشگوئیاں سمجھ میں نہیں آئیں یا بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ غلط ہوئیں تو اُنکی
وجہ سے اُن ہزارہا پیشگوئیوں کو چھوڑ دینا جو لاکھوں کی تعداد میں پوری ہوئی ہیں کہاں تک
درست ہو سکتا ہے۔ کیا سچائی کی تڑپ رکھنے والا ایسا کام کر سکتا ہے حضرت اقدسؑ
ایسے وقت میں دنیا میں آئے جبکہ تاریکی اور جہل چاروں طرف پھیلا ہوا تھا اور ہر ایک شخص جو
ذرہ بھی عقل رکھتا ہو اس فکر میں تھا کہ میرے پاس کونسے ثبوت ہیں جو ہستی باری تعالیٰ کو

ثابت کر سکیں اور سچے اور جھوٹے مذاہب میں مَیں کن اصول کے ذریعہ امتیاز کروں۔ اور ان پیچوں کے حل کرنیکا کوئی راستہ انکو نظر نہیں آتا تھا اور جبکہ تمام مذاہب باطلہ کا زور اسقدر بڑھ گیا تھا کہ اسلام کا وجود دنیا سے اُٹھنے کو تھا اُسوقت آپنے مبعوث ہوکر جو پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ دنیا کو اس زمانہ کے رنگ کے مطابق عقلی اور نقلی دلائل سے منوا دیا کہ کون مذہب سچا ہے اور ساتھ ہی معجزات کے منکروں کو للکارا کہ تم میں سے جو آیات و نشانات الٰہیہ کا انکار کرتے ہیں میرے سامنے آئیں اور سچ اور جھوٹ میں فرق کرکے دیکھ لیں۔ اُسوقت سے لیکر آپ کی وفات تک ہزاروں بلکہ لاکھوں نشانات آپکے ہاتھ پر ظاہر ہوئے جنکے گواہ نہ صرف احمدی جماعت کے لوگ ہی ہیں بلکہ دیگر مسلمان اور غیر مذاہب کے لوگ بھی۔ چنانچہ عیسائی اور برہمو آریہ تک اُن نشانات سے انکار نہیں کر سکتے۔ پس باوجود اسقدر نشانات کی بارش کے اور نصرت الٰہیہ کے پھر بعض متشابہات پر اعتراض کرنا اگر غلطی نہیں تو اور کیا ہے۔ اور مَیں پہلے ثابت کر آیا ہوں کہ ہر ایک نبی کے ساتھ متشابہات کی پیشگوئیاں بھی لگی ہوئی ہیں تاکہ سچے اور جھوٹے میں فرق کر کے دکھایا جائے اور عقلمند اور جاہل میں امتیاز کیا جائے چنانچہ قرآن شریف میں بار بار آتا ہے کہ اٰیاتٍ لقوم یعقلون یعنی نشان ہیں عقل والوں کیلئے جس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایمان میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ پردہ رکھ لیا جاتا ہے تاکہ ایمان بالغیب کا ثواب بھی بندہ کو ملے اور ہمیشہ ایسے نشانات ہی اُتارے جاتے ہیں جنکو عقلمند ہی سمجھ سکتے ہیں اور وہ جنکے دل بغض اور حسد کے زنگ سے آلودہ ہوتے ہیں اُسکو نہیں سمجھ سکتے۔ چنانچہ جب اسی سنت کے مطابق حضرت اقدسؑ کی پیشگوئیوں میں بھی کچھ متشابہات ہیں تو اسمیں

کیا حرج ہے۔ سچائی کا فیصلہ ہمیشہ محکمات کی کثرت پر ہوتا ہے جیسا کہ قرآن شریف سے
صاف ثابت ہوتا ہے اور مَیں یہ ثابت بھی کر چکا ہوں پھر حضرت صاحب کے معاملہ میں
کیوں خلاف دستور اور طریقوں سے فیصلہ چاہا جاتا ہے۔ تریاق القلوب حقیقۃ الوحی
اور نزول المسیح کو پڑھکر دیکھو کہ کسقدر بینات درج ہیں کیا اُنکو دیکھکر مخالفین نے حضرت
اقدسؑ کو قبول کر لیا جو متشابہات کے پورا ہونے پر زور دیتے ہیں بلکہ اُنکی ہٹ دھرمی
صاف ظاہر کرتی ہے کہ اُنکا مطلب صرف اعتراض کرنیسے ہے ورنہ اگر حق کی تلاش
ہوتی تو وہ ہزاروں پیشگوئیاں جو پوری ہوئیں اور جنہوں نے روز روشن کیطرح حضرت اقدسؑ
کے دعویٰ کو ثابت کر دیا۔ کیا کچھ کم تھیں؟ کیا وہ لوگ اُن پیشگوئیوں کو دیکھکر بصیحت
نہیں پکڑ سکتے۔ حضرت ابوبکرؓ نے تو بغیر کسی نشان دیکھنے کے نبی کریمؐ کو قبول کر لیا
مگر یہ نادان باوجود اسقدر بینات کے پھر حق سے مُنہ موڑتے ہیں اور متشابہات پر
زور دیتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنکا مطلب حق اور باطل کو ملانیسے ہے اور
کچھ نہیں۔ جب قرآن شریف نے ہمکو یہی راہ بتایا ہے کہ ہم محکمات کو دیکھیں اور
متشابہات کا خیال نہ کریں تو باوجود اس نصِ صریح کے کیوں ایک دوسرا طریق اختیار
کیا جائے اور اگر متشابہات پر زیادہ زور دیا بھی گیا تو پھر کل انبیاءؑ کا انکار کرنا پڑیگا
کیونکہ کل انبیاء علیہم السلام کی پیشگوئیوں میں متشابہات پائے جاتے ہیں یہاں
تک کہ ہمارے سردار اور ہادی حضرت محمد مصطفےٰ اصلعم کی پیشگوئیاں بھی اس سے خالی
نہیں۔ پس جب سب انبیاءؑ کے کلام میں ایسا پایا جاتا ہے تو پھر حضرت اقدسؑ پر کوئی
کیا اعتراض کر سکتا ہے اور جو شخص اُنکو اس وجہ سے جھوٹا سمجھتا ہے چاہیئے کہ کل انبیاءؑ کا

انکار کرے۔ پس صاف اور بے خطر طریق وہی ہے جو قرآن شریف نے بتایا ہے یعنی متشابہات
کا خیال نہ کرو کیونکہ اُنکے لئے تعبیریں ہوتی ہیں اور وہ مختلف رنگوں میں پوری ہو جاتی
ہیں بلکہ محکمات کو دیکھو جن پر فیصلہ کا اصل دارومدار ہوتا ہے اور اس اصول پر جب ہم دیکھتے
ہیں تو حضرت اقدسؑ کی وفات پر جسقدر اعتراضات ہوتے ہیں سب کے سب بلا امتیاز خود بخود رد
ہو جاتے ہیں کیونکہ حضرت اقدسؑ کی سیکڑوں پیشگوئیاں ہیں جو پوری ہو چکی ہیں اور
ہزاروں نشانات انکے ہاتھ پر دکھائے گئے ہیں۔ پس انکے ہوتے ہوئے متشابہات کی طرف
ہم توجہ نہیں کر سکتے اگر کوئی پیشگوئی پوری نہ ہوتی اور کل کی کل متشابہات ہی ہوتیں
تو پھر کس کو حق ہو سکتا تھا کہ وہ یہ اعتراض کرے کہ فلاں پیشگوئی پوری نہ ہوئی لیکن جب
بفضل خدا خود حضرت اقدسؑ اپنی زندگی میں سیکڑوں نشانات کی فہرست شایع کر چکے
ہیں جو ایسے کھلے طور سے پوری ہوئے کہ اُنمیں کوئی شک کی گنجایش نہیں رہتی تو اب برخلاف
حکم قرآن و احادیث بعض ایسی پیشگوئیوں پر اعتراض کرنا جو بظاہر پوری نہیں ہوئیں عقل سے
بعید ہے اور یہ اعتراضات نہ صرف حضرت اقدسؑ پر پڑتے ہیں بلکہ کل انبیاء علیہم السلام پر
وارد ہوتے ہیں جس سے اُن سب کا انکار لازم آتا ہے۔ اور میں یہ بھی ثابت کر آیا ہوں کہ
متشابہات کا ہونا بھی ضروری ہوتا ہے کیونکہ اگر متشابہات نہ ہوں تو ایک تو ایمان بالغیب کا
ثواب نہ رہے اور دوسرے کل دنیا مسلمان ہو جائے جو خدا تعالیٰ کی سُنّت کے برخلاف ہے کیونکہ وہ
اپنے پاک کلام میں فرما چکا ہے کہ جاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار ہر زمانہ میں رہینگے۔ پس اس بات کی توقع رکھنا کہ کسی نبی کے
کلام میں متشابہات نہ ہوں اور محکمات ہی محکمات ہوں ایک ایسا خیال ہے جو کبھی پورا نہیں

ہوسکتا۔ اور دوسرے متشابہات میں ایک اور حکمت بھی ہوتی ہے کہ انسانی فطرت کچھ عجیب طرح سے واقع ہوئی ہے کہ جو کوئی بڑا آدمی گذرتا ہے اُسکے تابعین کچھ مدت گذرنیکے بعد اُسکی پرستش کرنے لگتے ہیں مثلاً کرشن رامچندر۔ عزیر اور مسیح۔ جنکو کچھ مدت بعد خدا کا شریک سمجھ لیا گیا۔ پس اگر متشابہات انکی پیشگوئیوں نہ ہوں اور محکمات ہی محکمات ہوں اور بشری لوازمات سے یہ لوگ پاک ہوں تو شاید بجائے خدا کا شریک بنانیکے تمام انبیاؑ کو خدا ہی سمجھ لیا جاتا چنانچہ اس وجہ سے خدا تعالیٰ نے انکے ساتھ بشری کمزوریوں کو بھی رکھا ہے اور متشابہات کا سلسلہ بھی قایم کردیا ہے تاکہ آیندہ آنیوالی نسلیں انکے حالات کو پڑھکر اور انکی پیشگوئیوں کو دیکھکر اندازہ لگاسکیں کہ یہ لوگ بھی ہماری طرح انسان ہی تھے اور خدائی میں انکی کوئی شراکت نہ تھی۔ چنانچہ غور سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رامچندر کی بیوی کو راون کا لیجانا اور انکو خبر نہ ہونا اور پھر بڑی تکلیفوں کے بعد آس پاس کی قوموں سے مدد لیکر راون پر فتح پانا اسی لیئے تھا کہ اُنکی اُمت اُنکو خدائی کا درجہ نہ دے اور اگر دے تو سعید الفطرت انسان ہمیشہ سمجھ سکیں کہ وہ ایک برگزیدہ نبی تھے خدا نہ تھے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کا یہودیوں سے مار کھاکر سولی پر لٹکایا جانا اور تختے کے وعدہ کا جھوٹا نکلنا بھی اسی لیئے تھا کہ عیسائی اُنکو خدا کا بیٹا بناتے ہوئے شرمائیں۔ اور سعید روحیں ہمیشہ ان باتوں پر غور کرکے شرک کی ظلمتوں سے اپنے آپ کو پاک رکھیں پس ظاہر ہے کہ متشابہات کا ہونا نہ صرف اس لیئے ضروری تھا کہ سچوں اور جھوٹوں کو الگ کیا جائے بلکہ اس لیئے بھی کہ آیندہ نسلیں کسی نبی کو خدا یا اُسکا شریک نہ بنالیں اور اگر وہ ایسا کریں بھی تو سعید انسان عقل سے کام لیکر اس شرک سے الگ رہیں۔ پس ہر ایک طالب حق کو چاہیئے کہ جو کوئی شخص حضرت اقدسؐ کی بعض پیشگوئیوں پر جو متشابہات

سے ہی اعتراض کرے تو اُس کے سامنے یہ معاملہ کھولکر بیان کردے کہ متشابہات کا ہونا ہر ایک نبی کی پیشگوئیوں کے لیئے ضروری ہے اور ہر ایک نبی کے ساتھ ایسا ہوتا آیا ہے اور خدا کی سُنّت یہی رہی ہے اور سچائی کو دریافت کرنیکے لیئے محکمات ہی دیکھے جاتے ہیں چنانچہ حضرت اقدسؑ کی محکمات پیشگوئیاں اس کثرت کے ساتھ ہیں کہ کوئی صاحبِ بصیرت انسان اُنکو دیکھکر آپکی سچائی میں شک نہیں لاسکتا۔ اور یہ فیصلہ کا ایک ایسا آسان اور محکم طریق ہے کہ اس سے وہ تمام اعتراضات جو حضرت کی پیشگوئیوں پر پڑتے ہیں دُور ہو جاتے ہیں اور سچائی کا چہرہ روشن ہو جاتا ہے اور یہ اس لیئے ہے کہ خدائے زمین و آسمان نے اپنے پاک کلام قرآن شریف میں فیصلہ کی یہی راہ بتائی ہے جیسا کہ مَیں اوپر بتا آیا ہوں اور ثابت کر آیا ہوں یعنی متشابہات کو چھوڑ کر محکمات پر نظر کیجائے۔

اسجگہ مَیں اس بات کا ذکر کرنا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ اصل ثبوت سچائی کا پیشگوئیاں ہی نہیں بلکہ اور دلائل بھی ہیں جنسے ایک نبی کی سچائی کو ہم ثابت کر سکتے ہیں کیونکہ پیشگوئیاں صرف وقتی ہوتی ہیں اور پھر محض قصے رہ جاتے ہیں جس سے آیندہ زمانہ کے لوگ بہت فایدہ اُٹھا نہیں سکتے بعدازاں تعلیم رہ جاتی ہے اور خود نبی کے وقت میں بھی ایسی اور راہیں ہیں جن سے اُسکی سچائی ظاہر ہوتی ہے مثلاً نبی کریمؐ کی سچائی کا ایک ثبوت خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں دیا ہے کہ قل لوشاء اللہ ما تلوتہ علیکم ولا ادرٰکم بہ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون۔ یعنی اے نبی تُو ان لوگوں کو کہدے کہ اگر چاہتا تو مَیں آیات تمہارے سامنے نہ پڑھتا اور نہ تمکو اُنکی خبر دیتا پس تحقیق مَیں نے اس سے پہلے ایک عمر تم میں گذاری ہے پھر تم کیوں عقل نہیں کرتے۔ یعنی مَیں تم میں ایک لمبا عرصہ گذار چکا ہوں پھر تم میری

سچائی ہیں کیا شک لاتے ہو کیونکہ اگر مجھے پہلے افترا کرنیکی عادت ہوتی تو اس موقعہ پر بھی تم شک کر سکتے تھے کہ اس کو کوئی الہام نہیں ہوتا بلکہ یہ خود بنا لیتا ہے۔ لیکن جب تم میرے پچھلے حالات سے واقف ہو اور جانتے ہو کہ میں جھوٹا نہیں ہوں تو اس موقعہ پر کیوں شک کرتے ہو اور جب میں انسانوں پر جھوٹ نہیں بولتا تھا تو کس طرح ممکن ہے کہ اب خدا پر جھوٹ بولوں۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ ایک رسول کی سچائی کے لیے خدا تعالیٰ نے یہ ایک ثبوت رکھا ہے کہ وہ اپنی پچھلی زندگی کی نظیر دیکر اپنی سچائی کو ثابت کرتا ہے کہ میں ہمیشہ سے نیک عمل کرتا رہا ہوں اور جھوٹ سے مجھے نفرت رہی ہے پھر اب میں کیوں خدا پر افترا باندھنے لگا۔ اب اہل انصاف غور کریں کہ یہی دعویٰ حضرت اقدسؑ نے کیا ہے اور آجتک کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ آپ پر کوئی الزام لگا سکے۔ پس کیونکر چند متشابہات پیشگوئیوں کی وجہ سے ہم اُنکا انکار کر سکتے ہیں مسلمان تو الگ خود ہندو اور عیسائی بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ آپ اپنی تمام عمر میں نہایت نیک اور پارسا رہے ہیں۔ پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو شخص چالیس برس تک ایک عالم زندگی بسر کرے اور جھوٹ سے متنفر ہو اور سچ کا شیدا ہو وہ اپنی آخر عمر میں خدا پر افترا کرے اگر یہ کوئی سچائی کی دلیل نہیں تو یاد رکھو! کہ آدم سے لیکر نبی کریمؐ تک تمام انبیاءؑ پر اعتراض وارد ہوگا غرض نبی کی زندگی میں اور اُسکو بعد پیشگوئی ہی کوئی سچائی کا ثبوت نہیں بلکہ اور بہت سی باتیں قرآن و احادیث سے ثابت ہیں جن سے نبی کی شناخت ہوتی ہے۔ چنانچہ اُن میں سے ایک مثال کیطور پر میں لکھ بھی آیا ہوں اور ثابت کر آیا ہوں کہ اس لحاظ سے بھی حضرت اقدسؑ کی سچائی ثابت ہوتی ہے اور دیگر وجوہات سے بھی جو میں بسبب طوالت کے یہاں لکھ نہیں سکتا آپکا حق پر ہونا پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے پس باوجود ان تمام وجوہات کے چند

متشابہات کی وجہ سے حضرت اقدسؑ کا انکار کرنا صاف شقاوت پر دلالت کرتا ہی اور ظاہر کرتا
ہے کہ آدمؑ اول کی طرح آدمؑ ثانی کا بھی محض حسد اور تکبر کیوجہ سے انکار کیا گیا ہی۔ غرض یہ باتیں تو
نبی کی زندگی کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں مگر اُس کے بعد ایک تعلیم ہی رہ جاتی ہی جو مخالفین اور
طالبانِ حق کے سامنے پیش کیجا سکتی ہی۔ پس اب ہمیں حضرت اقدسؑ کی سچائی کو پرکھنے
کیلئے ضروری ہی کہ اُنکی تعلیم کو دیکھیں اور اُس سے اندازہ لگائیں کہ آیا واقعی انہوں نے وہ کام
کیا جو ایک نبی کیلئے ضروری ہی یا نہیں۔ اب تعلیم بھی تین قسم کی ہوتی ہی اول تو عام شرعی
معاملات کی تعلیم جو روزمرہ پیش آتی ہیں۔ دوسری وہ تعلیم روحانی جس سے جماعت میں
نیکی اور تقویٰ پیدا ہو جائی۔ تیسری وہ تعلیم جس سے غیر مذاہب کا مقابلہ کیا جائی۔ اور نہیں
تینوں تعلیموں کے پھیلانیکے لیئے ہر ایک نبی دنیا پر آتا ہی۔ پس دیکھنا چاہیئے کہ حضرت صاحب
نے ان تمام تعلیمات کو ایسا پھیلایا ہی کہ دوست تو دوست دشمن تک انکار نہیں کر سکتے۔
ہر ایک فرد بشر چلاّ چلاّ کر کہہ رہا ہی کہ حضرت صاحب نے اسوقت اسلام کی وہ خدمت کی ہی کہ اُسکا
انکار سخت نمک حرامی ہی اسلامی مسائل کو ایسا صاف کیا ہی کہ کسی دشمن کی طاقت نہیں
کہ اُنپر حملہ کر سکی۔ مسیح کی وفات کے مسئلہ کو صاف کر کے مسلمانوں کے دلوں میں سے شرک کے بُت کو اطرح نکالا
کہ خدائی واحد کا روشن چہرہ انمیں منعکس ہونے لگا خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات کے مسئلہ پر وہ
روشنی ڈالی کہ گویا خدا کو سامنے دکھا دیا۔ عرش اعظم کی فلاسفی ایسے رنگ میں بیان فرمائی
کہ کُل اعتراضات جو مخالفین کرتے تھے یکدم دُور ہو گئے۔ الہام اور وحی کے دروازہ کو ہمیشہ کیلئے کھلا
ثابت کر کے اسلام کو زندہ مذہب ثابت کیا۔ جہاد کا مسئلہ ایسا صاف کیا کہ خونریزی کا بدنما
داغ ہمیشہ کیلئے اسلام کے دامن سے مٹ گیا۔ دعا کی حقیقت اور مقبولیت کو روزِ روشن کی طرح

کھولکر بتادیا کہ یہ برکت اسلام میں ہی ہے۔ اور اخوت اور محبت کی خوبیاں بیان فرماکر دشمنوں کو بھی بھائی[1] بھائی بنادیا غرض جو جو برائیاں اور بداعتقادیاں مسلمانوں میں پھیل گئی تھیں اُنکو دُور کیا اور وہ اصل اعتقاد جو قرآن واحادیث سے ثابت ہوتے تھے اُنہیں پھیلائے جنکو سعید روحوں نے قبول کیا مگر وہ جو شقی تھے اُن سے متنفر ہو گئے۔ پھر اس کے بعد دوسری تعلیم جو روحانیت کے متعلق ہے ایسی دی کہ اب خدا کے فضل سے تین چار لاکھ احمدی ہیں جن میں سے اکثر صحابہؓ کے صدق کا نمونہ پھر دکھا رہے ہیں بیسیوں ہیں جو دہریت کی عمیق غار میں گرے ہوئے تھے مگر حضرت اقدس کی تعلیم سے متاثر ہو کر اب فنافی اللہ ہو رہے ہیں سیکڑوں ہیں جو طرح طرح کے شرکوں اور بدعتوں کو چھوڑ کر خدا اور رسول کے دلدادہ و شیدا ہو رہے ہیں۔ وہ جنہیں اسلام کے نام سے نفرت تھی اب اسپر جان دیتے ہیں اور وہ جو ایمان کے نام سے ناواقف تھے اب دوسروں کو ایمان کی طرف بلاتے ہیں۔ غرض تیرہ سو سال کے بعد آپ نے پھر ثابت کر دیا کہ قرآن کی تعلیم پر چلکر انسان کیا سے کیا ہو سکتا ہے۔ پھر تیسری تعلیم جو غیر مذاہب کے متعلق ہے وہ ایسی ہے کہ اب کوئی مذہب اسلام سے بڑھکر اپنی خوبیاں بیان نہیں کر سکتا۔ تمام مذاہب کی غلطیاں ثابت کرکے انکو اسلام کی خوبیوں کا قائل کر دیا اور دشمنوں کے منہ سے وہ کلمات نکلوائے جو اسلام کی تعریف سے طوعاً تھے براہین جیسی مدلل کتاب لکھکر آریوں برہموؤں اور دہریوں کا قلع قمع کر دیا آئینۂ کمالات اسلام لکھکر وساوس شیطانی کو ایسا دُور کیا کہ دل صاف ہو گئے۔ جلسہ مذاہب میں وہ تقریر کی کہ کل غیر مذاہب کو اسلام کی برتری ماننی پڑی۔ بشپ کو چیلنج دے کر عیسائیت کو پاش پاش کیا تو لیکھرام کو ہلاک کرکے آریوں کو سبق دیا۔ غرض اُن کے وجود کی برکت سے اسلام کا پاک چہرہ پھر دُنیا پر مہر عالمتاب کی طرح چمکا اور دوست و دشمن نے اُس کی سچائی کا اقرار کیا یہانتک کہ آپ کی وفات پر بہت سے مسلمانوں نے اس بات کو مانا کہ اُن کا ہر ہر لفظ مردہ دلوں کے لیے مسیحائی کا کام کرتا تھا۔ پس یہی کام تھا جس کے لیے وہ آئے تھے اور پورا کر گئے۔ اور یہی تعلیم ہی ہے جو اُن کی سچائی کو ثابت کرتی ہے۔ اور میں اگر اس کی نسبت کسی قدر تفصیل سے لکھوں تو یہ ایک بڑا مضمون بنجائیگا اس لیے اسیقدر لکھ کر ختم کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ میں یا کوئی اور صاحب آیندہ اس معاملہ پر ذرا وسیع نظر ڈالیں غرض اب میں یہ ثابت کر آیا ہوں کہ پیشگوئیاں دو قسم کی ہوتی ہیں ایک محکمات اور ایک متشابہات اور قرآن شریف کے حکم کے رو سے متشابہات پر بحث نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ کثرت محکمات کی ہو تو پھر متشابہات کا ذکر کرنا ہٹ دھرمی ہے۔ اور اس اصول پر نظر ڈالتے ہوئے حضرت اقدسؑ پر کوئی اعتراض نہیں رہتا اور پھر جیسے لکھا ہے کہ اصل تعلیم ہی سچائی کا معیار ہے اُسپر نظر ڈالیں تو آپ کی سچائی میں کوئی شک و شبہ نہیں رہتا۔ غرض یہ دو اصول ایسے ہیں کہ اگر احمدی جماعت انکو یاد رکھے گی تو انشاء اللہ مخالفین کے تمام اعتراضوں سے محفوظ رہے گی۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

راقم خاکسار

میرزا بشیر الدین محمود احمدؐ خلف حضرت مسیح موعودؑ

[1] جبکہ نبی کہتے ہیں ورنہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ الگ جماعت بنا کر تفرقہ ڈالدیا تو اُسے حضرت عیسیٰ کا قول اور بندہ کی نبی کریم ﷺ کی گفتگو یاد کرنی چاہیئے۔ منہ

اَلْوَصِیَّت

یعنے

کلام پاک حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود و مہدی معہود میرزا غلام احمد صاحب قدس سرہٗ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اما بعد چونکہ خدائے عزّوجل نے متواتر وحی سے مجھ خبر دی ہے کہ میرا زمانہ وفات نزدیک ہے اور اس بارہ میں اُسکی وحی اِس قدر تواتر سے ہوئی کہ میری ہستی کو بُنیاد سے ہلا دیا اور اِس زندگی کو میرے پر سرد کر دیا اسلئے میں نے مناسب سمجھا کہ اپنے دوستوں اور اُن تمام لوگوں کے لئے جو میرے کلام سے فائدہ اُٹھانا چاہیں چند نصائح لکھوں۔ سو پہلے میں اُس مقدس وحی سے اطلاع دیتا ہوں جس نے مجھے میری موت کی خبر دیکر میرے لئے یہ تحریک پیدا کی اور وہ یہ ہے جو عربی زبان میں ہوئی اور بعد میں اُردو کی وحی بھی لکھی جائیگی۔ قرب اجلك المقدّر ولا نُبقي لك من المخزيات ذكرًا۔ قلّ ميعاد ربك ولا نبقي لك من المخزيات شيئًا۔ واما نرينك بعض الذى نعدهم او نتوفينّك۔

تموت وانا راض منك - جاء وقتك وبقي لك الايات باهرات
جاء وقتك وبقي لك الآيات بينات ۵ قرب ما توعدون - واما بنعمت
ربك فحدث - انه من يتق الله ويصبر فان الله لا يضيع اجر المحسنين

ترجمہ - تیری اجل مقدر قریب آگئی ہے اور ہم تیرے متعلق ایسی باتوں کا نام و نشان نہیں چھوڑینگے جن کا ذکر تیری رسوائی کا موجب ہو - تیری نسبت خدا کی میعاد مقررہ تھوڑی رہ گئی ہے اور ہم ایسے تمام اعتراض دور اور دفع کر دینگے اور کچھ بھی انہیں باقی نہیں رکھیں گے جن کے بیان سے تیری رسوائی مطلوب ہو - اور ہم اس بات پر قادر ہیں کہ جو کچھ مخالفوں کی نسبت ہماری پیشگوئیاں ہیں اُن میں سے تجھے کچھ دکھاویں یا تجھے وفات دیدیں تو اسحالت میں فوت ہوگا جو میں تجھ سے راضی ہونگا اور ہم کھلے کھلے نشان تیری تصدیق کیلئے ہمیشہ موجود رکھیں گے - جو وعدہ کیا گیا وہ قریب ہے اپنے رب کی نعمت کا جو تیرے پر ہوئی لوگوں کے پاس بیان کر - جو شخص تقوٰے اختیار کرے اور صبر کرے تو خدا ایسے نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا -

اس جگہ یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ہم تیری نسبت ایسے ذکر باقی نہیں چھوڑینگے جو تیری رسوائی اور ہتک عزت کا موجب ہوں - اس فقرہ کے دو معنے ہیں - (۱) اول یہ کہ ایسے اعتراضات کو جو رسوا کرنے کی نیت سے شائع کئے جاتے ہیں ہم دور کر دینگے اور اُن اعتراضات کا نام و نشان نہ رہیگا - (۲) دوسرے یہ کہ ایسے شکایت کرنیوالوں کو جو اپنی شرارتوں کو نہیں چھوڑتے اور بد ذکر سے باز نہیں آتے دُنیا سے اُٹھا لیں گے اور صفحۂ ہستی سے معدوم کر دینگے - تب اُن کے نابود ہونیکی وجہ سے اُن کے بیہودہ

اعتراض بھی نابود ہو جائیں گے۔ پھر بعد اس کے خدا تعالیٰ نے میری وفات کی نسبت
اُردو زبان میں مندرجہ ذیل کلام کے ساتھ مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ بہت تھوڑے
دن رہ گئے ہیں اُس دن سب پر اُداسی چھا جائیگی۔ یہ ہوگا یہ ہوگا یہ ہوگا۔ بعد اسکے
تمہارا واقعہ ہوگا تمام حوادث اور عجائبات قدرت دکھلانے کے بعد تمہارا حادثہ
آئے گا۔

حوادث کے بارے میں جو مجھے علم دیا گیا ہے وہ یہی ہے کہ ہر ایک طرف دُنیا میں
موت اپنا دامن پھیلائے اور زلزلے آئیں گے اور شدت سے آئینگے اور قیامت کا نمونہ
ہونگے اور زمین کو تہ و بالا کر دینگے اور بہتوں کی زندگی تلخ ہو جائیگی۔ پھر وہ جو توبہ
کرینگے اور گناہوں سے دستکش ہو جائیں گے خدا اُن پر رحم کریگا جیسا کہ ہر ایک
نبی نے اِس زمانہ کی خبر دی تھی ضرور ہے کہ وہ سب کچھ واقع ہو لیکن وہ جو اپنے دلوں کو
درست کر لیں گے اور اُن راہوں کو اختیار کرینگے جو خدا کو پسند ہیں اُنکو کچھ خوف نہیں
اور نہ کچھ غم۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو میری طرف سے نذیر ہے میں نے تجھے
بھیجا تا مجرم بنکوکاروں سے الگ کئے جائیں اور فرمایا کہ دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا
نے اُسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی ظاہر
کرویگا + میں تجھے اِس قدر برکت دونگا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے

+ اگر دُنیا کی آنکھ کھلتی تو وہ دیکھتے کہ میں صدی کے سر پر ظاہر ہوا اور چہارم حصہ کے قریب اب تک چودھویں
صدی بھی گذر گئی۔ اور احادیث کے مطابق عین میرے دعوی کے وقت رمضان کے مہینہ میں
چاند گرہن اور سورج گرہن بھی ہوا اور طاعون بھی ملک میں ظاہر ہوئی اور زلزلے بھی آئے اور آئینگے
مگر افسوس اُن پر جنہوں نے دنیا سے پیار کیا انہوں نے مجھے قبول نہ کیا۔ منہ

اور آئندہ زلزلہ کی نسبت جو ایک سخت زلزلہ ہوگا مجھے خبر دی اور فرمایا -

پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی اسلئے ایک شدید زلزلہ کا آنا ضروری ہے لیکن راستباز اس سے امن میں ہیں - سو راستباز بنو! اور تقوی اختیار کرو! تا بچ جاؤ - آج خدا سے ڈرو تا اُس دن کے ڈر سے امن میں رہو - ضرور ہے کہ آسمان کچھ دکھاوے اور زمین کچھ ظاہر کرے - لیکن خدا سے ڈرنیوالے بچائے جائینگے - خدا کا کلام مجھے فرماتا ہے کہ کئی حوادث ظاہر ہونگے اور کئی آفتیں زمین پر اُتریں گی - کچھ تو اُن میں سے میری زندگی میں ظہور میں آجائینگی اور کچھ میرے بعد ظہور میں آئیں گی - اور وہ اس سلسلہ کو پوری ترقی دیگا کچھ میرے ہاتھ سے اور کچھ میرے بعد +

یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ جب سے کہ اُس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اِس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور اُنکو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی (ترجمہ) خدا نے لکھ رکھا ہے کہ وہ اور اُسکے نبی غالب رہیں گے - اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اُس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اِسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ اُنکی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اُسکی تخم ریزی اُنہیں کے ہاتھ سے کرا دیتا ہے لیکن اُسکی پوری تکمیل اُن کے ہاتھ سے نہیں کراتا بلکہ ایسے وقت میں اُنکو وفات دیکر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف آپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں

کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقع دیدیتا ہے اور جب وہ ہنسی اور ٹھٹھا کر چکتے
ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھلاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے
جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں
غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (۱) اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا
ہاتھ دکھاتا ہے۔ (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا
سامنا آجاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا۔
اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جاویگی اور خود جماعت کے لوگ تردد
میں پڑ جاتے ہیں اور انکی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی
راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت
ظاہر کر دیتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر
کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے
وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بیوقت موت سمجھی گئی
اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے۔ اور صحابہ رضؓ بھی مارے غم کے دیوانہ
کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی
قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا
کیا جو فرمایا تھا ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد
خوفھم امنا۔ یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دینگے۔ ایسا ہی حضرت موسےٰ
علیہ السلام کے وقت میں ہوا جبکہ حضرت مسیحؑ مصر اور کنعان کی راہ میں پہلے اس سے

جو بنی اسرائیل کو وعدہ کے موافق منزل مقصود تک پہنچاویں فوت ہو گئے اور بنی اسرائیل میں اُنکے مرنیسے ایک بڑا ماتم برپا ہوا جیسا کہ توریت میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل اس بے وقت موت کے صدمہ سے اور حضرت موسیٰ کی ناگہانی جدائی سے چالیس دن تک روتے رہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا اور صلیب کے وقت کے تمام حواری تتر بتر ہو گئے اور ایک اُن میں سے مرتد بھی ہو گیا۔

سواے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے اسلئے تم اس میری بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لیئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اُس کا آنا تمہارے لیئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جسکا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جبتک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اُس دوسری قدرت کو تمہارے لیئے بھیجدے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیگی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اِس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دونگا سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھائیگا

جس کا اُس نے وعدہ فرمایا اگرچہ یہ دن دُنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہی پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جبتک وہ تمام پوری نہ ہو جائیں جنکی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسّم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔ اور چاہیے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھاوے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے اپنی موت کو قریب سمجھو تم نہیں جانتے کہ کس وقت وہ گھڑی آجائیگی۔ اور چاہیے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔† خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا اُن سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد

† ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کی اتفاق رائے پر ہوگا پس جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کرینگے کہ وہ اس بات کے لایق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے وہ بیعت لینے کا مجاز ہوگا اور چاہئے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں کیلئے نمونہ بناوے خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میں تیری جماعت کیلئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کرونگا اور اُسکو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کرونگا اور اُس کے ذریعہ سے حق ترقی کریگا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کرینگے سو ان دنوں کے منتظر رہو اور تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک شناخت اُسکے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے یا بعض رہو کہ..... دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھیرے جیسا کہ قبل از وقت ایک کامل انسان بننے والا بھی پیٹ میں صرف ایک نطفہ یا علقہ ہوتا ہے۔ منہ

ہے جسکے لیے میں دُنیا میں بھیجا گیا سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے - اور جبتک کوئی خدا سے روح القدس پاکر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد ملکر کام کرو -

اور چاہیئے کہ تم بھی ہمدردی اور اپنے نفسوں کے پاک کرنے سے روح القدس سے حصہ لو کہ بجز روح القدس کے حقیقی تقوے حاصل نہیں ہو سکتی اور نفسانی جذبات کو بکلی چھوڑ کر خدا کی رضا کیلئے وہ راہ اختیار کرو جو اُس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو دُنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں اور خدا کے لیئے تلخی کی زندگی اختیار کرو وہ درد جس سے خدا راضی ہو اُس لذت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اُس فتح سے بہتر ہے جو موجب غضب الٰہی ہو اُس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے اگر تم صاف دل ہو کر اُسکی طرف آجاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کریگا - اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکیگا - خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جبتک تم اپنی رضا چھوڑ کر اپنی لذات چھوڑ کر اپنی عزت چھوڑ کر اپنا مال چھوڑ کر اپنی جان چھوڑ کر اُسکی راہ میں وہ تلخی نہ اُٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے - لیکن اگر تم تلخی اُٹھا لوگے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آجاؤ گے اور تم اُن برکات و استبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائینگے لیکن تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں - خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تقوے ایک ایسا درخت ہے جس کو دل میں لگانا چاہیئے - وہی پانی جس سے تقوے پرورش پاتی ہے تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے

تقویٰ ایک ایسی جڑھ ہے کہ اگر وہ نہیں تو سب کچھ ہیچ ہے اور اگر وہ باقی رہے تو سب کچھ باقی ہے۔ انسان کو اس فضولی سے کیا فائدہ جو زبان سے خدا طلبی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن قدم صدق نہیں رکھتا۔ دیکھو میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کے ساتھ کچھ دُنیا کی ملونی رکھتا ہے اور اس نفس سے جہنم بہت قریب ہے جسکے تمام ارادے خدا کے لیئے نہیں بلکہ کچھ خدا کے لیئے اور کچھ دُنیا کیلئے۔ پس اگر تم دنیا کی ایک ذرہ بھی ملونی اپنے اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں اِس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے بلکہ شیطان کی پیروی کرتے ہو۔ تم ہرگز توقع نکرو کہ ایسی حالت میں خدا تمہاری مدد کریگا۔ بلکہ تم اِس حالت میں زمین کے کیڑے ہو اور تھوڑے ہی دنوں تک تُم اِس طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح کہ کیڑے ہلاک ہوتے ہیں اور تم میں خدا نہیں ہوگا..... بلکہ تمہیں ہلاک کر کے خدا خوش ہوگا لیکن اگر تم اپنے نفس سے درحقیقت مر جاؤ گے تب تم خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا اور وہ گھر بابرکت ہوگا جس میں تم رہتے ہو گے اور اُن دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں اور وہ شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا۔ اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت اور تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی اور گرمی محض خدا کیلئے ہو جائیگی اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کرو گے اور تعلق کو نہیں توڑو گے بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤ گے۔ تم بھی انسان ہو جیسا کہ میں انسان ہوں اور وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے۔ پس اپنی پاک قوتوں کو ضایع مت کرو اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف

جھکے گے تو دیکھو میں خدا کی منشاء کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اُسکی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تا کہ خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے کینہ وری سے پرہیز کرو اور بنی نوع سے سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔ ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کیے جاؤ۔

تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اُسکی طرف دنیا کو توجہ نہیں وہ لوگ جو پورے زور سے اِس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں اُن کے لئے موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں۔ یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضایع کر دیگا تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھیگا اور پھولیگا اور ہر ایک طرف سے اُسکی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائیگا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمایش کرے کہ کون اپنے دعوی بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے وہ جو کسی ابتلا سے لغزش کھائیگا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کریگا اور بدبختی اُسکو جہنم تک پہنچائیگی اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لیئے اچھا تھا مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور اُن پر مصایب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کرینگی۔ اور دُنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئیگی وہ آخر

فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے اُن پر کھولے جائینگے اور خدا نے
مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے
ایسا ایمان جو اُسکے ساتھ دُنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ
نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے
پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔
اے سننے والو سنو!! کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے بس یہی کہ تم اُسی کے ہو جاؤ
اسکے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ ہمارا خدا وہ خدا ہے
جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے
بولتا تھا اور اب بھی وہ سُنتا ہے جیسا کہ پہلے سُنتا تھا۔ یہ خیال خام ہے کہ اِس زمانہ
میں وہ سُنتا ہے مگر بولتا نہیں بلکہ وہ سُنتا ہے اور بولتا بھی ہے اُسکی تمام صفات ازلی
ابدی ہیں کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوگی۔ وہ وہی واحد لاشریک ہے
جسکا کوئی بیٹا نہیں اور جسکی کوئی بیوی نہیں وہ وہی بے مثل ہے جسکا کوئی ثانی نہیں
اور جسکی طرح کوئی فرد کسی خاص صفت سے مخصوص نہیں اور جسکا کوئی ہمتا نہیں جسکا کوئی
ہم صفات نہیں اور جسکی کوئی طاقت کم نہیں وہ قریب ہے باوجود دور ہونے کے اور
دُور ہے باوجود نزدیک ہونیکے۔ وہ تمثل کے طور پر اہل کشف پر اپنے تئیں ظاہر
کرسکتا ہے مگر اُسکے لئے نہ کوئی جسم ہے اور نہ کوئی شکل ہے اور وہ سب سے اوپر ہے
مگر نہیں کہہ سکتے کہ اُسکے نیچے کوئی اور بھی ہے۔ اور وہ عرش پر ہے مگر نہیں کہہ سکتے
کہ زمین پر نہیں۔ وہ مجمع ہے تمام صفات کاملہ کا اور مظہر ہے تمام محامد حقہ کا اور سرچشمہ ہے

تمام خوبیون کا اور جامع ہے تمام طاقتوں کا۔ اور مبدء ہے تمام فیضوں کا۔ اور
مرجع ہے ہر ایک شے کا۔ اور مالک ہے ہر ایک ملک کا اور متصف ہے ہر ایک کمال
سے اور منزہ ہے ہر ایک عیب اور ضعف سے۔ اور مخصوص ہے اس امر میں کہ زمین
والے اور آسمان والے اُسی کی عبادت کریں اور اُسکے آگے کوئی بات بھی انہونی
نہیں اور تمام رُوح اور اُنکی طاقتیں اور تمام ذرات اور اُنکی طاقتیں اُسی کی پیدائش
ہیں۔ اُسکے بغیر کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ وہ اپنی طاقتوں اور اپنی قدرتوں اور اپنے
نشانوں سے اپنے تئیں آپ ظاہر کرتا ہے اور اُسکو اُسی کے ذریعہ سے ہم پاسکتے
ہیں اور وہ راستبازوں پر ہمیشہ اپنا وجود ظاہر کرتا رہتا ہے اور اپنی قدرتیں انکو
دکھلاتا ہے اُسی سے وہ شناخت کیا جاتا اور اُسی سے اُسکی پسندیدہ راہ شناخت
کی جاتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے بغیر جسمانی آنکھوں کے۔ اور سُنتا ہے بغیر جسمانی کانوں
کے اور بولتا ہے بغیر جسمانی زبان کے۔ اِسی طرح نیستی سے ہستی کرنا اُسکا کام ہے
جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ خواب کے نظارہ میں بغیر کسی مادہ کے ایک عالم پیدا کر دیتا ہے
اور ہر ایک فانی اور معدوم کو موجود دکھلا دیتا ہے پس اسی طرح اسکی تمام قدرتیں
ہیں۔ نادان ہے وہ جو اسکی قدرتوں سے انکار کرے۔ اندھا ہے وہ جو اسکی عمیق
طاقتوں سے بیخبر ہے۔ وہ سب کچھ کرتا ہے اور کر سکتا ہے بغیر اُن امور کے جو اسکی
شان کے مخالف ہیں یا اُسکے مراعید کے برخلاف ہیں اور وہ واحد ہے اپنی ذات
میں اور صفات میں اور افعال میں اور قدرتوں میں۔ اور اس تک پہنچنے کے لئے
تمام دروازے بند ہیں مگر ایک دروازہ جو فرقان مجید نے کھولا ہے اور تمام

نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں انکی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں
رہی۔ کیونکہ نبوت محمدیہ اُن سب پر مشتمل اور حاوی ہے اور بجز اس کے سب راہیں
بند ہیں۔ تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں نہ اُس کے
بعد کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس
میں موجود نہیں اِسلئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیئے تھا
کیونکہ جس چیز کیلئے ایک آغاز ہے اُسکے لیئے ایک انجام بھی ہے۔ لیکن یہ
نبوت محمدیہؐ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ
اِس میں فیض ہے۔ اِس نبوت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے
اور اسکی پیروی سے خدا تعالیٰ کی محبت اور اُسکے مکالمہ مخاطبہ کا اُس سے بڑھکر
انعام مل سکتا ہے جو پہلے ملتا تھا۔ مگر اسکا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا
کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اسمیں ہتک ہے۔ ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ
اجتماعی حالت میں اُسپر صادق آ سکتے ہیں کیونکہ اِس میں نبوت تامہ کاملہ محمدیہ
کی ہتک نہیں بلکہ اس نبوت کی چمک اس فیضان سے زیادہ تر ظاہر ہوتی ہے ✠
جبکہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کی رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور
اسمیں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے
لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے

✠ باوجود اسکے خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ نبوت تشریعی کا دروازہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالکل
مسدود ہے۔ اور قرآن مجید کے بعد اور کوئی کتاب نہیں جو نئے احکام سکھائے یا قرآن مجید کا حکم منسوخ
کرے یا اُسکی پیروی معطل کرے بلکہ اسکا عمل قیامت تک ہے ۱۲ منہ

پس یہ ممکن نہ تھا کہ وہ قوم جسکے لیئے فرمایا گیا کہ کُنتُم خیر اُمّۃ اخرجت للنّاس اور جسکے لیئے یہ دعا سکھائی گئی کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم اُنکے تمام افراد اس مرتبہ عالیہ سے محروم رہتے اور کوئی ایک فرد بھی اس مرتبہ کو نہ پاتا اور ایسی صورت میں صرف یہی خرابی نہ تھی کہ اُمّت محمدیہ ناقص اور ناتمام رہتی اور سب کے سب اندھوں کی طرح رہتے بلکہ یہ بھی نقص تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت فیضان پر داغ لگتا تھا اور آپ کی قوت قدسیہ ناقص ٹھیرتی تھی۔ اور ساتھ اسکے وہ دُعا جسکا پانچ وقت نماز میں پڑھنا تعلیم کیا گیا تھا اُسکا سکھلانا بھی عبث ٹھیرتا تھا مگر اسکے دوسری طرف یہ خرابی بھی تھی کہ اگر یہ کمال کسی فرد اُمّت کو براہ راست بغیر پیروی نور نبوت محمدیہ کے مل سکتا تو ختم نبوت کے معنے باطل ہوتے تھے۔ پس ان دونوں خرابیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مکالمہ مخاطبہ کاملہ تامہ مطہرہ مقدسہ کا شرف ایسے بعض افراد کو عطا کیا جو فنا فی الرسول کی حالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے اور کوئی حجاب درمیان نہ رہا اور اُمّتی ہونیکا مفہوم اور پیروی کے معنی اتم و اکمل درجہ پر ان میں پائے گئے ایسے طور پر کہ اُنکا وجود اپنا وجود نہ رہا بلکہ اُنکے محویت کے آئینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود منعکس ہو گیا اور دوسری طرف اتم اور اکمل طور پر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ نبیوں کیطرح انکو نصیب ہوا پس اس طرح پر بعض افراد نے باوجود اُمتی ہونیکے نبی ہونیکا خطاب پایا کیونکہ ایسی صورت کی نبوت نبوت محمدیہ سے الگ نہیں بلکہ اگر غور سے دیکھو تو خود وہ نبوت محمدیہ ہی ہے جو ایک پیرایہ جدید میں جلوہ گر ہوئی۔ یہی معنے اس فقرہ کے ہیں جو آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے حق میں فرمایا کہ نبی اللہ واما مکم منکم یعنے وہ نبی بھی ہے اور امتی بھی ہے ورنہ غیر کو اس جگہ قدم رکھنے کی جگہ نہیں مبارک وہ جو اس نکتہ کو سمجھے تا ہلاک ہونے سے بچ جائے۔ عیسےٰ علیہ السلام کو خدا نے وفات دیدی جیسا کہ خدا تعالیٰ کی صاف اور صریح آیت فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم اس پر شاہد ہے جسکے معنی آیات متعلقہ کے ساتھ یہ ہیں کہ خدا قیامت کو عیسےٰ سے پوچھیگا کہ کیا تو نے ہی اپنی امت کو یہ تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کر کے مانو تو وہ جواب دینگے کہ جبتک میں انمیں تھا تو اُن پر شاہد تھا اور اُن کا نگہبان تھا اور جب تو نے مجھے وفات دیدی تو پھر مجھے کیا علم تھا کہ میرے بعد وہ کس ضلالت میں مبتلا ہوئے۔ اب اگر کوئی چاہے تو آیت فلما توفیتنی کے یہ معنی کرے کہ جب تو نے مجھے وفات دیدی۔ اور چاہے تو اپنی ناحق کی ضد سے باز نہ آکر یہ معنے کرے کہ جب تو نے مع جسم عنصری مجھے آسمان پر اُٹھا لیا۔ بہرحال اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ دوبارہ دنیا میں نہیں آئینگے کیونکہ اگر وہ قیامت سے پہلے دوبارہ دُنیا میں آئے ہوتے اور صلیب ٹوٹی ہوتی تو اس صورت میں ممکن نہیں کہ عیسیٰ جو خدا کا نبی تھا ایسا صریح جھوٹ خدا تعالیٰ کے روبرو قیامت کے دن بولے گا کہ مجھے کچھ بھی خبر نہیں کہ میرے بعد میری اُمت نے یہ فاسد عقیدہ اختیار کیا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا قرار دیدیا کیا وہ شخص جو دوبارہ دنیا میں آوے اور چالیس برس دنیا میں رہے اور عیسائیوں سے لڑائیاں کرے وہ نبی کہلا کر ایسا مکروہ جھوٹ بول سکتا ہے کہ مجھے کچھ بھی خبر نہیں پس جبکہ یہ آیت حضرت عیسیٰ کو دوبارہ آنے سے روکتی ہے ورنہ وہ دروغ گو

ٹھیرتے ہیں۔ تو اگر وہ مع جسم عنصری آسمان پر ہیں اور بموجب تصریح اس آیۃ کے قیامت کے دن تک زمین پر نہیں اُتریں گے تو کیا وہ آسمان پر ہی مرینگے اور آسمان میں ہی اُنکی قبر ہوگی۔ لیکن آسمان پر مرنا آیت فیہا تموتون کے برخلاف ہے۔ پس اس سے تو یہی ثابت ہوا کہ وہ آسمان پر مع جسم عنصری نہیں گئے بلکہ مر کر گئے اور جس حالت میں کتاب اللہ نے کمال تصریح سے یہ فیصلہ کر دیا تو پھر کتاب اللہ کی مخالفت کرنا اگر معصیت نہیں تو اور کیا ہے۔

اگر میں نہ آیا ہوتا تو محض اجتہادی غلطی قابل عفو تھی لیکن جب میں خدا کی طرف سے آگیا اور صریح اور سچے معنے قرآن شریف کے کھل گئے تو پھر بھی غلطی کو نہ چھوڑنا ایمان داری کا شیوہ نہیں۔ میرے لئے خدا کے نشان آسمان پر بھی ظاہر ہوئے اور زمین پر بھی۔ اور صدی کا بھی قریباً چوتھا حصہ گذر گیا اور ہزارہا نشان ظہور میں آگئے اور دُنیا کی عمر میں ساتواں ہزار شروع ہو گیا تو پھر اب بھی حق کو قبول نہ کرنا یہ کس قسم کی سخت دلی ہے۔ دیکھو میں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ خدا کے نشان ابھی ختم نہیں ہوئے اُس پہلے زلزلہ کے نشان کے بعد جو ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء میں ظہور میں آیا جسکی ایک مدت پہلے خبر دی گئی تھی پھر خدا نے مجھے خبر دی کہ بہار کے زمانہ میں ایک اور سخت زلزلہ آنیوالا ہے وہ بہار کے دن ہونگے نہ معلوم کہ وہ ابتداء بہار کا ہوگا جبکہ درختوں میں پتہ نکلتا ہے یا درمیان اُس کا یا اخیر کے دن۔ جیسا کہ الفاظ وحی الٰہی یہ ہیں۔ پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ چونکہ پہلا زلزلہ بھی بہار کے ایام میں آیا تھا اسلئے خدا نے خبر دی کہ وہ دوسرا زلزلہ بھی بہار میں ہی آئیگا

اور چونکہ آخر جنوری میں بعض درختوں کا پتّا نکلنا شروع ہو جاتا ہے اس لیئے اسی مہینہ سے خوف کے دن شروع ہوں گے اور غالباً مئی کے اخیر تک وہ دن رہینگے +

اور خدا نے فرمایا زلزلۃ الساعۃ ط یعنی وہ زلزلہ قیامت کا نمونہ ہوگا۔

اور پھر فرمایا لك نری آیات ونھدم مایعمرون ✝ یعنی تیرے لیئے ہم نشان دکھلائیں گے اور جو عمارتیں بناتے جائینگے ہم انکو گراتے جائیں گے۔ اور پھر فرمایا بھونچال آیا اور شدّت سی آیا زمین تہ و بالا کر دی۔ یعنے ایک سخت زلزلہ آئے گا اور زمین کو یعنے زمین کے بعض حصّوں کو زیر و زبر کر دیگا جیسا کہ لوط کے زمانہ میں ہوا۔ اور پھر فرمایا انّی مع الافواج اٰتیك بغتۃ۔ یعنی پوشیدہ طور پر فوجوں کے ساتھ آؤں گا۔ اُس دن کی کسی کو بھی خبر نہیں ہوگی جیسا کہ لوطؑ کی بستی کی جبتک زیر و زبر نہیں کی گئی کسی کو خبر نہ تھی اور سب کھاتے پیتے اور عیش کرتے تھے کہ ناگہانی طور پر زمین اُلٹائی گئی۔ پس خدا فرماتا ہے کہ اِس جگہ بھی ایسا ہی ہوگا کیونکہ گناہ حد سے بڑھ گیا اور انسان حد سے زیادہ دُنیا سے پیار کر رہے ہیں اور خدا کی راہ تحقیر کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ اور پھر فرمایا زندگیوں کا خاتمہ۔ اور پھر مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ قال ربك انه نازل من السماء ما یرضیك رحمۃ منّا وکان امرًا مقضیا ط یعنی تیرا رب کہتا ہے کہ ایک امر آسمان سے اُترے گا جس

+ مجھے معلوم نہیں کہ بہار کے دنوں سے مراد یہی بہار کے دن ہیں جو اس جاڑے کے گذرنے کے بعد آنے والے ہیں یا کسی اور وقت پر اس پیشگوئی کا ظہور موقوف ہے جو بہار کا وقت ہوگا بہر حال خدا تعالیٰ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہار کے دن ہونگے خواہ کوئی بہار ہو۔ مگر خدا ایک ایسے شخص کی طرح آئیگا جو رات کو پوشیدہ طور پر آتا ہے یہی خدا نے مجھے فرمایا۔ منہ

✝ ایک خدا کی وحی اس بارہ میں یہ بھی ہے۔ تیرے لئے میرا نام چمکا۔ منہ

سے تو خوش ہو جائیگا یہ ہماری طرف سے رحمت ہے اور یہ فیصلہ شدہ بات ہے جو ابتدا سے مقدر تھی اور ضرور ہے کہ آسمان اُس امر کے نازل کرنے سے رُکا رہے جبتک کہ یہ پیشگوئی قوموں میں شائع ہو جائے۔ کون ہے جو ہماری باتوں پر ایمان لاوے بجز اسکے کہ خوش قسمت ہو۔

یاد رہے کہ یہ اعلان تشویش کے پھیلانے کیلئے نہیں بلکہ آیندہ تشویش کی پیش بندی کے لئے ہے تا کوئی بے خبری میں ہلاک نہ ہو۔ ہر ایک امر نیت سے وابستہ ہے پس ہماری نیت دُکھ دینے کی نہیں بلکہ دکھ سے بچانے کی نیت ہے وہ لوگ جو توبہ کرتے ہیں خدا کے عذاب سے بچائے جائیں گے۔ مگر وہ بدقسمت جو توبہ نہیں کرتا اور ٹھٹھے کی مجلسوں کو نہیں چھوڑتا اور بدکاری اور گناہ سے باز نہیں آتا اسکی ہلاکت کے دن نزدیک ہیں کیونکہ اُسکی شوخی خدا کی نظر میں قابل غضب ہے۔

اِس جگہ ایک امر قابل تذکرہ ہے کہ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ خدا نے مجھے میری وفات سے اطلاع دی ہے اور مجھے مخاطب کر کے میری زندگی کی نسبت فرمایا کہ بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں اور فرمایا کہ تمام حوادث اور عجائبات قدرت دکھلانے کے بعد تمہارا عدو نہ آئے گا۔ یہ اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ ضرور ہے کہ میری وفات سے پہلے دُنیا پر کچھ حوادث پڑیں اور کچھ عجائبات قدرت ظاہر ہوں تا دنیا ایک انقلاب کیلئے طیار ہو جاوے اور اُس انقلاب کے بعد میری وفات ہو۔ اور مجھے ایک جگہ دکھلا دیگئی کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہو گی۔ ایک فرشتہ میں نے دیکھا کہ وہ زمین کو ناپ رہا ہے تب ایک مقام پر اُس نے پہنچ کر مجھے کہا کہ یہ تیری

قبر کی جگہ ہے۔ پھر ایک جگہ مجھے ایک قبر دکھلائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اُسکی تمام مٹی چاندی کی تھی۔ تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے۔ اور ایک جگہ مجھ دکھلائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ اُن برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں تب سے ہمیشہ مجھے یہ فکر رہی کہ جماعت کے لیئے ایک قطعہ زمین قبرستان کی غرض سے خریدا جائے۔ لیکن چونکہ موقعہ کی عمدہ زمینیں بہت قیمت سے ملتی تھیں اِس لیئے یہ غرض مدت دراز تک معرض التوا میں رہی اب اخویم مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم کی وفات کے بعد جبکہ میری وفات کی نسبت بھی متواتر وحی الٰہی ہوئی میں نے مناسب سمجھا کہ قبرستان کا جلدی انتظام کیا جائے اِس لیے میں نے اپنی ملکیت کی زمین جو ہمارے باغ کے قریب ہے جسکی قیمت ہزار روپیہ سے کم نہیں اس کام کیلئے تجویز کی اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اسمیں برکت دے اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنا دے اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کر لیا اور دُنیا کی محبت چھوڑ دی اور خدا کے لئے ہو گئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا۔ آمین یارب العالمین

پھر میں دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر خدا اس زمانہ کو میری جماعت میں سے اُن پاک دلوں کی قبریں بنا جو فی الواقع تیرے لئے ہو چکے اور دُنیا کی اغراض کی ملونی اُن کے کاروبار میں نہیں۔ آمین یارب العالمین۔

پھر میں تیسری دفعہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم اے خدائے غفور و رحیم

تو صرف اُن لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اِس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی* اپنے اندر نہیں رکھتے ہیں اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجالاتے ہیں اور تیرے لیئے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہیں۔ جن سے تو راضی ہے اور جن کو تو جانتا ہے کہ وہ بکلّی تیری محبت میں کھوئے گئے اور تیرے فرستادہ سے وفاداری اور پورے ادب اور انشراحِ ایمان کے ساتھ محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں۔ آمین یاربّ العالمین ۔

اور چونکہ اس قبرستان کے لئے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ اُنزل فیہا کل رحمۃ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اُتاری گئی ہے اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اِس

* حاشیہ بدظنی ایک سخت بلا ہے جو ایمان کو ایسی جلدی جلا دیتی ہے جیسا کہ آتشِ سوزاں خس و خاشاک کو اور وہ جو خدا کے مرسلوں پر بدظنی کرتا ہے خدا اسکا خود دشمن ہو جاتا ہے اور اُس کے جنگ کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور وہ اپنے برگزیدوں کے لئے اس قدر غیرت رکھتا ہے جو کسی میں اسکی نظیر نہیں پائی جاتی۔ میرے پر جب طرح طرح کے حملے ہوئے تو وہی خدا کی غیرت میرے لئے افروختہ ہوئی جیسا کہ اُس نے فرمایا۔ انی مع الرسول اقوم و اومن بلوط۔ واُعطیک ما یدوم۔ لک درجۃ فی السماء وفی الذین ھم یبصرون۔ ولک نری اٰیات ونھدم ما یعمرون۔ وقالوا اتجعل فیہا من یُفسد فیہا قال انی اعلم ما لا تعلمون۔ انی مھین من اراد اھانتک۔ لا تخف انی لا یخاف لدیّ المرسلون۔ اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ بشارۃ تلقاھا المدبّرون۔ یا احمدی انت مرادی ومعی۔ انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی وانت منی بمنزلۃ لا یعلمہا الخلق وانت وجیہ فی حضرتی اخترتک لنفسی

قبرستان والوں کو اُس سے حصہ نہیں۔ اِس لئے خدا نے میرا دل اپنی وحی خفی سے
اِس طرف مائل کیا کہ ایسے قبرستان کے لئے ایسے شرائط لگا دئے جاویں کہ وہی لوگ
اس میں داخل ہو سکیں جو اپنے صدق اور کامل استبازی کی وجہ سے اُن شرائط کے
پابند ہوں سو وہ تین شرطیں ہیں۔ اور سب کو بجالانا ہوگا۔

(۱) اس قبرستان کی زمین موجودہ مینے بطور چندہ کے اپنی طرف سے دی ہے لیکن
اس احاطہ کی تکمیل کیلئے کسی قدر اور زمین خریدی جائے گی جسکی قیمت اندازاً ہزار
روپیہ ہوگی اور اس کے خوشنما کرنے کیلئے کچھ درخت لگائے جائینگے اور ایک
کنواں لگایا جائیگا اور اس قبرستان سے شمالی طرف بہت پانی ٹھیرا رہتا ہے
جو گذرگاہ ہے اِسلئے وہاں ایک پل طیار کیا جائیگا اور ان متفرق مصارف کیلئے
دو ہزار روپیہ درکار ہوگا سو کل یہ تین ہزار روپیہ ہوا جو اس تمام کام کی تکمیل کے لیئے
خرچ ہوگا۔ سو پہلی شرط یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اس قبرستان میں مدفون ہونا چاہئے
وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ان مصارف کیلئے چندہ داخل کرے اور یہ چندہ
محض انہیں لوگوں سے طلب کیا گیا ہے نہ دوسروں سے۔ بالفعل یہ چندہ اخویم

اذا غضبت غضبتُ وکلما احببت احببتُ۔ اشرك الله علی کلشیء۔ الحمد لله الذي
جعلك المسیح ابن مریم ٹ لایسئل عما یفعل وهم یسئلون۔ وکان وعدًا مفعولاً یعصمك
الله من العدا۔ وبسیطوا بکل من سطا۔ ذلك بما عصوا وکانوا یعتدون۔ الیس الله
بکاف عبده۔ یاجبال اوّبی معه والطیر۔ کتب الله کا غلبن انا ورسلی وهم من بعد
غلبهم سیغلبون۔ ان الله مع الذین اتقوا والذین هم محسنون۔ ان الذین امنوا ان
لهم قدم صدقٍ عند ربهم سلام قولا من ربٍّ رحیم وامتازوا الیوم ایها المجرمون۔

منہ

مکرم مولوی نورالدین صاحب کے پاس آنا چاہئے لیکن اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو یہ
سلسلہ ہم سب کی موت کے بعد بھی جاری رہیگا۔ اس صورت میں ایک انجمن چاہئے جنکے پاس
ایسی آمدنی کا روپیہ وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہے گا۔ اعلاء کلمہ اسلام اور اشاعت توحید
میں جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں ۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ تمام جماعت میں سے اس قبرستان میں وہی مدفون ہوگا
جو یہ وصیت کرے کہ اسکی موت کے بعد دسواں حصہ اُس کے تمام ترکہ کا حسب ہدایت
اس سلسلہ کے اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام قرآن میں خرچ ہوگا۔ اور ہر ایک صادق
کامل الایمان کو اختیار ہوگا کہ اپنی وصیت میں اس سے بھی زیادہ لکھ دے لیکن اس
سے کم نہیں ہوگا اور یہ مالی آمدنی ایک بادیانت اور اہل علم انجمن کے سپرد رہیگی
اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی اسلام اور اشاعت علم قرآن و کتب دینیہ اور اس سلسلہ کے
واعظوں کیلئے حسب ہدایت مذکورۂ بالا خرچ کرینگے اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس
سلسلہ کو ترقی دیگا اسلئے امید کیجاتی ہے کہ اشاعت اسلام کیلئے ایسے مال بھی بہت
اکٹھے ہو جائیں گے اور ہر ایک امر جو مصالح اشاعت اسلام میں داخل ہے جسکی
اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے وہ تمام امور ان اموال سے انجام پذیر ہوں گے اور
جب ایک گروہ جو متکفل اس کام کا ہے فوت ہو جاوے گا تو وہ لوگ جو انکے جانشین
ہوں گے انکا بھی یہی فرض ہوگا کہ ان تمام خدمات کو حسب ہدایت سلسلہ احمدیہ بجا
لاویں اور ان اموال میں سے اُن یتیموں اور مسکینوں اور نومسلموں کا بھی حق ہوگا جو
کافی طور پر وجوہ معاش نہیں رکھتے اور سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں اور جائز ہوگا کہ اُن

اموال کو بطور تجارت ترقی دی جاوے۔ یہ مت خیال کرو کہ یہ صرف دور از قیاس باتیں ہیں۔ بلکہ یہ اُس قادر کا ارادہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ مجھے اس بات کا غم نہیں کہ یہ اموال کیونکر جمع ہونگے اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہوگی جو ایمانداری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے بلکہ مجھے یہ فکر ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعد وہ لوگ جن کے سپرد ایسے مال کئے جاوین وہ کثرت مال کو دیکھ کر ٹھوکر نہ کھا جائیں اور دُنیا سے پیار نہ کریں۔ سو میں دُعا کرتا ہوں کہ ایسے امین ہمیشہ اِس سلسلہ کو ہاتھ آتے رہیں جو خدا کے لئے کام کریں۔ ہاں جائز ہوگا کہ جن کا کچھ گذارہ نہ ہو اُن کو بطور مدد خرچ اس میں سے دیا جاوے۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ اس قبرستان میں دفن ہونیوالا متقی ہو اور محرمات سے پرہیز کرتا اور کوئی شرک و بدعت کا کام نہ کرتا ہو سچا اور صاف مسلمان ہو۔

(۴) ہر ایک صالح جو اسکی کوئی بھی جائداد نہیں اور کوئی مالی خدمت نہیں کر سکتا اگر یہ ثابت ہو کہ وہ دین کے لیئے اپنی زندگی وقف رکھتا تھا اور صالح تھا تو وہ اِس قبرستان میں دفن ہو سکتا ہے۔

ھدائت

(۱) ہر ایک صاحب جو حسب شرائط متذکرہ بالا کوئی وصیت کرنا چاہیں تو اُن کی وصیت پر عملدرامد اُنکی موت کے بعد ہوگا لیکن وصیت کو لکھ کر اس سلسلہ کے امین مفوض الخدمت کو سپرد کر دینا لازمی امر ہوگا۔ اور ایسا ہی چھاپ کر شائع کرنا بھی کیونکہ موت کے وقت اکثر وصایا کا لکھنا مشکل ہو جاتا ہے اور چونکہ آسمانی نشانوں اور بلاؤں

کے دن قریب ہیں۔ اِسلئے خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسے وقت میں وصیت لکھنے والا بہت درجہ رکھتا ہے جو امن کی حالت میں وصیت لکھتا ہے اور اس وصیت کے لکھنے میں جس کا مال دُنیا مدد دینے والا ہوگا اُسکو دُنیا ثواب ہوگا اور خیرات جاریہ کے حکم میں ہوگا +

(۲) ہر ایک صاحب جو کسی دوسری جگہ میں ہوں جو قادیان سے دُور اِس ملک کے کسی اور حصہ میں ہوں اور وہ ان شرائط کے پابند ہوں جو درج ہو چکی ہیں تو اُن کے وارثوں کو چاہیئے کہ انکی موت کے بعد ایک صندوق میں انکی میت کو رکھ کر قادیان میں پہنچاویں۔ اور اگر اس قبرستان کی تکمیل سے پہلے یعنے پل وغیرہ کی طیاری سے پہلے کوئی صاحب فوت ہو جائیں جو حسب شرائط اس قبرستان میں دفن ہوں گے تو چاہیئے کہ بطور امانت صندوق میں رکھ کر اپنی جگہ دفن کئے جائیں پھر تمام لوازم کی طیاری کے بعد جو قبرستان کے متعلق ہیں قادیان میں اُنکی میت لائی جائے لیکن وہ صاحب جو بغیر صندوق کے دفن کئے جائیں اُن کا قبر میں سے نکالنا مناسب ہوگا +

واضح ہو کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ایسے کامل الایمان ایک ہی جگہ دفن ہوں تا آیندہ کی نسلیں ایک ہی جگہ انکو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں اور تا اُن کے کارنامے

+ حاشیہ کوئی نادان اِس قبرستان اور اس انتظام کو بدعت میں داخل نہ سمجھے کیونکہ یہ انتظام حسب وحی الٰہی ہے انسان کا اسمیں دخل نہیں۔ اور کوئی یہ خیال نہ کرے کہ صرف اس قبرستان میں داخل ہونے سے کوئی بہشتی کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ زمین کسی کو بہشتی کردیگی۔ بلکہ خدا کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ صرف بہشتی ہی اسمیں دفن کیا جاویگا۔ منہ

یعنی جو خدا کے لئے اُنہوں نے دینی کام کئے ہمیشہ کیلئے قوم پر ظاہر ہوں۔

بالآخر ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اِس کام میں ہر ایک مخلص کو مدد دے اور ایمانی جوش ان میں پیدا کرے اور اُنکا خاتمہ بالخیر کرے آمین۔

مناسب ہے کہ ہر ایک صاحب ہماری جماعت میں سے جن کو یہ تحریر ملے وہ اپنے دوستوں میں اُسکو مشتہر کریں اور جہاں تک ممکن ہو اُسکی اشاعت کریں اور اپنی آیندہ نسل کے لئے اُسکو محفوظ رکھیں۔ اور مخالفوں کو بھی مہذب طریق پر اس سے اطلاع دیں اور ہر ایک بدگوئی بدگوئی پر صبر کریں اور دُعا میں لگے رہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

الراقم خاکسار

المفتقر الی اللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ وایدہٗ

۲۰۔ دسمبر ۱۹۰۵ء

الا اے کہ ہشیاری و پاک زاد
پئے حرص دُنیا مدہ دین بباد

بدیں دار فانی دل خود مبند
کہ دارد نہاں را خدش صد گزند

اگر باز باشد ترا گوش ہوش
ز گورت ندائے در آید بگوش

کہ اے طعمۂ من پس از چند روز
پئے فکر دُنیائے دُون کم بسوز

ہراں کو بدُنیائے دُون مبتلاست
گرفتار رنج و عذاب و عناست

بریدہ ز دنیا۔ دو دیدہ براہ۔
برست آنکہ بر موت دارد نگاہ

کشیدہ ز دُنیا ہمہ رخت و بار
سفر کردہ پیش از سفر سوئے یار

رہا کردہ سامان ایں خانہ سُست
پئے وار عقبےٰ کمر بستہ چست

ہماں بہ کہ دل بگسلی زیں مکاں
چو کار حیات است کارے نہاں

ہمیں حرص دُنیا است جان پدر
جہنم کزو داد فرقاں خبر

چو روزے ازیں رہ گذر کردن است
چو آخر ز دنیا سفر کردن است

کہ ناگہ وزد بر گلِ او خزاں
چرا عاقلے دل بہ بندد دراں

کہ ایں دشمن دین و صدق و صفاست
بدیں محبہ بستن دلِ خود خطاست

کہ گاہے بصلحت کشد گہ بجنگ
چہ حاصل ازیں دوستانِ دو رنگ

کہ مہرش رہاند ز بندِ گراں
چرا دل نہ بندی بدان دلستاں

ز سعدی شنو گر ز من نشنوی
بود فکرِ انجام کن اے غوی

اگر بر نکوئی بود خاتمت
عروسی بود نوبتِ ماتمت

تمت

دارالکتب احمدیہ

ایک قومی ضرورۃ

اِس بات سے کون ناواقف ہے کہ بغیر علم کے انسان حیوان سے بدتر ہے اور علوم مختلف قسم کے ہوتے ہیں جو مختلف طریقوں سے سیکھے جاتے ہیں مگر سب سے زیادہ جسکی انسان کو ضرورت ہے وہ دینی علم ہے جس کیلئے خدا تعالیٰ وقتاً فوقتاً اپنے نبی بھیجتا ہے اور جس علم کو کامل کرنے کیلئے اُس نے قرآن جیسی پاک کتاب نازل فرمائی ہے وہ جو علوم دینی سے ناواقف ہوتے ہیں اُنکے ایمان ہر وقت خطرہ کی حالتمیں ہوتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہر ایک فرقہ اور مذہب کے لوگ اپنے دینی علوم کو سیکھنے میں کوشان رہتے ہیں۔ اِسوقت جبکہ خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ایک نبی کو ہم میں بھیجا ہے ہمارے لئے بھی ضروری ہے کہ ہم اُن علوم کے خزانہ سے جو وہ ہمارے لئے چھوڑ گیا ہے فائدہ اُٹھائیں اور اُسکے پیروان نے جو کچھ کوشش دین کے پھیلانے کے لئے کی اُسکو بھی مدنظر رکھیں اور خاص کر وہ لوگ جو قادیان میں رہتے ہیں یا یہاں کچھ دنوں کے لئے آتے ہیں اُنکے لئے تو یہ ضروری اور لازمی ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ اسکے لئے اب تک کوئی متحدہ کوشش نہیں ہوئی۔ اِس ضرورت کو پورا کرنیکے لئے لازمی ہے کہ ہم اُس تمام ذخیرۂ کتب کو جمع کریں جو ہمارے مذہبی علوم کے سیکھنے میں کارآمد ہو سکتے ہیں مگر قادیان میں اِس قسم کی کوئی لائبریری نہیں جہاں بیٹھکر تمام احمدی خواہ قادیان کے یا باہر کے آئے ہوئے کسی وقت

کتب دینیہ کے مطالعہ سے اپنے ذخیرہ معلومات کو بڑھا سکین اسلئے انجمن تشحیذ الاذہان نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ اس ضرورت کو پورا کرے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح کے مشورہ سے ایک دار الکتب یا لائبریری کھولنے کی صلاح ہے جو دن کے اکثر حصہ میں کھلا رہیگا اور وہ لوگ جو قادیان آتے ہیں بجائے اپنا وقت کسی اور جگہ لگانیکے اس جگہ بیٹھکر دینی علوم مین ترقی کر سکینگے۔ اس کتبخانہ میں حضرت اقدس کی کل کتب اور اشتہار اور دیگر تمام احمدیوں کی کتابیں خواہ کسی زبان مین ہون رکھی جائینگی اور اسکے علاوہ کتب حدیث اور تاریخ وغیرہ بھی رکھی جائینگی۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ خلیفۃ اللہ نے اس کتب خانہ کیلئے اپنا کتب خانہ اور مبلغ دس روپیہ چندہ دیا ہے اسی طرح اور احباب نے بھی اس کار خیر میں بہت کچھ مدد دی ہے مگر اسکی عمارت کیلئے اور دیگر سامان کیلئے کم سے کم مبلغ ایک ہزار روپیہ کی ضرورت ہوگی جس کیلئے قادیان میں چندہ کرکے قریباً ڈیڑھ سو روپیہ جمع کیا گیا ہے۔ اب دیگر جماعتون سے التماس ہے کہ وہ اپنی اپنی جگہ اس کار خیر کیلئے چندہ کرکے یہاں روانہ فرماوین۔ چندہ یا تو خاکسار کے نام پر آنا چاہئے یا مکرمی ماسٹر محمد الدین بی۔ اے سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان کے نام۔ اس چندہ کی مفصل فہرست رسالہ تشحیذ الاذہان میں ہر ماہ نکلتی رہیگی اور اسی طرح انشاء اللہ بدر۔ اور الحکم میں بھی شایع ہوتی رہیگی۔ میں امید کرتا ہون کہ احمدی جماعت کے پرجوش ممبر اس کام میں بڑھ بڑھکر حصہ لینگے اور ثواب دارین حاصل کرینگے۔ اب میں ایسے لوگون کیلئے جو اس کام میں ہاتھ بٹائیں برکت اور سلامتی کی دعا کرتا ہوا اس اشتہار کو ختم کرتا ہون والسلام

خاکسار

مرزا بشیر الدین محمود احمد خلف حضرت مسیح موعود

خوشخبری

تشحیذ الاذہان کا یہ خاص نمبر ایک کتاب کی صورت میں چھپکر بھی شایع ہوا ہے اور باوجود خرچ کثیر کے اسکی قیمت صرف ۴؍ رکھی گئی ہے جو کہ خرچ کے مقابلہ میں بھی کم ہے اور یہ ایک تو اس لیے کیا گیا ہے کہ بہت سے مہربانان نے معقول امداد سے ہمکو ممنون فرمایا ہے اور کچھ اس لیے کہ اس کی عام اشاعت ہو۔ اس لیے ناظرین کو چاہیئے کہ اس رسالہ کی بہت سی جلدیں خرید کر مخالفین میں تقسیم کریں اور اپنے غریب بھائیوں کو بھی دیں شاید کسی سعید روح کو فایدہ پہنچے اور وہ ثواب دارین کے مستحق ٹھہریں۔ ہم نے بھی ایک کثیر تعداد مختلف شہروں میں مفت تقسیم کی ہے۔ اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مہینہ کے آخر تک اس رسالہ کا دستیاب ہونا مشکل ہو جائے گا۔ اس لیے جو صاحب اس موقع سے فایدہ اُٹھانا چاہیں جلدی کریں۔

خاکسار منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان

* یاد رہے کہ اس کتاب کا نام "صادقوں کی روشنی کو کون دُور کر سکتا ہے" رکھا گیا ہے۔ منہ

کتب دینیہ کے مطالعہ سے اپنی ذخیرہ معلومات کو بڑھا سکین اسلئے انجمن تشحیذ الاذہان نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ اس ضرورت کو پورا کرے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح کے مشورہ سے ایک دار الکتب یا لائبریری کھولنے کی صلاح ہے جو دن کے اکثر حصہ میں کھلا رہیگا اور وہ لوگ جو قادیان آتے ہیں بجائے اپنا وقت کسی اور جگہ لگانیکے اس جگہ بیٹھکر دینی علوم مین ترقی کر سکینگے۔ اس کتبخانہ میں حضرت اقدس کی کل کتب اور اشتہار اور دیگر تمام احمدیوں کی کتابیں خواہ کسی زبان مین ہون رکھی جائینگی اور اسکے علاوہ کتب حدیث اور تاریخ وغیرہ بھی رکھی جائینگی۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ خلیفۃ اللہ نے اس کتب خانہ کیلئے اپنا کتب خانہ اور مبلغ دس روپیہ چندہ دیا ہے اسی طرح اور احباب نے بھی اس کار خیر میں بہت کچھ مدد دی ہے مگر ابھی عمارت کیلئے اور دیگر سامان کیلئے کم سے کم مبلغ ایک ہزار روپیہ کی ضرورت ہوگی جس کیلئے قادیان میں چندہ کرکے قریباً ڈیڑھ سو روپیہ جمع کیا گیا ہے۔ اب دیگر جماعتون سے التماس ہے کہ وہ اپنی اپنی جگہ اس کار خیر کیلئے چندہ کرکے یہاں روانہ فرماوین۔ چندہ یا تو خاکسار کے نام پر آنا چاہئے یا مکرمی ماسٹر محمد الدین بی۔ اے سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان کے نام۔ اس چندہ کی مفصل فہرست رسالہ تشحیذ الاذہان میں ہر ماہ نکلتی رہیگی اور اسی طرح الشاء اللہ بدر اور الحکم میں بھی شائع ہوتی رہیگی۔ میں امید کرتا ہون کہ احمدی جماعت کے پرجوش ممبر اس کام میں بڑھ بڑھکر حصہ لینگے اور ثواب دارین حاصل کرینگے۔ اب میں ایسے لوگون کیلئے جو اس کام میں ہاتھ بٹائیں برکت اور سلامتی کی دعا کرتا ہوا اس اشتہار کو ختم کرتا ہون والسلام

خاکسار

مرزا بشیر الدین محمود احمد خلف حضرت مسیح موعود

خوشخبری

تشحیذ الاذہان کا یہ خاص نمبر ایک کتاب کی صورت میں چھپکر بھی شائع ہوا ہے اور باوجود خرچ کثیر کے اسکی قیمت صرف ۱۴ رکھی گئی ہے جو کہ خرچ کے مقابلہ میں بھی کم ہے اور یہ ایک تو اس لیے کیا گیا ہے کہ بہت سے مہربانان نے معقول امداد سے ہمکو ممنون فرمایا ہے اور کچھ اس لیے کہ اس کی عام اشاعت ہو۔ اس لیے ناظرین کو چاہیئے کہ اس رسالہ کی بہت سی جلدیں خرید کر مخالفین میں تقسیم کریں اور اپنے غریب بھائیوں کو بھی دیں شاید کسی سعید روح کو فایدہ پہنچے اور وہ ثواب دارین کے مستحق ٹھہریں۔ ہم نے بھی ایک کثیر تعداد مختلف شہروں میں مفت تقسیم کی ہے۔ اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مہینہ کے آخر تک اس رسالہ کا دستیاب ہونا مشکل ہو جائے گا۔ اس لیے جو صاحب اس موقع سے فایدہ اٹھانا چاہیں جلدی کریں۔

خاکسار منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان

* یاد رہے کہ اس کتاب کا نام "صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے" رکھا گیا ہے۔ منہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

ایک قومی تحریک

ناظرین چونکہ رسالہ کا قیام خریداروں کی کثرت و قلت پر منحصر ہے اس لیے آپ کی خدمت میں مؤدبانہ التماس ہے کہ آپ اس رسالہ کی اشاعت میں ضرور حصہ بٹائیں ۔ کیونکہ فی الحال رسالہ کے خریداروں کی تعداد بہت ہی کم ہے اور مالی حالت بہت مخدوش ہے۔ تمام اخباروں اور رسالوں کے منیجران ہمیشہ خریداران کے بڑھانے کے لیے اپنے مہربانوں میں تحریک کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ہم نے ابتک اُس قسم کی تحریک نہیں کی۔ مگر اب مجبور ہوکر تمام خریداران کی خدمت میں التماس ہے کہ اگر اور کچھ نہیں تو ۱۹۰۸ء کے آخر تک ہر ایک خریدار تین خریدار اور مہیا کر دے تو رسالہ کی مالی حالت کسیقدر درست ہوجائیگی۔ اور ہم اپنی طرف سے وعدہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ رسالہ کو اور بھی مفید بنانے کی کوشش کریں گے۔ اور چونکہ حضرت اقدسؑ کی وفات کی وجہ سے ڈائری کا سلسلہ کچھ مدّت کے بعد جب پہلی ڈائری ختم ہوجائے بند کرنا پڑیگا اس لیے یہ انتظام کیا گیا ہے کہ آپکی نوٹ بک میں سے کچھ حصہ وقتاً فوقتاً رسالہ میں شایع ہوتا رہے۔ اب ہم منتظر ہیں کہ کون مجاہد اس بارہ میں جہاد اور کوشش سے کام لیتا اور ثواب دارین حاصل کرتا ہے۔

(منیجر تشحیذ الاذہان)

(مطبوعہ انوار احمدیہ مشین پریس قادیان)